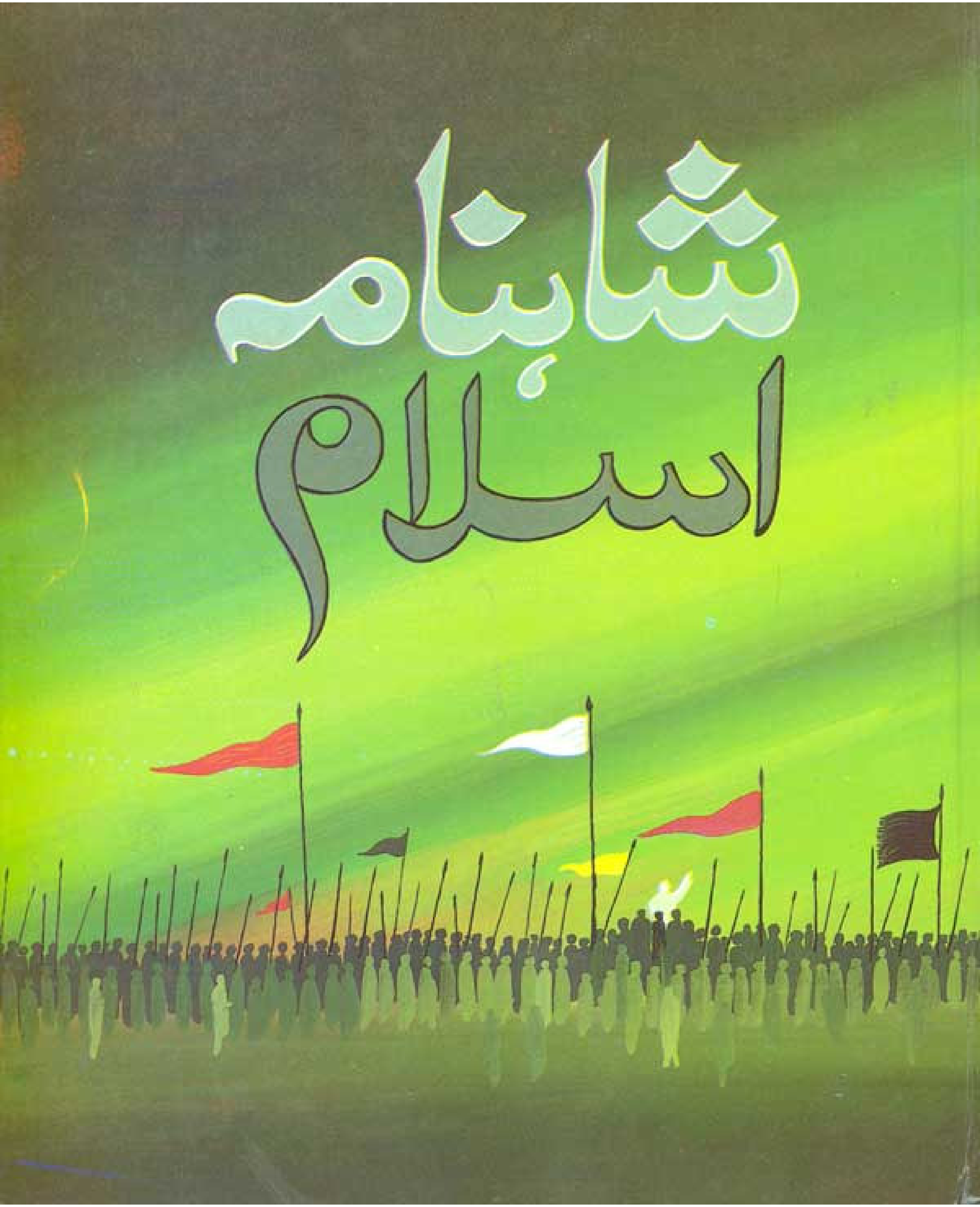
شاہنامہ
اسلام

پیشکش

ہر اُس فرزندِ توحید کی خدمت میں

جو

کلمہ طیّبہ

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ

پر

ایمان رکھتا ہے

حفیظ

حفیظ جالندھری ٹرسٹ

جناب عبدالکریم سومار .... صدر

شمیم احمد .... سکریٹری

اراکین

غلام احمد

لطف اللہ خان

رحمان کیانی

سیّد مقدس علی

خواجہ حمید الدّین شاھد

فہرست

مضامین	نمبر صفحہ
تقریب:- شیخ عبدالقادر صاحب کے قلم سے	۱۵
حمد	۲۵
نعت	۲۶
سببِ تالیف	۲۷
مشکلات	۲۸
مزار قطب الدین ایبکؒ	۲۹
ضمیر کی آواز	۳۳
مناجات	۳۵

باب اوّل - آغاز

مضامین	نمبر صفحہ
خلافتِ انسانی اور کائنات کے اندیشے	۳۷
صدائے رُوح الامین	۳۸
افزائشِ نسلِ آدم اور ابلیس کا مکر و فریب	۴۰
نورِ احمدی	۴۱
ابراہیم خلیل اللہؑ	۴۲
حضرت ابراہیمؑ کی ہجرت	۴۳
حضرت ابراہیمؑ کا عقدِ ثانی فرعونِ مصر کی بیٹی حضرت ہاجرہ	۴۴
حضرت اسمٰعیلؑ کی ولادت اور ماں بیٹے کی ہجرت	۴۵
حضرت ابراہیمؑ کی دُعا	۴۶
وادیٔ غیر ذی زرع میں ماں بیٹے کی تنہائی	۴۷

قبیلہ بنی جرہم کو پانی کی تلاش	۴۹	حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی	۵۱
کنعان میں حضرت اسحٰقؑ کی ولادت		تعمیرِ خانہ کعبہ	۵۳
حضرت ابراہیم کا پھر عرب میں آنا	۵۰	اوّلین حج اکبر	۵۶

باب دوم ۔ حضرت ابراہیم کی وفات کے بعد

اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ کی اولادیں	۵۷	جاہلیت کی عبادت	۷۳
بنی اسرائیل	۵۸	شاعری کے بُرے پہلو	۷۴
عرب میں بنی اسمٰعیل کے پھلنے پھولنے		میلے میں جنگ کا آغاز	۷۷
کا بیان	۶۳	اس عہد میں دنیا بھر کی عام حالت	۷۹
انقلاباتِ عالم اور عرب	۶۴	ہندوستان، چین، ایران، یورپ	
مکّے پر یمن والوں کا حملۂ اوّل		شہر لوپی آئی کی آخری رات	۸۱
قریش کی مدافعت	۶۶	یورپ، عیسائی ہو جانے کے بعد	۸۳
عرب میں زمانۂ جاہلیت	۶۸	یہودیوں کی عام حالت	۸۴
بازار عکاظ	۷۱	ساقی نامہ	۸۶

باب سوم ۔ پیغمبر آخر الزماںؐ کی ولادت سے قبل کا زمانہ

غلبۂ باطل اور شیطان کا غرور	۸۸	بنتِ مُر الخثعمیہ اور شیطان	۹۰
پیغمبر آخر الزماںؐ کے والد عبداللہ	۸۹	سردار عبداللہ کی پاکیزگی	۹۲

شیطان اور یہودی	۹۳	مشرکین مکہ کا فرار	۱۰۳
سردار عبداللہ پر یہودیوں کا حملہ	۹۷	سردار عبدالمطلب اور ابرہہ اشرم کی گفتگو	۱۰۴
پانچ شیطان، ایک بندۂ رحمان	۹۸	اصحابِ فیل کے حملے کی صبح	۱۰۵
وہب بن عبدمناف والد سیدہ آمنہ	۹۹	ہاتھی سجدے میں	۱۰۶
سردار عبداللہ کا انتقال	۱۰۱	اصحابِ فیل کا کفر	۱۰۷
اصحابِ فیل کا بیان	۱۰۲		

باب چہارم ختم المرسلین رحمۃ للعٰلمین

ولادتِ باسعادت	۱۰۹	آنحضرتؐ کے بچپن کی برکات	۱۲۳
سلام	۱۱۴	یتیمِ مکہ صحرائی گھر کی طرف	۱۲۴
آنحضرتؐ کے دادا عبدالمطلب کو خبر ملتی ہے	۱۱۷	بیابان پر ابرِ رحمت کا سایا	۱۲۵
کعبۂ مقصودِ عالم کا طوافِ کعبہ	۱۱۸	رضاعت سے بعثت تک کا بیان	۱۲۶
عرب کی دودھ پلائیاں		مصنف کا اعترافِ عجز	۱۳۴
حلیمہ سعدیہ کی غریبی	۱۲۰		

باب پنجم۔ آفتابِ ہدایت کا طلوع

مقصدِ بعثت، مظلوم دنیا کی دعائیں	۱۳۵	صدیقؓ کا ایمان	۱۳۷
اقرا	۱۳۶	السابقین الاولین	۱۳۸

پہاڑی کا وعظ، اعلائے کلمۃ الحق	۱۳۹	حضرت عمرؓ کا ایمان	۱۵۸
مشرکین کا غیظ و غضب	۱۴۱	عمرؓ آستانۂ نبوّت پر	۱۵۹
ابولہب بن عبدالمطلب کا کفر	۱۴۲	حضرت عمرؓ کی شانِ ایمان	۱۶۰
بنوہاشم میں تبلیغ، حضرت علیؓ کا ایمان	۱۴۲	ہجرتِ حبش	
اسلام لانے والوں پر مصائب کے پہاڑ	۱۴۳	ایذادہی کی انتہا، طرح طرح کی عقوبتیں	۱۶۲
اکابرِ قریش کی ابوطالب کو دھمکی	۱۴۶	نجاشی انصاف کی راہ پر	۱۶۴
چچا کی فہمائش	۱۴۷	دربارِ نجاشی میں حضرت جعفر کی تقریر	۱۶۵
بھتیجے کا جواب	۱۴۷	نجاشی راہِ ہدایت پر	۱۶۶
ابوطالب کا تاثر	۱۴۸	نجاشی کا تہیّہ	۱۶۶
تبلیغِ حق کا دشوار گذار رستہ		رسول اللہؐ کے خلاف اہلِ مکہ کا معاہدہ	۱۶۷
کفار کی ایذارسانی اور توہین	۱۴۸	ابوطالب کی ثابت قدمی	۱۶۸
قریش کی طرف سے مادی ترغیبات		شعب ابی طالب میں محصوری کا زمانہ	۱۶۹
عتبہ کی گفتگو	۱۵۰	شکستِ معاہدۂ باطل	۱۷۱
عتبہ کی حیرت	۱۵۲	عام الحزن	
حضرت حمزہؓ کا ایمان لانا	۱۵۳	ابوطالب اور خدیجۃ الکبریٰؓ کی وفات	۱۷۲
حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کا بیان		ہادیِ اسلام کا سفرِ طائف	۱۷۳
دشمنانِ دین میں نبی کے قتل کی تجویزیں	۱۵۵	پتھروں کی بارش	۱۷۴
عمر نبیؐ کے قتل کا بیڑا اٹھاتے ہیں	۱۵۶	آپؐ سے بددعا کی خواہش، رحمۃ للعٰلمینؐ کا جواب	۱۷۶

پتھر مارنے والوں کے لئے آنحضرتؐ کی دعائے خیر	۱۷۷	اہلِ یثرب میں اسلام	۱۷۹
وہی جوشِ تبلیغ، یمنیوں اور یثربیوں کا ایمان لانا	۱۷۷		

بابِ ششم - ہجرتِ نبویؐ

مسلمانانِ مکّہ کی ہجرتِ یثرب	۱۸۱	سراقہ ابن مالک ابنِ جعشم کا تعاقب	۱۹۱
مشرکینِ مکّہ کے ارادے	۱۸۲	آنحضرتؐ کی ایک معجزنما پیش گوئی	۱۹۲
مشاورتِ قتل	۱۸۲	بریدہ اسلمی اور اس کے ساتھی	۱۹۳
ہجرت کی رات	۱۸۴	قبا میں وُرودِ مسعود	
غارِ ثور	۱۸۶	الانتظار الانتظار	۱۹۵
سحر کا نور خندہ زن تھا باطل کی طاقت پر	۱۸۷	قافلۂ نبوت شہر یثرب کی طرف	۱۹۷
انعام کا اعلان اور تلاش	۱۸۸	نبیؐ اپنے مدینہ میں	۱۹۷
قافلۂ نبوت مدینے کے راستے میں	۱۸۹	شوقِ میزبانی	۱۹۹
عرب کی دھوپ	۱۹۰	دارالامانِ مدینہ	۲۰۰

بابِ ہفتم - مدینے پر جنگ کے بادل

قریشِ مکّہ کا جوشِ غضب	۲۰۲	مدینے کے بدباطن یہودی	۲۰۵
قریش مکہ کی دھمکی	۲۰۳	قریشِ مکّہ کی غارت گری	۲۰۶
عبداللہ بن ابی، منافق	۲۰۴	اِذنِ جہاد	۲۰۷

شرطِ جہاد	۲۰۹
قریش کی دوسری دھمکی	۲۰۹
قافلۂ تجارت اور ابوسفیان کے منصوبے	۲۱۰
شرارت	۲۱۲
مشرکین میں اشتعال کی چال	۲۱۲
ابوجہل کی آتش افروزی	۲۱۳
قریش مکہ کی چڑھائی	۲۱۵
آگ لگا کر ابوسفیان مکے پہنچ گیا	۲۱۶
ابوجہل کا جواب ابوسفیان کے قاصد کو	۲۱۸
صورتِ حالات کی نزاکت، نبی صلعم کا مشورہ صحابہ سے	۲۰۲
مہاجرین کا مشورہ	۲۲۲
انصار کا جوشِ ایمان	۲۲۳
وعدۂ نُصرتِ الٰہی	۲۲۴
مجاہدینِ اسلام جہاد کے رستے پر	۲۲۵
کفّار کا ڈیرا میدانِ بدر میں	۲۲۶
ابوجہل کا غرور	۲۲۷
مسلمانوں کی کمزور جماعت	۲۲۹
قطعۂ تاریخ	۲۳۰

الحمدللہ

اپنی زندگی کے ان آخری مراحل میں جو اندیشہ جان کا عذاب بنا ہوا تھا اللہ کریم نے اپنے رحمتہ للعالمینؐ کی مدح کے صدقے وہ اندیشہ دور کر دیا اور اب میں اس تسلی اور شکر و سپاس کا اظہار کرتا ہوا اپنے سفر حیات کی منزلِ مراد کو سلام کہوں گا۔

اندیشہ یہ تھا کہ میرا نہ کوئی بیٹا ہے نہ کوئی ایسا عزیز ہے جو میرے بعد میرے قلمی ورثے کا محافظ بھی بن سکے اور ملک و ملت پاکستانیہ تک ہی نہیں دنیا بھر کے ممالک میں جہاں جہاں مسلمان میری نظم و نثر کے شائق ہیں ان تک میری کتب پہنچاتے رہنے کا اہتمام کرے ورنہ جو کچھ میں نے انسانیت اور ملک و ملت کے لئے اپنے خونِ جگر سے مہیا کیا ہے برباد ہو جائے گا۔ میرا سرمایہ میری قلم کاری ہے میری کتابیں مجھے سیر بھینے والے نا اہل بازاری کتاب فروش دکاندار جس طرح چاہیں گے چھپوائیں گے اور الگ الگ کھائیں گے اڑائیں گے۔ اپنے لاکھوں قدر دانوں میں مدتوں ایسے اصحاب کی تلاش رہی جو واقعی صادق الوعد امین.. پر ایمان و یقین رکھتے ہوں۔ آخر کراچی میں میری تلاش نے کامیابی کا منہ دیکھ لیا اور میرا جان لیوا اندیشہ دور ہو گیا۔

قائداعظم کے پرانے رفیق جناب عبدالکریم سومار صاحب مل گئے، میری آرزو سنی اور اسے پورا کرنے کی طرف عملی قدم اٹھا لیا اور میرے اس درد کا مداوا کر دیا۔ جناب لطف اللہ خاں مل گئے جن کا وجود، آرٹ، سخنوری اور سخن نوازی میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ جناب شمیم احمد مل گئے جو اسلام کا پیغام جاری رکھنے والی کتب کے پبلشر اور کراچی میں سومار صاحب سے اولین ملاقات کا باعث بنے۔ ان کے ساتھ ہی سید مقدس علی ہیں جو ہر ادبی و اسلامی ثقافتی تحاریک کا بشوق اہتمام فرماتے ہیں۔ خواجہ حمیدالدین شاہد ایم اے عثمانیہ کو تو میں اپنا صیاد قرار دے چکا ہوں۔ جناب غلام احمد جناب سومار کے عزیز اور کاروبار کے سربراہ ہیں۔ سومار سے مصافحہ ان کے ہاتھ پر ہوتا ہے۔ جناب رحمٰن کیانی جو شعر و سخن ہی میں اسلام کے لئے تبلیغ اتحاد و جہاد کے معاملے میں میرے مثنیٰ ہیں۔

ان اصحاب نے جناب عبدالکریم سومار کے زیر قیادت ایک ایسا ادارہ قائم کر دیا ہے جو میرے دکھ کا دارو ہے۔ اس ادارے کا نام ہے۔

"ابوالاثر حفیظ جالندھری ٹرسٹ"

یہ ٹرسٹ باضابطہ قائم ہو گیا ہے۔ اس نے میری زندگی میں بھی اور اس دنیا سے جسمانی طور پر کھسک جانے کے بعد بھی میری وہ تمام کتابیں جو متداول ہیں بہترین خوبصورت اور دیدہ زیب طریق سے چھپوانے اور مسلسل چھپواتے رہنے کا ذمہ لے لیا ہے اور آغاز شاہنامہ اسلام

سے کیا ہے۔ میری شائع شدہ تصانیف کے علاوہ وہ تصانیف بھی جو ابھی مسودات کی صورت میں ہیں یہی ٹرسٹ ان کو کتابی صورت میں لائے گا اور میری تحریروں کے ذریعہ سے موجودہ اور آئندہ نسل کے ذہن وقلب میں وہ روشنی پہنچائے گا جو میرے کلام کو سرکار دوعالمؐ کی محبت اور بزرگان دین مبین اور قدمائے شعروادب سے ملی ہے اور جن کو میں نے اپنے خونِ جگر سے رنگین کیا ہے۔

میں ان قدردانوں کے احسانات کا سپاس گزار ہوں اور دعا کرتا ہوں ؎

بہ شانِ مہر و مہ تابندہ باشی
الٰہی تا قیامت زندہ باشی

۷۶ برس سے متجاوز اور بیمار
حفیظ

سخن کی قدر دانی زندگانی میں نہیں ہوتی
یہاں جب شمع بجھ لیتی ہے تب پروانہ آتا ہے

تقریب

(از قلم آنریبل خان بہادر شیخ عبدالقادر صاحب)

حفیظ اور حفیظ کی شاعری محتاجِ تعارف نہیں، مگر "شاہنامۂ اسلام" ایک ایسی تصنیف ہے کہ وہ محض شاعری سے تعلق نہیں رکھتی۔ وہ اسلام کی منظوم تاریخ ہوگی۔ وہ اخلاقِ اسلامی کی تعلیم کے لئے ایک درسی کتاب کا کام دے گی۔ وہ مصنف کے جذباتِ مذہبی کی ایک دلکش تصویر ہے جو لفظوں سے کھینچی گئی ہے۔ لفظ سادہ ہیں۔ اس پر رنگین ترنّم جو حفیظ کی شاعری کی خصوصیت ہے۔ تصویر کی تاثیر کو دوبالا کر رہا ہے۔ اس لئے اس کتاب کی تقریب کے طور پر کچھ لکھنا بے محل نہ ہوگا۔ اس کی پہلی جلد شائع ہوتی ہے جس میں دو ہزار سے زیادہ اشعار ہیں۔ اور اس کا بیشتر حصہ اُس عہدِ زرّیں سے تعلق رکھتا ہے۔ جب اسلام کے مقدّس ہادی کی ذاتِ والاصفات اپنے جمالِ جہاں آرا سے دنیا کو نورانی کر رہی تھی۔ میں خوش ہوں کہ یہ سعادت میرے حصّے میں آئی ہے کہ ایسی کتاب کی پہلی جلد کا دیباچہ لکھوں۔ جو نہ صرف اپنی ادبی خوبیوں کی وجہ سے دیرپا معلوم ہوتی ہے۔ بلکہ مذہبی اور اخلاقی پہلو سے مسلمانوں کی آیندہ نسلوں کے لئے چراغِ ہدایت ہو سکتی ہے۔

اسلام کے ابتدائی زمانے کا جو نقشہ شاعر نے ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔ اس میں زیادہ تر زور سیرت پر دیا گیا ہے۔ بالعموم وہ روایتیں نظم کی گئی ہیں۔ جن سے دنیا کے سب سے بڑے ہادیؐ کی پاکیزہ سیرت پر روشنی پڑتی ہے۔ اس اعتبار سے ہر مسلمان حضرت حفیظ کے اس کارنامے کو قدر کی نگاہ سے دیکھے گا۔ بلکہ یہاں تک امید کی جاسکتی ہے کہ ہر وسیع الخیال غیر مسلم بھی شاعر کے کمالِ فن کی داد دے گا۔

اکثر شعراء نے اس قسم کے بڑے کام بڑھاپے میں اپنے ذمّے لئے ہیں۔ حفیظ کے جاننے والوں میں جن حضرات کی نظر سے ان کی وہ نظم گذری ہے جس کا عنوان ہے۔ "ابھی تو مَیں جوان ہُوں" انہیں شاید حفیظ کی شاعری کو اس

شانِ بزرگی اور تقدیس میں جلوہ گر دیکھ کر تعجب ہو کہ ان کی طبع رسا بڑائی کے اتنے زینے ایک ہی جست میں کیونکر طے کر گئی ہے۔ مگر جو شخص ان کے تخیّل کی بلند پروازی سے آگاہ ہے۔ وہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ جست ان کے لئے دشوار نہ تھی۔ حفیظ عمر میں جوان ہے۔ مگر شاعری میں بوڑھوں کی صف میں جلوہ گر ہے۔ زورِ طبیعت سے بسنت اور بہار پر ایسی نظمیں لکھتا ہے جس سے معلوم ہو کہ ایک شخص جو رنگین مزاجی کے سب مرحلوں سے گزر چکا ہے، آپ بیتی باتیں لکھ رہا ہے۔ اور جوانی کو مست اور دیوانی دکھلانے میں اپنی کہانی سنا رہا ہے۔ مگر یہ صرف خداداد ذہانت کے کرشمے ہیں۔ ورنہ اسے زمانے نے مہلت ہی نہیں دی کہ دنیا کی رنگینیوں کو قریب سے دیکھے۔ یا ان کے مزے لے۔ صبح سے شام تک لکھتے پڑھتے گذرتی ہے۔ اور لکھنا پڑھنا بھی ایسا کہ فرصت اور اطمینان سے نہیں۔ بلکہ قوتِ لایموت کے لئے کسی اخبار یا رسالے کے لئے کچھ کام کیا جس کا تھوڑا بہت معاوضہ مل گیا۔ کوئی کتاب لکھی جو کسی نے سستے داموں خرید لی۔ اس پر رسالہ مخزن کی اڈیٹری کی ذمہ داریاں۔ مشاعروں اور پبلک جلسوں کے لئے نظمیں لکھنا اور پڑھنا۔ یہ حالات تھے جب "شاہنامۂ اسلام" لکھنا شروع کیا۔ مخزن کے دفتر اور وہاں آنے والے ملاقاتیوں سے بھاگ کر اپنے وطنِ مالوف جالندھر کے پرانے مکان میں گوشۂ تنہائی اختیار کرنا پڑا۔ وہاں سے کبھی لاہور آنا ہوا۔ تو قدردانوں سے خط وکتابت کے لئے وہ آپ اپنے منشی۔ اپنی کتاب کے پروف دیکھنے کے لئے وہ آپ اپنے مصحح۔ اور مطبع والوں سے تقاضا کرنے کے لئے وہ آپ اپنے سپاہی اُن کی محنت و مصروفیت دیکھ کر غالب کا یہ شعر یاد آتا ہے ؎

زندگی اپنی جب اس شکل سے گذری غالب
ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے

مگر خدا کی حکمتیں خدا ہی جانے۔ شاید یہی حالات ہیں جو باوجود مالی مشکلات اور کثرتِ کار کے توسنِ طبع کے لئے تازیانہ کا کام دیتے ہیں۔ اور رُوحانی زندگی کی جِلا کا باعث ہیں۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ شاعری کی قوت کو مفید مذہبی خدمت کی تحریک انہی اسباب سے ہُوئی ہے۔

چند سال ہوئے جب مَیں نے حفیظ صاحب کو پہلی مرتبہ دیکھا۔ شاید اکثر لوگوں نے بھی انہیں لاہور میں اسی زمانے میں دیکھا ہو۔ اس سے پہلے کوئی انہیں پہچانتا نہ تھا۔ مگر پہلے ہی موقعہ پر جب وہ لب کشا ہُوئے سب جان گئے اور مان گئے کہ ادب اُردو پر ایک نیا ستارہ چمکا ہے۔

لاہور میں ایک بڑا مشاعرہ تھا۔ مَیں نے دیکھا کہ سامنے کی کرسیوں پر چند کہنہ مشق شاعر متمکن ہیں۔ اور ان میں ایک نوعمر سا شخص دبلا پتلا بہت سادہ لباس پہنے ہوئے بیٹھا ہے۔ جو ہر ایسے شعر پر جو داد کے قابل ہو، داد دیتا ہے۔ اور یوں کہ اس کے دل کی کیفیت ایک خاص طرزِ اظہار رکھتی ہے۔ یعنی شعر سنتے ہی وہ ہمہ تن داد بن کر اپنی جگہ سے اُٹھنے کو ہوتا ہے اور اپنا دایاں ہاتھ پھیلا کر اُس کی انگشتِ شہادت شاعر کی طرف اٹھا کر کہتا ہے۔ "کیسا بلند شعر ہے"

یہ بے ساختہ اظہارِ خیال چونکہ کسی قدر نرالا تھا۔ میری توجہ اس طرف ہُوئی۔ مَیں نے کسی صاحب سے پُوچھا، یہ کون صاحب ہیں؟ انہوں نے کہا، ہمیں نام تو معلوم نہیں۔ مگر سُنا ہے کہ جالندھر سے آئے ہیں۔ اور مولانا گرامی کے شاگرد ہیں"۔

مَیں مولانا کے فارسی کلام کے مداحوں میں تھا۔ اور ان سے ذاتی مراسم رکھتا تھا۔ وہ بھی کبھی کبھی اسی طرح انگلی اُٹھا کر اور یہ کہہ کر کہ "اونچے پائے کا شعر ہے" اپنے دوستوں کے کلام کی داد دیا کرتے تھے۔ شاگرد میں کُچھ استاد کی جھلک نظر آئی۔ اور مَیں اس انتظار میں بیٹھ گیا کہ ان کا کلام سُن کر جائیں گے۔ تھوڑی دیر بعد حفیظ صاحب کی باری آئی۔ جب یہ پڑھنے کو اُٹھے تو ایک اور مشابہت ان میں اور ان کے استاد میں نظر آئی۔ نہ ان کے چہرے سے پتہ چلتا تھا کہ وہ فارسی کے ایسے ادیب اور نامور شاعر ہیں۔ نہ ان کے چہرے سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ اردو نظم میں ایسی دستگاہ رکھتے ہیں۔ مگر ہُوا یہ کہ ایک تو کلام سادہ پُرکار تھا اور دُوسرے آواز دلکش، نظم لَے سے پڑھی گئی اور جلسے پر ایک بے خودی سی چھا گئی۔ مَیں نے اس کے بعد بارہا حفیظ کو بڑے بڑے جلسوں کو مسحور کرتے دیکھا ہے اور ان کی پُراثر لَے سُنی ہے جس سے اب ہندوستان سے دکن

تک لوگوں کے کان آشنا ہو چکے ہیں مگر اس دن کی کیفیت چونکہ اپنے رنگ میں بالکل نئی تھی اس لئے نہیں بھولتی۔ معلوم نہیں حفیظ صاحب کے نام کے ساتھ "ابو الاثر" کا لقب اس دن سے پہلے تھا یا نہیں۔ نہ مجھے یہ خبر ہے کہ یہ نام انہوں نے خود رکھا ہے یا کسی نے ان کے لئے تجویز کیا ہے۔ مگر یہ ضرور کہوں گا کہ اُن کے لئے موزوں اور نہایت موزوں ہے۔ فی الواقعہ اثر ان کے کلام کا غلام خانہ زاد ہے۔

ابُو الاثر نے جس دن سے نظم کی بنسری بجائی ہے، اس بنسری سے طرح طرح کے راگ نکلتے ہیں۔ اور نظموں کے اس مجموعے میں جس کا نام "نغمہ زار" ہے۔ اور بعض غیر مطبوعہ نظموں میں جو اس کے بعد لکھی گئی ہیں۔ اُس نے اپنی وسیع ہمدردی اور سچی قدرتی شاعری کے میلان سے کہیں کرشن کے گن گائے ہیں اور کہیں پریت کے گیت سنائے ہیں۔ مگر اس نے تھوڑے عرصے میں محسوس کر لیا کہ اثر کے لحاظ سے جو بات پیغمبرِ اسلام کی زندگی کے واقعات میں ہے وہ کسی دوسرے انسان کی زندگی میں نہیں پائی جاتی۔ اور اگر کلام میں سچی اور پائیدار تاثیر ڈھونڈنی ہے تو اسے چشمۂ فیض سے سیراب ہونا چاہیئے۔ جس کا پانی کلام کے حق میں آبحیات بن جائے۔ اور اسے جاوداں زندگی بخش دے۔ پس اس میں شک نہیں کہ حفیظؔ نے جو مضمون اب چُنا ہے وہ ذریعۂ الہام ہے اور اس کی شاعری اپنی صفائی اور سادگی کے جوہروں کے ساتھ مذہب اور اخلاق کی علمبردار ہو گئی ہے۔

جب سے شاہنامۂ اسلام کے چھپنے کا اعلان ہوا ہے۔ مَیں نے کئی لوگوں کو اس نام پر اعتراض کرتے سنا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ فردوسی سے برابری کا دعویٰ اسی سے نکلتا ہے۔ کسی کا خیال ہے کہ پہلے حصے میں ہمارے مذہبی پیشواؤں کا حال درج ہے۔ اور آگے چل کر دنیاوی بادشاہوں کے حالات ہونگے اور یہ کسی قدر بے جوڑ سی بات ہے۔ مگر مَیں سمجھتا ہُوں کہ بحیثیت مجموعی شاید کسی اور نام سے اس جامعیت کے ساتھ مصنّف کے ارادے کا اظہار نہ ہو سکتا۔ پیغمبرِ اسلام شاہِ دین بھی تھے اور شاہِ دنیا بھی ہیں۔ اور یہی حال خلفائے راشدینؓ کا ہے۔ پس انہیں شاہ کہنا اور ان کے حالات کا نام شاہ نامہ رکھنا بھی غیر موزوں نہیں ہے۔ بلکہ اگر صرف انہی بزرگانِ دین کا حال اس میں درج ہوتا تو مَیں اسے "شہنشاہ نامہ" کہہ دیتا۔ نام

نیا بھی ہوتا اور حسبِ حال بھی۔ مگر اس میں سب پادشاہانِ اسلام کے حالات آئیں گے اور ملک کی تاریخ کے اوراقِ پریشاں اس میں جمع کیے جائیں گے۔ اس سبب سے یہ مجموعہ "شاہنامۂ اسلام" کہلانے کا مستحق ہے۔ رہا فردوسی کی ہمسری کا دعویٰ۔ سو مصنّف نے اپنے عجز و انکسار کا کافی اعتراف اپنے تمہیدی اشعار میں کر دیا ہے۔ اگر سوءِ ادب کا مرتکب ہوئے بغیر مصنّف نے یہ ہمّت کی کہ رزم و بزم کے اس وسیع میدان میں تگ و دو کرے جس میں فردوسی جیسا بڑا شہسوار اپنی شہسواری کے جوہر دکھا چکا ہے تو کم از کم یہ بلندیٔ ہمّت کی دلیل ہے۔ باقی حسنِ قبول خدا کے ہاتھ میں ہے۔ فردوسی نے فارسی میں حقِ شاعری ادا کیا اور حفیظ اردو میں طبع آزمائی کر رہا ہے۔ اگر اردو دانوں کو اپنی زبان میں ایسی کتاب ملے جو بہادران و رہبرانِ اسلام کی یاد کو اس طرح تازہ کر دے۔ جس طرح فردوسی نے غیر معروف پہلوانوں اور آتش پرست بادشاہوں کی بھُولی ہوئی کہانیوں کو تازہ کر دیا تھا تو اب اردو ادب یقیناً عرصۂ دراز تک حفیظ کا شرمندۂ احسان رہے گا۔

کوئی تصنیف ہو۔ اور کتنی ہی پسند کی جائے اس کے مصنف کی حوصلہ افزائی اس سے ہوتی ہے کہ اسے اپنی محنت کا کچھ صلہ مالی شکل میں بھی مل جائے۔ فردوسی نے شاہنامہ لکھا اس حوصلے پر کہ پادشاہِ وقت سلطان محمود غزنوی اسے بیش قرار انعام دے گا۔ اس تحریص کے بغیر شاید اتنا بڑا کام انجام نہ پاتا۔ حفیظ ایسے زمانے میں پیدا ہوا ہے کہ اس کے لئے اس کی قدردان اردو دان پبلک ہی محمود بن سکتی ہے۔ اور کم از کم یہ بات نہایت ہمّت دلانے والی ہے کہ سینکڑوں خریداروں نے کتاب کے چھپنے سے پیشتر اور اسے دیکھے بغیر کتاب کے دام پیشگی مصنّف کے پاس بھیج دیئے۔ اور مصنّف نے وہ روپے کتاب کی چھپائی پر لگا دیئے۔ اس کے بعد جو روپے آئیں گے وہ دوسری جلد کی تیاری میں صرف ہونگے اور اسی طرح سلسلہ چلتا رہے گا۔ اگر مصنّف کو اپنی دلسوزی اور دماغی محنت کا کچھ معاوضہ ملے گا تو اس رقم سے جو سب جلدوں کے چھپنے کے بعد اس کے پاس بچ سکے گی۔ امید ہے کتاب کی قدردانی

اس کے شائع ہوتے ہی اور ترقی کرے گی۔ اور شاہنامۂ اسلام کو اس مایوسی سے سابقہ نہ پڑے گا جو مالی اعتبار سے دنیا کی اس اہم تصنیف کو نصیب ہوئی تھی جس کے عالیشان نام سے حضرت حفیظ نے استفادہ کیا ہے۔

پہلی جلد چونکہ اب تیار ہے۔ اس میں سے چیدہ حصّے بطور نمونہ اس دیباچے میں درج کرنے کی ضرورت نہیں۔ اہلِ نظر کی نگاہ خود ان حصّوں کو ڈھونڈ لے گی۔ لیکن خوش قسمتی سے مجھے یہ کتاب شائع ہونے سے پہلے مل گئی اور مَیں نے اسے شوق سے پڑھا۔ اس لئے کچھ اشعار بے ساختہ زبانِ قلم پر آئے ہیں۔

سب سے پہلا شعر جو ابتدائی اشعار میں مجھے پسند ہے وہ ہے جس میں شاعر نے وجہِ تالیف بتاتے ہُوئے اپنی آرزو کو ان سادہ مگر مؤثّر لفظوں میں بیان کیا ہے ؎

تمنّا ہے کہ اس دنیا میں کوئی کام کر جاؤں
اگر کُچھ ہو سکے تو خدمتِ اسلام کر جاؤں

مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ تمنّا پہلی جلد ہی میں بہت حد تک پُوری ہوگئی ہے اور بیش بہا سبق نظم کے پیرائے میں اس میں دیئے گئے ہیں۔ انہیں واقعی خدمتِ اسلام اور بڑی خدمت اسلام کہا جاسکتا ہے۔

شاعر نے فردوسی کے شاہنامے اور کام کا ذکر بہت اچھے طریق سے کیا ہے جس میں وہ اپنی انکسار کے علاوہ صُورتِ واقعہ اور دلی درد کا اظہار ہے:۔

کیا فردوسیؔ مرحوم نے ایران کو زندہ — خُدا توفیق دے تو مَیں کروں ایمان کو زندہ
تقابل کا کروں دعوٰی یہ طاقت ہے کہاں میری — تخیّل میرا ناقص نامکمل ہے زبان میری
زبانِ پہلوی کی ہمزبانی ہو نہیں سکتی — ابھی اردو میں پیدا وہ روانی ہو نہیں سکتی
کہاں ہے اب وہ دَورِ غزنوی کی فارغ البالی — غلامی نے دبا رکھی ہے میری ہمّتِ عالی

آخری مصرعے میں جو درد ہے اُس سے آج کل کے اکثر نوجوان آگاہ ہیں۔ اور فی الحقیقت ہمتیں اس زمانے میں بہت پست ہو رہی ہیں۔ مگر جس بلند ہمتی کا ثبوت ہمارے شاعر نے دیا ہے وہ قابلِ

تعریف ہے کہ ناداری کے سنگِ گراں کے باوجود ایسے اہم کام کا بیڑا اُٹھایا ہے جس سے بڑے بڑے سرمایہ دار گھبرائیں۔ اور باوجودیکہ آغازِ کار کے وقت یہ معلوم نہ تھا کہ کئی ہزار اشعار اگر لکھے بھی گئے تو چھپ سکیں گے کہ نہیں؟ بے دھڑک لکھتا چلا گیا اور لکھتا جا رہا ہے۔

پیغمبرِ اسلام کی ولادت کا بیان کرنے سے پہلے شاعر نے ان کے جدِ امجد حضرت اسمٰعیلؑ کا حال لکھا ہے جب حضرت ابراہیمؑ اپنی بیوی کو ہمراہ لے کر عرب کی طرف آئے تو اس مختصر سے قافلے کا صحرائے عرب میں سفر ذیل کے تین شعروں میں بہت پاکیزہ لفظوں میں بیان ہوا ہے ؎

خدا کا قافلہ جو مشتمل تھا تین جانوں پر — معزز جس کو ہونا تھا زمینوں آسمانوں پر
چلا جاتا تھا اس تپتے ہوئے صحرا کے سینے پر — جہاں دیتا ہے انساں موت کو ترجیح جینے پر
وہ صحرا جس کا سینہ آتشیں کرنوں کی بستی ہے — وہ مٹی جو سدا پانی کی صورت کو ترستی ہے

یہ خوبی ساری کتاب میں نمایاں ہے۔ جو بیان کوئی اور بیس شعروں میں کرے ہمارا شاعر تین شعروں میں کرے گا۔ اس پر الفاظ کی سادگی اور کلام کی رنگینی اور چستی ملحوظ رہتی ہے۔

آنحضرتؐ کے دنیا میں تشریف لانے کے متعلق جو اشعار لکھے ہیں انہیں پڑھ کر عشاقِ نبوی پر حالتِ وجد طاری ہو گی ؎

یہ کس کی جستجو میں مہرِ عالمتاب پھرتا تھا — ازل کے روز سے بیتاب تھا بےخواب پھرتا تھا
کروڑوں رنگتیں کس کے لئے ایام نے بدلیں — پیاپے کروٹیں کس دھن میں صبح و شام نے بدلیں
یہ سب کچھ ہو رہا تھا ایک ہی امید کی خاطر — یہ ساری کاہشیں تھیں ایک صبحِ عید کی خاطر

اِن شعروں میں تو آپ کی آمد کی امید کا ذکر تھا۔ اب ذرا آمد کی شان ملاحظہ ہو ؎

معین وقت آیا زورِ باطل گھٹ گیا آخر — اندھیرا مٹ گیا ظلمت کا بادل چھٹ گیا آخر
مبارک ہو کہ دورِ راحت و آرام آپہنچا — نجاتِ دائمی کی شکل میں اسلام آپہنچا

مُبارک ہو کہ ختم المرسلیںؐ تشریف لے آئے
جنابِ رحمۃٌ للعلمیںؐ تشریف لے آئے

خبر جا کر سُنا دو شش جہت کے زبردستوں کو
زبردستی کی جرأت اب نہ ہو گی خود پرستوں کو

ضعیفوں بیکسوں آفت نصیبوں کو مبارک ہو
یتیموں کو غلاموں کو غریبوں کو مُبارک ہو

کس عجیب پیرائے میں ان خصائل کا ذکر کیا گیا ہے جو آنحضرتؐ کے اخلاق کا جزو تھیں اور کیسا لطیف اشارہ اس اہم کام کی طرف ہے جس کے لئے وہ مبعوث ہُوئے تھے۔ مَیں حضرت حفیظ سے معافی چاہتا ہوں کہ مندرجہ بالا اشعار کی ترتیب میں مَیں نے کچھ تصرف کر لیا ہے۔ اور جس ترتیب سے انہوں نے لکھے تھے اس ترتیب سے نقل نہیں کئے۔ مجھے انہیں اس طرح پڑھنے میں کچھ خاص لُطف آیا۔ اس لئے یہ تصرف کیا۔ اس کے علاوہ اختصار بھی مدنظر تھا امید ہے کہ صاحبانِ ذوق اصل ترتیب کے ساتھ پُورا بند ملاحظہ فرمائیں گے اور بار بار پڑھیں گے۔

ولادت کے بعد یتیمی، دائی حلیمہؓ کی گود میں پلنا، پردادا کے زیر سایہ تربیت پانا، جوان ہو کر سچائی اور امانت میں شہرت حاصل کرنا، حضرت بی بی خدیجہؓ سے نکاح اور اس کے بعد وحی نازل ہونے اور پیغمبری ملنے کے تاریخی واقعات اختصار کے ساتھ مگر شاعرانہ خوش بیانی کو نباہتے ہوئے لکھے گئے ہیں۔ ان اشعار کو انتخاب کر کے یہاں لکھنے کی گنجائش نہیں۔ رسولِ برحق نے جو تکالیف فرضِ رسالت ادا کرنے میں اٹھائیں مشکلات کا جو دلیرانہ مقابلہ کیا وہ حالات معنی خیز طریق سے نظم کئے گئے ہیں اور آخر میں ہجرت اور غزوات کے تذکرے نہایت موثر پیرائے میں لکھے ہیں۔ جس شب کو آنحضرتؐ ہجرت کے ارادے سے مکّہ شریف سے کفار کے نرغے کے باوجود نکلتے ہیں۔ دیکھئے اس کا بیان کس انداز سے ہوا ہے ؎

نظر آتی تھیں چاروں سمت تلواریں ہی تلواریں
اندھیرے میں چمک اُٹھتی تھیں بجلی کی طرح دھاریں

وہ دُرّانا ہُوا وحدت کا دم بھرتا ہُوا نکلا
تلاوت سورۂ یٰسین کی کرتا ہُوا نکلا

کھنچی ہی رہ گئیں خونریز خوں آشام شمشیریں کسی نے کھینچ دی ہوں جس طرح کاغذ کی تصویریں

مدینے پہنچنے پر جو زندگی مسلمانوں نے اپنے ہادیٔ برحق کے زیر سایہ شروع کی اُس کا نقشہ ذیل کے اشعار میں ملاحظہ ہو:۔

تھے انصار و مہاجر اک نمونہ شانِ وحدت کا کہ اس تسبیح میں تھا رشتہ محکم اخوت کا

مُسلماں تھے کہ تھیں زہد و ورع کی زندہ تصویریں نمازیں اور تسبیحیں اذانیں اور تکبیریں

تجارت یا زراعت یا دعائیں یا مناجاتیں مشقت کے لئے دن تھے عبادت کے لئے راتیں

ان اقتباسات کو میں ان اشعار پر ختم کرتا ہُوں جن میں مسئلہ جہاد پر جو حکم ہمارے رسولؐ نے دیا اُسے واضح کیا گیا ہے۔ اس سے بہتر اصول وضع کرنا ناممکن ہے۔ افسوس کہ دنیا اس کے حکم کے متعلق گوناں گوں غلطیوں میں مبتلا ہے ؎

کہا راہِ خدا میں تم کو لڑنے کی اجازت ہے خدا کے دشمنوں کو دفع کرنے کی اجازت ہے

مگر تم یاد رکھو صاف ہے یہ حکم قرآں کا ستانا بے گناہوں کو نہیں شیوہ مسلماں کا

نہیں دیتا اجازت پیش دستی کی خدا ہرگز مسلماں ہو تو لڑنے میں نہ کرنا ابتدا ہرگز

فقط ان سے لڑو جو لوگ تم سے جنگ کرتے ہیں

فقط ان سے لڑو جو تم پہ جینا تنگ کرتے ہیں

خوش مذاق صاحبان کے لئے چند نمونے حفیظ صاحب کے تازہ ترین کلام کے جو اوپر درج کئے گئے ہیں کافی ہیں۔ اب لازم ہے کہ خود کتاب حاصل کریں اور پڑھیں۔ اور صاحب دل شاعر کے حق میں دعا کریں کہ خدا اسے اس محنت کا صلہ دے اور توفیق دے کہ وہ اس اہم کام کو بخوبی انجام دے سکے جو اس جلدِ اول کی اشاعت میں شروع کیا گیا ہے +

عبدالقادر

کروں گا موم اک دن پتھّروں کو
اگر تاثیر ہے میری زباں میں

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

حمد

اُسی کے نام سے آغاز ہے اس شاہنامے کا
ہمیشہ جس کے در پر سر جھکا رہتا ہے خامے کا

اسی نے ایک حرفِ کُن سے پیدا کر دیا عالم
کشاکش کی صدائے ہاؤ ہُو سے بھر دیا عالم

نظامِ آسمانی ہے اُسی کی حکمرانی سے
بہارِ جاودانی ہے اُسی کی باغبانی سے

اُسی کے نُور سے پرنُور ہیں شمس و قمر تارے
وہی ثابت ہیں جس کے گرد پھرتے ہیں یہ سیّارے

زمیں پر جلوہ آرا ہیں مظاہر اس کی قدرت کے
بچھائے ہیں اسی داتا نے دستر خوان نعمت کے

یہ سرد و گرم خشک و تر، اُجالا اور تاریکی
نظر آتی ہے سب میں شان اُسی اک ذاتِ باری کی

وہی ہے کائنات اور اس کی مخلوقات کا خالق
نباتات و جمادات اور حیوانات کا خالق

وہی خالق ہے دل کا اور دل کے نیک ارادوں کا
وہی مالک ہمارا اور ہمارے باپ دادوں کا

بشر کو فطرتِ اسلام پر پیدا کیا جس نے
محمد مُصطفےٰ کے نام پر شیدا کیا جس نے

نعت

محمد مُصطفےٰ محبوبِ داور سرورِ عالم
وہ جس کے دم سے مسجُودِ ملائک بن گیا آدم

کیا ساجد کو شیدا جس نے مسجُودِ حقیقی پر
جھکایا عبد کو درگاہِ معبُودِ حقیقی پر

دلائے حق پرستوں کو حقوقِ زندگی جس نے
کیا باطل کو غرقِ موجۂ شرمندگی جس نے

غلاموں کو سریرِ سلطنت پر جس نے بٹھلایا
یتیموں کے سروں پر کر دیا اقبال کا سایا

گداؤں کو شہنشاہی کے قابل کر دیا جس نے
غرورِ نسل کا افسون باطل کر دیا جس نے

وہ جس نے تخت اوندھے کر دیئے شاہانِ جابر کے
بڑھائے مرتبے دُنیا میں ہر انسانِ صابر کے

دلایا جس نے حق انسان کو عالی تباری کا
شکستہ کر دیا ٹھوکر سے بُت سرمایہ داری کا

محمّد مُصطفےٰ مہرِ سپہرِ اَوجِ عرفانی
ملی جس کے سبب تاریک ذرّوں کو درخشانی

وہ جس کا ذکر ہوتا ہے زمینوں آسمانوں میں
فرشتوں کی دعاؤں میں مؤذّن کی اذانوں میں

وہ جس کے مُعجزے نے نظمِ ہستی کو سنوارا ہے
جو بے یاروں کا یارا بے سہاروں کا سہارا ہے

وہ نُورِ لَم یزل جو باعثِ تخلیقِ عالم ہے
خدا کے بعد جس کا اسمِ اعظم اسمِ اعظم ہے

ثناخواں جس کا قرآں ہو ثنا ہے جس کی قرآں میں
اُسی پر میرا ایماں ہو وہی ہے میرے ایماں میں

سببِ تصنیف

اُسی کے اسمِ اعظم سے بڑھی جرأت مرے دل کی — کہ مَیں نے ڈال دی بنیاد ایسے کارِ مشکل کی

تمنّا ہے کہ اِس دُنیا میں کوئی کام کر جاؤں — اگر کچھ ہو سکے تو خدمتِ اسلام کر جاؤں

مسلمانوں پہ ہے مُردہ دلی چھائی ہوئی ہر سُو — سکوتِ مرگ نے چادر ہے پھیلائی ہوئی ہر سُو

عزیمت ہے نہ جرأت ہی نہ ہے تاب و تواں باقی — فقط حسرت سے تکنے کے لیے آسماں باقی

نظر آتے ہیں اب وہ صف شکن بازو نہ شمشیریں — مقدر کی طرح سوئی پڑی ہیں آج تکبیریں

گئی دُنیا سے آقائے محمدؐ کے غلاموں کی — بھلا بیٹھے ہیں یاد اپنے سلف کے کارناموں کی

ارادہ ہے کہ پھر ان کا لہو اک بار گرماؤں — دلِ سنگیں سخن کے آتشیں تیروں سے برماؤں

سناؤں ان کو ایسے ولولہ انگیز افسانے — کرے تائید جن کی عقل بھی تاریخ بھی مانے

کیا فردوسیؔ مرحوم نے ایران کو زندہ — خدا توفیق دے تو مَیں کروں ایمان کو زندہ

عجم کا شاہنامہ بس وہ فردوسی کا حصّہ تھا — تخیّل ہی کا ہنگامہ تھا یعنی ایک قصّہ تھا

مگر اس کی زباں اس کا بیاں اعجاز ہے گویا — کماں کی رستمی وہ خود ہی تیر انداز ہے گویا

تقابل کا کروں دعویٰ یہ طاقت ہی کہاں میری — تخیّل میرا ناقص نامکمل ہے زباں میری

زبانِ پہلوی کی ہمزبانی ہو نہیں سکتی — ابھی اُردو میں پیدا وہ روانی ہو نہیں سکتی
نحیف و ناتواں بے علم و بے مقدور ہستی ہُوں — غم و اندوہ جس میں بس رہے ہیں میں وہ بستی ہُوں
کہاں ہے اب وہ دورِ غزنوی کی فارغ البالی — غلامی نے دبا رکھی ہے میری ہمّتِ عالی
مگر سینے میں دل رکھتا ہوں جس میں جوشِ غیرت ہے — سراسر راکھ ہے لیکن ابھی تک پُر حرارت ہے
کیا ہے رُوح کو زندہ مدینے کی ہواؤں نے — جگایا خواب سے احساس کی غیبی نداؤں نے
نویدِ صبح بخشی ہے سکوتِ شام نے مجھ کو — مخاطب کر لیا ہے قوّتِ الہام نے مجھ کو

بظاہر میں جو تصویرِ سخن میں رنگ بھرتا ہُوں
کسی آواز کے ارشاد کی تعمیل کرتا ہُوں

مشکلات

رہا سینے میں چُھپ کر فرض کا احساس برسوں تک — رہی اس راستے میں سنگ بن کر یاس برسوں تک
وسائل ڈھونڈتا پھرتا رہا ہوں کام کرنے کے — کشائش کو حریفِ گردشِ ایام کرنے کے
غریبوں میں نظر آیا مجھے منظر تباہی کا — امیروں نے سوا رکھا طریقہ کم نگاہی کا
تمنا تھی اگر مل جائے کوئی غزنوی مجھ کو — ذرا آرام سے رہنے دے فکرِ زندگی مجھ کو

تو اس آغاز کو انجام کی منزل پہ لے جاؤں جہازِ آرزو مقصود کے ساحل پہ لے جاؤں

مزار قطبُ الدّین ایبک[1]

اِنہی افکار میں بیٹھا تھا میں اک دن جھکائے سر درِ آرام گاہِ شاہ قطب الدین ایبک پر
وہ قطب الدین وہ مردِ مجاہد جس کی ہیبت سے یہ دنیا از سرِ نو جاگ اُٹھی تھی خوابِ غفلت سے
اُکھاڑیں ہند سے جس نے ستمگاری کی بنیادیں رکھیں ہر دل میں انسانی رواداری کی بنیادیں
وہ جس کی جرأتِ بیباک سے سفّاک ڈرتے تھے وہ جس کے بازوؤں کی دھاک سے افلاک ڈرتے تھے
وہ قطبُ الدین جس کے دامنِ تسخیر کا سایا قلُوبِ راجگانِ ہند کو دامن میں لے آیا
لکھی ہے ذرّے ذرّے کی جبیں پر داستاں جس کی ہے سُرخی داستانِ فاتحِ ہندوستاں جس کی
وہ جس کی ذات پر لفظِ غلامی ناز کرتا ہے ترقی کا تخیل عرش تک پرواز کرتا ہے

---

[1] سلطان قطب الدّین ایبک سلطان شہاب الدین غوری کا ترکی غلام اور اس کی فوج کا سپہ سالار تھا جب سلطان شہاب الدین نے دہلی فتح کی تو قطب الدین کو ہندوستان کی حکومت تفویض کی۔ قطب الدین نے ہندوستان میں اسلامی حکومت کی باقاعدہ بنیاد رکھی۔ اور نہایت شجاعت کے ساتھ اطرافِ ہند کو علمِ اسلام کے نیچے لایا جب سلطان محمد غوری کا ۱۲۰۶ء میں انتقال ہوگیا تو قطب الدین ہندوستان کا فرمانروا تسلیم کیا گیا۔ اس طرح اس خاندان کی حکومت کی بنیاد پڑی جو تاریخ میں خاندانِ غلاماں کے نام سے مشہور ہے۔

لئے بیٹھی ہے دہلی قلب میں نقشِ نگیں جس کا   لقب تاریخ میں ہے تاجدارِ اوّلیں جس کا
یہاں لاہور میں سوتا ہے اک گمنام کوچے میں   پڑی ہے یادگارِ دولتِ اسلام کوچے میں

نجس، ناپاک کوچہ جس میں کوئی بھی نہیں جاتا
وہاں سویا ہوا ہے مسندِ دہلی کا لکھ داتا

یہ تُربت ماتمی ہے اُن حجازی شہسواروں کی   مُسلمانوں نے مٹی بیچ لی جن کے مزاروں کی
یہاں تک ابرِ باراں کی رسائی ہو نہیں سکتی   گھٹا روتی ہوئی آتی ہے لیکن رو نہیں سکتی
شعاعوں سے یہاں خورشید دامن بھر نہیں سکتا   فلک اس پر ستاروں کو نچھاور کر نہیں سکتا

یہ تربت چادرِ مہتاب سے محروم رہتی ہے   نگاہوں سے چھپی رہتی ہے نامعلوم رہتی ہے
یہاں سہرے کہاں کیا ذکر پھولوں کے چڑھاوے کا   کوئی ساماں نہیں ہے اہلِ ظاہر کے دکھاوے کا
نہ پڑھتا ہے یہاں پر فاتحہ کوئی نہ روتا ہے   کسے معلوم ہے اس چھت کے نیچے کون سوتا ہے

۱؎ سلطان قطب الدین شجاع، بہادر اور فاتح ہونے کے ساتھ ہی اتنا رحم دل فیاض اور سخی تھا کہ ہندوستان کے لوگ اسے لکھ داتا کہہ کر پکارتے تھے۔ آج اس کی تربت ایسی جگہ ہے جسے کوئی جانتا بھی نہیں۔ لاہور میں انار کلی بازار سے جو راستہ میو ہسپتال کو جاتا ہے اس پر ایک ہندو کے مکان کی دیوار میں اس کی تربت ہے جہاں ایک پتھر پر کندہ ہے "یہ ہے آخری آرامگاہ سلطان قطب الدین ایبک کی جو چوگان کھیلتا ہوا گھوڑے سے گرا اور مر گیا۔" تاریخ وفات سنہ ۱۲۱۰ء +

۲؎ میرے دَور کے مسلمانوں کی بے غیرتی کا عالم دیکھیے۔ آج پاکستان بن چکا ہے۔ لیکن آج پاکستان بن جانے پر بھی اس مرحوم یعنی اسلامی سلطنت کے اولین بانی کو آسمان نصیب نہیں۔ حفیظ دسمبر ۱۹۴۹ء

اُدھر لاہور کی دُنیا کا ایماں سوز نظّارا — جہاں تہذیبِ نَو پھرتی ہے بازاروں میں آوارہ
اِدھر اک تُربتِ خاموش کا اندوہگیں منظر — الم انگیز، حسرت خیز عبرت آفریں منظر
نہیں ہے چار گز ٹکڑا زمیں کا جس کی قسمت میں — یہ تربت آسماں رفعت ہے میری چشمِ عبرت میں
مَیں اکثر شہر کے پُر شور ہنگاموں سے اکتا کر — سکوں کی جستجو میں بیٹھ جاتا ہُوں یہاں آکر
مرے نزدیک اس تُربت سے اب بھی شان پیدا ہے — مزارِ مردِ غازی سے عجب ایمان پیدا ہے
یہی ایمان اَوجِ زندگی کا قطب تارا ہے — یہی طُوفانِ ظلمت میں مسلماں کا سہارا ہے
یہاں آتے ہی مجھ پر غلبۂ احساس ہوتا ہے — کسے معلوم دل اس وقت کس کے پاس ہوتا ہے
یہاں میں حال کو ماضی کے دریا میں ڈبوتا ہُوں — تصور کے طفیل اک اور ہی دنیا میں ہوتا ہُوں
تخیل مجھ کو لے جاتا ہے اک پُر ہول میداں میں — جہاں باہم بپا ہوتی ہے جنگ ابنائے انساں میں
نظر آتا ہے لہراتا ہُوا اسلام کا جھنڈا — بہر سُو نُور پھیلاتا ہُوا اسلام کا جھنڈا
مقابل میں گھٹائیں دیکھتا ہُوں فوجِ باطل کی — نظر آتی ہے فرعونی خدائی اَوجِ باطل کی
حق و باطل کی آویزش کا منظر دیکھتا ہُوں میں — نظر آتی ہیں تلواریں مجھے، سر دیکھتا ہُوں میں
صدائیں نعرہ ہائے جنگ کی آتی ہیں کانوں میں — بلند آہنگ تکبیریں سما جاتی ہیں کانوں میں
نظر آتے ہیں مجھ کو سُرخرو چہرے شہیدوں کے — لہو کی ندیاں کھلتے ہُوئے گلشن امیدوں کے

عَلَم کے سائے میں سُلطانِ غازی کا بڑھے جانا
سرِ دشمن پہ افواجِ حجازی کا چڑھے جانا

وہ حملہ آوروں کی خُون کے دریا میں غرقابی
وہ باطل کی شکستِ فاش وہ حق کی ظفر یابی

وہ امن و صلح سے معمور ہو جانا فضاؤں کا
زمانے بھر کے سر سے دُور ہو جانا بلاؤں کا

یہ سب کچھ دیکھتا ہُوں میں تصوّر کی نگاہوں سے
ملاقاتیں ہُوا کرتی ہیں غازی بادشاہوں سے

مجھے محسُوس ہوتا ہے مجاہد مرد میں بھی ہُوں
پرانے لشکرِ اسلام کا اِک فرد میں بھی ہُوں

شہادت کے رجز پڑھتا ہُوں میدانِ شہادت میں
رجز پڑھتا ہُوا بڑھتا ہُوں میدانِ شہادت میں

عظیم الشان ہوتا ہے یہ منظر پاکبازی کا
شہیدوں کی خموشی، غلغلہ مردانِ غازی کا

مرا جی چاہتا ہے، اب نہ اپنے آپ میں آؤں
اسی آزاد دنیا کی فضا میں جذب ہو جاؤں

سکوں کی راہ میں حائل ہے جب تک گردشِ گردوں
قلم سے کام لینے کا ارادہ ملتوی کر دُوں

ضمیر کی آواز

تصور ہی میں اک دن میرے پہلو سے ندا آئی
کہ او بھولے ہوئے عہدِ گذشتہ کے تماشائی

ترا طرزِ تصور اک طرح کی بت پرستی ہے
یہ مجبوری نہیں، کم ہمتی کوتاہ دستی ہے

نظر آجائے جس کو منزلِ مقصود کا رستہ
رہے پھر بھی وہ زنجیرِ تامل ہی میں پابستہ!

یہی تو صبحِ محتاجی یہی شامِ غریبی ہے
کسی کے آسرے پر بیٹھ رہنا بدنصیبی ہے

یہ دنیاوی وسائل کی طلب بھی کوئی حیلہ ہے؟
خدا پر رکھ نظر غافل خدا تیرا وسیلہ ہے!

یہ غفلت کیوں ہے اے خاموشیٔ عزلت کے سودائی
ملا ہے درگہِ حق سے تجھے سامانِ گویائی

قلم سے زندہ کر سکتا ہے تو ان کارناموں کو
سنا سکتا ہے پھر پیغامِ آزادی غلاموں کو

نہ شاہوں سے توقع رکھ نہ دنیاوی امیروں سے
عظیم الشان ہے یہ کام نکلے گا فقیروں سے

عوام الناس میں ہنگامۂ احساس پیدا کر
دلوں کو از سرِ نو حسنِ حریت پہ شیدا کر

اُٹھے نامِ خدا جب بت شکن بن کر قدم تیرا
ہزاروں غزنوی پیدا کرے زورِ قلم تیرا

مسلمانوں کے دل میں شعلۂ غیرت کو بھڑکا دے
نہیبِ رعد بن کر کفر کی غیرت کو دھڑکا دے

بتادے فرشیوں کو عرش کا پیغام زندہ ہے
وہی ایمان قائم ہے وہی اسلام زندہ ہے

وہی اسلام جو راہِ نجاتِ ابنِ آدم ہے
وہی اسلام جو رمزِ حیاتِ اہلِ عالم ہے

وہی اسلام یعنی عدل کا قانون پائندہ
وہی اسلام یعنی علم کا مضمون تابندہ

وہی اسلام جو بھٹکے ہوؤں کو راہ پر لایا
کیا جس نے گنہ گاروں کے سر پر عفو کا سایا

وہی اسلام بخشی جس نے مجبوروں کو مختاری
اخوت سے بدل دی جس نے خوئے مردم آزاری

وہی اسلام جس نے زیردستوں کی حمایت کی
وہی اسلام جس نے کاٹ دی جڑ ظلم و بدعت کی

وہی اسلام جس نے بادشاہی دی غلاموں کو
وہ اب بھی زندہ کر سکتا ہے اپنے کارناموں کو

تیری دشواریوں کو بھی وہی آسان کر دے گا
امید و کامرانی سے تیرے دامن کو بھر دے گا

اگر اسلام کے فرزند پھر آمادہ ہو جائیں
مٹا دیں تفرقے توحید کے دلدادہ ہو جائیں

تو سب کچھ آج بھی ان کا ہے زیرِ چرخِ مینائی
درِ حق کی غلامی میں ہے دُنیا بھر کی آقائی

اُٹھا خامہ اُٹھا ہمت کو مصروفِ عمل کر دے
پہاڑوں کی طرح اپنے ارادوں کو اٹل کر دے

خُدا و مصطفٰے کا نام لے اور کام کرتا جا
مبارک ہے یہ خدمت، خدمتِ اسلام کرتا جا

یہی در ہے جہاں شاہانِ دنیا سر جھکاتے ہیں
سوالی بن کے آتے ہیں، مرادیں لے کے جاتے ہیں

اِسی گلشن میں تیرا غنچۂ اُمّید کھلنا ہے
اِسی درگاہ سے مل جائے گا جو تجھ کو ملنا ہے

دو عالم میں رسولِ پاک تیری لاج رکھیں گے
جہانِ بے نیازی کا ترے سر تاج رکھیں گے

مُبارک ہو۔ ترے آغاز کا انجام ہو جانا
مُبارک ہو۔ تجھے فردوسئ اسلام ہو جانا

مناجات

الٰہی انتہائے عجز کا اقرار کرتا ہُوں
خطا و سہو کا پُتلا ہُوں استغفار کرتا ہُوں

ہوائے شوق کی ہر موج طُوفانی رہی اب تک
مری کشتی غریقِ بحرِ نادانی رہی اب تک

اگرچہ رُوح میں اِک شورِ محشر خیز لایا تھا
اگرچہ شیشۂ دل درد سے لبریز لایا تھا

رہی لیکن سکوں میں زندگی کی جستجو مجھ کو
دماغِ خام نے رکھا شہیدِ رنگ و بُو مجھ کو

مری تسکین و راحت تھی جہانِ نغمہ و گُل میں
سمجھتا تھا کہ ہے فردوس گوشِ آوازِ بلبل میں

اگرچہ رُوح میں موجود تھی لہروں کی طُغیانی
رہا شرمندۂ ساحل مرا ذوقِ تن آسانی

مَیں سمجھا تھا سکونِ خواب کو سامانِ بیداری
مِری ناتجربہ کاری! مِری ناتجربہ کاری!

یہ تیرا فضل ہی بیشک ہے اب تک زندہ ہُوں یارب
گذشتہ زندگانی پر بہت شرمندہ ہوں یارب

ترے لطف و کرم نے آج میری رہنمائی کی
مری پستی نے اُٹھ کر بامِ ہستی تک رسائی کی

کہاں ہے قسمتِ خوابیدہ میں یہ کیفِ بیداری
نشاطِ زندگی کا چشمہ نکلی شعلہ رفتاری

پہاڑوں میں جہاں بہتی ہے آبِ تُند کی دھارا
مری آنکھوں نے دیکھا آج وہ پُرجوش نظّارا

نظر آئیں مجھے اُٹھتی ہُوئی بڑھتی ہُوئی موجیں
وفورِ جوش میں موجوں کے سر چڑھتی ہُوئی موجیں

مجھے توفیق دے ان گرم رَو موجوں سے مل جاؤں
مرا مقصد یہ ہے اسلام کی فوجوں سے مل جاؤں

روانی سے مبدّل ہو چکی اُفتادگی میری
اُسی میدان کی جانب ہے اب آمادگی میری

وہی میدان جس میں گونجتی ہیں زندہ تکبیریں
جہاں مرقوم شمشیروں پہ ہیں پائندہ تقدیریں

وہی میدان یعنی آخری منزل عبادت کی
جہاں بکھری پڑی ہے خاک پر دولت شہادت کی

قلم ہی تک نہ رکھ محدود یا رب ولولہ میرا
بڑھا دے حوصلہ میرا، بڑھا دے حوصلہ میرا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنّی جَاعِلٌ فِی الاَرضِ خَلِیفَة

شاہنامۂ اسلام

بابِ اوّل

خلافتِ انسانی، اور کائنات کے اندیشے

خُدا نے حضرتِ آدم کو دُنیا کی خلافت دی
جہاں میں اپنا نائب کر کے بھیجا یہ سعادت دی

یہی مخلوق تھی فردوس سے جس کو نکالا تھا
اِسی نے دانۂ گندم پہ سب کچھ بیچ ڈالا تھا

بظاہر اِس تقرر سے نئے فتنوں کے ساماں تھے
زمین و آسماں جنّ و ملائک سخت حیراں تھے

لگے سرگوشیاں کرنے کہ انساں ہے بہت سادہ
اُدھر شیطان کا لشکر شرارت پر ہے آمادہ

یہ بیچارہ دوبارہ دامِ شیطاں میں نہ آجائے
کہ دانہ کھا چکا ہے اب کہیں دھوکا نہ کھا جائے

صدائے رُوح الامینؑ

دلِ مخلوق میں یُوں راہ اندیشے نے جب پائی
تسلّی کے لئے فورًا ندا جبریل کی آئی

کہ "اے طاعت گذارو ذاتِ باری کے پرستارو
بنامِ حضرتِ حق امن و راحت کے طلبگارو

نگاہِ غور سے دیکھو ذرا آدمؑ کی پیشانی
نظر آتی نہیں کیا ایک خاص الخاص تابانی؟

یہی جلوہ ہے تخلیقِ جہاں کی علّتِ غائی
اِسی کی روشنی[1] ہے دیدۂ ہستی کی بینائی

یہی جلوہ ہے پہلے جس کو سجدہ کر چکے ہو تُم
اِسی نعمت سے دامانِ بصیرت بھر چکے ہو تُم

ہوَا ابلیس اسی کے سامنے جُھکنے سے انکاری
یہی تھا امتیازِ آدم کا جس سے جل گیا ناری

اسی سے دشمنی رکھنے کی کھائی ہے قسم اس نے
عبُودیت کی چادر سے نکالا ہے قدم اس نے

اسی کی ضد پہ اُس باغی کو ہیں ارمان شاہی کے
گیا ہے لے کے دُنیا میں وہ منصُوبے تباہی کے

مشیّت ہے کہ اب طاقت کا وہ بھی امتحاں کر لے
مشیّت[2] کے مقابل خُبثِ باطن کو عیاں کر لے

---

[1] اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ (حدیث)

[2] وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ○ (پ البقرہ ۔ ع ۴ ۳۴)

اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے سامنے تعظیم کے لئے جھک جاؤ، ابلیس کے سوا سب جھک گئے۔ اُس نے حکم نہ مانا، غرور میں آگیا۔ کافروں میں سے ہو گیا +

یہ ظاہر ہے کہ شیطاں اب بڑی طاقت دکھائے گا
زمانے میں قیامت ڈھائے گا فتنے اُٹھائے گا

یہ سچ ہے مُدّتوں اولادِ آدم راہ بھولے گی
وہاں ابلیس کی کھیتی پھلے گی اور پھولے گی

وہ دن بھی آئے گا جب آخری اِک سامنا ہو گا
حق و باطل میں گویا فیصلہ کُن معرکہ ہو گا

مشیّت ہے کہ آدم ہی کرے گا اس کو پست آخر
یہی اقبالِ پیشانی اُسے دے گا شکست آخر

یہی وہ نُور ہے جس سے زمانہ جگمگائے گا
یہی آدمؑ کا رتبہ عرشِ اعظم تک اٹھائے گا

ملے ابلیس سے کتنی ہی قوّت اہلِ ظُلمت کو
بُجھا سکتا نہیں کوئی مگر شمعِ ہدایت کو

یہ جلوہ دم بہ دم دُنیا کو راہِ حق دکھائے گا
یہی رہبر ہر اک گمراہ کو منزل پہ لائے گا

مُسلسل منتقل ہوتا رہے گا نیک بندوں میں
خُدا کے مرسلوں پیغمبروں میں حق پسندوں میں

نشان اسلام کا اللہ نے عالم میں رکھا ہے
کہ نُورِ احمدی پیشانیٔ آدم میں رکھا ہے

اسی کی بندگی ہے خاکیوں کے ناز کا باعث
اسی کا عکس ہے مٹّی میں ہر اعجاز کا باعث

مقدّر ہے اسی کو آخری پیغامِ دیں ہونا
مقدّر ہے اسی کو رحمۃٌ للعٰلمین ہونا!"

عجب نغمہ تھا یہ جس سے زمین و آسماں گُونجے
صدا اللہ اکبر کی اٹھی کون و مکاں گُونجے

مشیّت نے رُخِ امید سے پردہ جو سرکایا
سمجھ میں نُوریوں کے آیۂ لاتقنطُوا آیا

زمانہ ہو گیا شاداں ندا جبریل کی سُن کر
زمین و آسماں جِنّ و ملائک نے جُھکائے سر

ترانے حمدِ باری کے ہُوئے جاری زبانوں پر
دُرُود و نعت نغمہ بن کے گونجے آسمانوں پر

فرشتے شانِ احمدؐ دیکھنے کو صبر کھو بیٹھے
زمیں پر جُھک پڑے تارے ہمہ تن چشم ہو بیٹھے

افزائشِ نسلِ آدمؑ اور ابلیس کا مکر و فریب

کیا تہذیب کا آغاز آدمؑ اور حوّا نے
رکھی بنیادِ سوز و ساز آدمؑ اور حوّا نے

زمینیں جوت کر دُنیا میں جنّت کی بِنا ڈالی
بڑی خُوبی سے انسانی خلافت کی بِنا ڈالی

ہُوا شیطان بھی مشغُول مکّاری کے دھندوں میں
مگر اللہ کے بندے نہ آئے اس کے پھندوں میں

زمیں پر پھُولنے پھلنے لگی اولاد آدمؑ کی
لگے شوکت بڑھانے خُوب آدم زاد آدمؑ کی

یہ نقشہ دیکھ کر ابلیس اپنے دل میں گھبرایا
حَسَد بن کر دلِ فرزندِ آدمؑ میں اُتر آیا

لڑائی ٹھن گئی نیکی بدی کی خانۂ دل میں
یہ پہلی جنگ تھی رُوئے زمیں پر حق و باطل میں

ہُوا شیطاں کا تابع اوّل اوّل نفسِ امّارہ
کہ عورت کے لئے قابیل نے ہابیل کو مارا

یہ پہلا واقعہ تھا قتل کا دُنیائے ہستی میں
جنم پایا گنہ نے اس طرح انساں کی بستی میں

زمیں پر رفتہ رفتہ بڑھ چلی جب نسل انساں کی
حَسَد کا چل گیا جادُو بن آئی خُوب شیطاں کی

خود انسانوں کے لشکر آگئے ابلیس کے ڈھب پر
ہَوا و حرص کا افسوں مسلّط ہو گیا سب پر

بدی نے چار سُو کچھ اس طرح پھیلائی گمراہی
کہ آئی قبضۂ ابلیس میں انسان کی شاہی

وبائے شرک پھیلی چار سُو دُنیائے انساں میں
نہ کوئی فرق رکھا اہرمن میں اور یزداں میں

اُٹھایا اس طرح شیطاں نے فتنہ خود ستائی کا
معاذ اللہ، بندوں نے کیا دعویٰ خدائی کا

حسد کے لشکروں نے رَوند ڈالا باغِ عالم کو
بزعمِ خود مسخّر کر لیا اولادِ آدمؑ کو

زمیں کا بادشہ گویا یہی مردود بن بیٹھا
کہیں شدّاد بن بیٹھا، کہیں نمرود بن بیٹھا

نتیجہ کیا ملا دُنیا کو انسانی خلافت سے
زمیں کا گوشہ گوشہ ہو گیا آلودہ ذلّت سے

فرشتے دم بخود تھے آسمانوں کو بھی سکتہ تھا
ترس آتا تھا لیکن کوئی بھی کچھ کر نہ سکتا تھا

ستارے منتظر تھے خواب کی تعبیرِ روشن کے
کہ دیکھیں دن پھریں کس روز اس بربادِ گلشن کے

نورِ احمدی

وہ نورِ احمدی جس سے شرف تھا رُوئے آدم کا
ہدایت کے نئے ناریکیوں میں پے بہ پے چمکا

جنابِ شیث کا رُوئے مبارک اس سے روشن تھا
یہی ادریس کی لوحِ جبیں پر جلوہ افگن تھا

اسی کے دم سے مرسل کا شرف تھا نوعِ انساں میں
یہی قبلہ نما تھا نوحؑ کے بیڑے کا طوفاں میں

اسی نے غرق ہونے سے بچائی کشتیٔ ہستی[1]
ہوئی آباد اسی کے دم سے پھر اجڑی ہوئی بستی

اشارہ تھا اسی جانب صحیفوں کی بشارت کا
اسی سے سلسلہ جاری رہا رُشد و ہدایت کا

بڑے طوفان کے بعد آدمی ڈرتا رہا برسوں
ترقی کے لیے ذکرِ خدا کرتا رہا برسوں!

عروجِ زندگی حاصل کیا جب نسلِ انساں نے
وہی پھندے ہَوا و حرص کے پھیلائے شیطاں نے

شراب اس مرتبہ ایسی پلائی بے وفائی کی
کہ مٹّی اور پتھر کے بُتوں نے بھی خدائی کی

جہاں پر قہر ڈھایا بادشاہوں نے خدا بن کر
وبالِ بُت پرستی چار سُو پھیلا وبا بن کر

ابراہیم خلیل اللہ

کیا نمرود نے بابل میں جب دعویٰ خدائی کا
جہاں میں عام شیوہ ہو گیا جب خود ستائی کا

اندھیرا ہی اندھیرا کفر نے ہر سمت پھیلایا
تو ابراہیمؑ کو اللہ نے مبعوث فرمایا

مٹا ڈالے بُتوں کو توڑ کر اُس نامِ مرسل نے
دیا بندوں کو پھر اللہ کا پیغام مرسل نے

کیا شیطان کو رُسوا عدوئے جان و دیں کہہ کر
کیا سینوں کو روشن لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ کہہ کر

مگر نمرود کو بھائیں نہ یہ باتیں بھلائی کی
کہ مسند چھوڑنی پڑتی تھی کافر کو خدائی کی

---

[1] فَاَنْجَیْنٰهُ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ فِی الْفُلْكِ {پ الاعراف ع ۸} پھر ہم نے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو کشتی میں بچالیا۔

ہُوا یہ بندۂ شیطاں خلیل اللہؑ کا دشمن
چراغِ حق بُجھانے کو کیا آتشکدہ روشن

خلیل اللہؑ کو اس نے بھڑکتی نار میں ڈالا
مگر اللہ نے نمرود کا مُنہ کر دیا کالا

بُروئے کار آیا آج پھر وہ نُورِ پیشانی
ہُوئی آگ ایک پل میں کوثر و تسنیم کا پانی

حضرت ابراہیمؑ کی ہجرت

ہُوئی یہ آتشِ نمرود تختہ باغِ جنّت کا
ہُوا الہام ابراہیمؑ کو بابل سے ہجرت کا

کہ یہ بھی خدمتِ تبلیغ کا اِک پاک حیلہ ہے
سفر کہتے ہیں جس کو کامرانی کا وسیلہ ہے

مشیّت تھی کہ ابراہیمؑ سے کُچھ کام لینا تھے
اِنہی ہاتھوں سے بھر کر معرفت کے جام دینا تھے

وطن کو چھوڑ کر نکلا خدائے پاک کا پیارا
برادر زادہ تھا ہمراہ یا تھیں حضرتِ سارہؑ[1]

اندھیری شب کے دامن سے مہِ تاباں نکل آیا
بحکمِ حق تعالیٰ جانبِ کنعاں نکل آیا

یہاں وعدہ کیا حق نے کہ ہاں اے بندۂ ذیشاں
تری اولاد کی قسمت میں ہے یہ خطّۂ کنعاں

مُقدّر ہو گئی اولاد میں دارَین کی شاہی
تو پیغمبر دیارِ مصر کی جانب ہُوا راہی

یہ ایسا دور تھا انسان سب کافر ہی کافر تھے
زمیں آباد تھی اللہ کے بندے مسافر تھے

---

[1] حضرت سارہ یا سائرہ یا سترہ حضرت ابراہیمؑ کی زوجہ تھیں۔ اور حضرت لُوطؑ حضرت ابراہیمؑ کے برادر زادے تھے۔

حضرتِ ابراہیمؑ کا عقدِ ثانی

فرعونِ مصر کی بیٹی حضرت ہاجرہؓ

دیارِ مصر پر اس عہد میں رقیونؔ[۱] حاکم تھا — تکلّف بر طرف شیطان کا قانون حاکم تھا
یہاں رقیون نے حضرت کی زوجہ چھیننا چاہی[۲] — مگر دے دی اُسے اللہ نے فی الفور آگاہی
کہ یہ سارہؑ ہے ابراہیمؑ حق آگاہ کی بیوی — خدا کے پاک پیغمبر خلیل اللہؑ کی بیوی
اگر نیّت میں فرق آیا ترے حق میں بُرا ہوگا — نشاں دُنیا میں تیرا اور نہ تیری نسل کا ہوگا
ہوا فرعون خائف ایک پیغمبر کے آنے سے — خدائی کر رہا تھا مصر میں وہ اِک زمانے سے
تھی اس کے گھر میں اک دُختر وہ کر دی ساتھ سارہ کے — پیمبرؑ کے لئے یُوں نذر بھیجی ہاتھ سارہؑ کے
پلٹ آیا پیمبر پھر یہاں سے جانبِ کنعاں — یہ لڑکی ہاجرہؓ بھی ساتھ تھی وابستۂ داماں
یہ لڑکی ہر طرح مانند سارہؓ پاک طینت تھی — تقدّس اس کا زیور تھا شرافت اس کی زینت تھی

۱؎ رقیونؔ اصل میں بابل ہی کا باشندہ تھا جس نے مصر میں حکومت قائم کر لی تھی۔ اور فرعون لقب اختیار کیا تھا۔

۲؎ ان روایات کا اصل مفہوم یہ ہے کہ فرعونِ مصر نے زبردستی حضرت سارہؓ کو حضرت ابراہیمؑ سے چھیننا چاہا لیکن حضرت سارہؓ کی پاکباز غیور شخصیت نے اسے بتایا کہ ابراہیمؑ اور اس کی زوجہ عام انسانوں سے بہت بلند ہیں۔ وہ مرعوب ہو گیا حضرت سارہؓ کی پاکبازی سے اتنا متاثر ہوا کہ اپنی بیٹی آجریا ہاجرہؓ جس کو وہ سارہؓ ہی کی طرح پاکباز دیکھنا چاہتا تھا سارہؓ کے ساتھ کر دی (مصنف)

اسے سارہؓ نے پیغمبر کی زوجیت میں دے ڈالا
کہ ہونے والا تھا دُنیا میں اس کا مرتبہ بالا

حضرت اسمٰعیلؑ کی ولادت

ماں بیٹے کی ہجرت

جنابِ ہاجرہؓ تھیں زوجۂ ثانی پیمبرؑ کی
مِلا فرزند اسمٰعیل انہیں خوبی مقدر کی

ہُوا سارہؓ کو رشک اس امر سے دل میں ملال آیا
نکل جائے یہاں سے ہاجرہؓ بس یہ خیال آیا

مشیّت کو اُدھر کچھ اور ہی منظورِ خاطر تھا
کہ نُورِ احمدی بچّے کی پیشانی سے ظاہر تھا

ہُوا ارشاد دونوں کو عرب کی سمت لے جاؤ
خُدا کے آسرے پر وادیٔ بطحا میں چھوڑ آؤ

خُدا کے حکم سے مُرسلؑ نے جب رختِ سفر باندھا
جنابِ ہاجرہؓ نے دوش پر لختِ جگر باندھا

پیمبرؑ اپنا بیٹا اور بیوی ہمعناں لے کر
چلا سُوئے عرب پیری میں بختِ نوجواں لے کر

خُدا کا قافلہ جو مُشتمل تھا تین جانوں پر
معزّز جس کو ہونا تھا زمینوں آسمانوں پر

۱؎ حضرت سارہؓ کے اولاد نہ تھی۔ آپ نے اپنی خوشی اور تمنا سے ہاجرہؓ کا عقد اپنے شوہر ابراہیم سے کیا۔ حضرت ہاجرہؓ کے بطن سے اسمٰعیلؑ پیدا ہوئے۔ اب حضرت سارہؓ پیغمبر کی بیوی ہونے کے باوجود عورت بھی تھیں۔ آپ کو رشک آیا اور یہ رشک اسمٰعیل اور ہاجرہؓ کے دیس نکالے کا سبب بنا لیکن دراصل دنیا کے لئے خیر و برکت کا باعث بنا (مصنّف)

چلا جاتا تھا اُس تپتے ہُوئے صحرا کے سینے پر
جہاں دیتا ہے انساں مَوت کو ترجیح جینے پر

وہ صحرا جس کا سینہ آتشیں کرنوں کی بستی ہے
وہ مٹّی جو سدا پانی کی صُورت کو ترستی ہے

وہ صحرا جس کی وسعت دیکھنے سے ہَول آتا ہے
وہ نقشہ جس کی صُورت سے فلک بھی کانپ جاتا ہے

جہاں اِک اِک قدم پر سَو طرح جانوں پر آفت تھی
یہ چھوٹی سی جماعت بس وہیں گرمِ مسافت تھی

پیمبر زوجہ و فرزند یُوں قطعِ سفر کرتے
خُدا کے حکم پر لبّیک کہتے اور دُکھ بھرتے

بالآخر چلتے چلتے آخری منزل پر آٹھہرے
پئے آرام زیرِ دامنِ کوہِ صفا ٹھہرے

یہ وادی جس میں وحشت بھی قدم دھرتی تھی ڈر ڈر کے
جہاں پھرتے تھے آوارہ تھپیڑے بادِ صرصر کے

یہ وادی جو بظاہر ساری دُنیا سے نرالی تھی
یہی اِک روز دینِ حق کا مرکز بننے والی تھی

یہ وادی جس میں سبزہ تھا نہ پانی تھا نہ سایا تھا[1]
اِسے آباد کر دینے کو ابراہیمؑ آیا تھا

یہیں ننّھے سے اسمٰعیل کو لا کر بسانا تھا
یہیں پُر نور سجدوں سے خُدا کا گھر بسانا تھا

حضرت ابراہیمؑ کی دُعا

سحَر کے وقت ابراہیمؑ نے اُٹھ کر دُعا مانگی
سُکونِ قلب مانگا خُوئے تسلیم و رضا مانگی

---

[1] اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ
(پ ۱۳ ابراہیم ع ۳۷)
میں نے اپنی ذرّیت کو بے آب وگیاہ وادی میں آباد کیا ہے

کہ اے مالک عمل کو تابعِ ارشاد کرتا ہوں
میں بیوی اور بچے کو یہاں آباد کرتا ہوں

اسی سنسان وادی میں انہیں روزی کا ساماں دے
اسی بے برگ و سامانی میں شانِ صد بہاراں دے

الٰہی نسلِ اسمٰعیل بڑھ کر قوم ہو جائے
یہ قوم اک روز پابندِ صلوٰۃ و صوم ہو جائے

اسی وادی میں تیرا ہادیٔ موعودؐ ہو پیدا
کرے جو فطرت انساں کو تیرے نام پر شیدا

بشارت تیری سچی ہے ترا وعدہ بھی سچا ہے
بس اب تو ہی محافظ ہے یہ بیوی ہے یہ بچا ہے

وادیٔ غیر ذی زرع میں ماں بیٹے کی تنہائی

پیمبرؑ نے دعا کے بعد اس وادی سے رُخ موڑا
جنابِ ہاجرہؓ کو اور بچے کو یہیں چھوڑا

جنابِ ہاجرہؓ بیٹھی تھیں اس صحرائے وحشت میں
سنبھالے طفلِ عالیشان کو آغوشِ اُلفت میں

یہاں صحرا ہی صحرا تھا، چٹانیں ہی چٹانیں تھیں
جنابِ ہاجرہؓ یا ایک بچہ دو ہی جانیں تھیں

نہ دانہ تھا نہ پانی تھا بھروسا تھا فقط رب پر
بڑھی جب دھوپ کی گرمی تو جان آنے لگی لب پر

زمیں کا ذرہ ذرہ مہر کی صورت چمکتا تھا
بہت بیتاب تھی ماں گود میں بچہ بلکتا تھا

عطش سے کرب و بے چینی جو دیکھی اپنے جائے میں
لٹایا خاک پر بچے کو اک پتھر کے سائے میں

صفا و مروہ پر ہر سو تلاشِ آب میں دوڑیں
بلند و پست پر فکرِ شئے نایاب میں دوڑیں

کبھی اِس سمت جاتی تھیں کبھی اُس سمت جاتی تھیں
خیال آتا تھا بچّے کا تو فوراً لوٹ آتی تھیں

تڑپتے دیکھ کر بچّے کو بڑھ جاتی تھی بے تابی
ٹپک پڑتی تھی اشکِ یاس سے پانی کی نایابی

بہت ڈھونڈا نہ کچھ آثار پانی کے نظر آئے
جدھر اُٹھی نظر جھلسے ہُوئے ٹیلے نظر آئے

یُوں ہی بس سات بار آئیں گئیں پانی نہیں پایا
چٹانیں سُرخ پائیں دشت شعلہ آفریں پایا

قیامت کی گھڑی تھی پڑ گئے تھے پاؤں میں چھالے
چلی جاتی تھیں آنکھیں آب میں بچّے میں دل ڈالے

سُنی آواز ننّھے کے بلکنے اور رونے کی
تڑپ اٹھیں کہ ساعت آگئی ہی جان کھونے کی

پلٹ آئیں تو دیکھا دُور سے، ننّھا تڑپتا ہے
کہ جس پتّھر کے سائے میں لٹایا تھا وہ تپتا ہے

رگڑتے ایڑیاں دیکھا زمیں پر اپنے بچّے کو
پکارا ہاجرہؓ نے کانپ کر اللہ سچّے کو

قریب آئیں تو پر کھولے ہُوئے جبریل کو پایا
انگوٹھا چُوستے سائے میں اسمٰعیل کو پایا

ٹھٹک کر رہ گئیں، اِک اور نظارہ نظر آیا
قریبِ پائے اسمٰعیل فوّارہ نظر آیا

زمیں پر ایڑیاں بچّے نے رگڑی تھیں بہ ناچاری
ہُوا تھا چشمہ آبِ سرد و شیریں کا وہاں جاری

یہ پہلا معجزہ تھا پائے اسمٰعیلؑ کم سِن سے
کہ چشمہ جس کا زمزم نام ہے جاری ہے اُس دن سے

لے مسلمان حاجی اب بھی مناسکِ حج ادا کرتے وقت صفا و مروہ پر دوڑتے ہیں۔ یہ حضرت ہاجرہؓ کی اس سعی کی یادگار ہے جو آپ نے پانی کی تلاش میں فرمائی تھی۔

بیاباں میں خُدا کی رحمتیں جب اس طرح پائیں　　جُھکیں پیشِ خُدا اور شُکر کا سجدہ بجا لائیں
بُجھائی سیّدہ نے پیاس بچّے کو ملی راحت　　کھجوریں خُلد کی رکھ کر فرشتہ ہو گیا رخصت

قبیلۂ بنی جرہم کو پانی کی تلاش

جنابِ ہاجرہؑ نے مینڈھ باندھی گرد پانی کے　　یہیں رہنے لگے سائے میں سقفِ آسمانی کے[1]
بہت سے طائرانِ خوشنوا اُڑتے ہوئے آئے　　یہاں پانی پیا، ٹھہرے، ترانے حمد کے گائے
کئی دن بعد دیکھا قافلہ آتا ہے صحرا سے　　نگاہوں سے ٹپکتا ہے کہ ہیں یہ لوگ بھی پیاسے
عرب کا اِک قبیلہ نام تھا جس کا بنی جرہم[2]　　اسی کے لوگ تھے یہ پیاس کے مارے ہُوئے بیدم
خُدا کے فضل سے دن اِن بچاروں کے بھلے آئے　　نوائے طائراں سُن کر اسی جانب چلے آئے
یہاں آتے ہی دیکھا ایک چشمہ آبِ جاری کا　　ہَوا میں جس کے دم سے لُطف تھا بادِ بہاری کا
کنارِ آب اِک عورت کی صُورت بھی نظر آئی　　اور اس کی گود میں بچّے کی دولت بھی نظر آئی

---

[1] عجیب بات ہے اور اسے معجزہ نہیں تو اور کیا کہیں کہ زمزم کا پانی بھوک اور پیاس دونوں کے لئے اکتفا کرتا ہے۔ میں نے بے شمار حاجیوں سے سنا کہ انہوں نے کئی کئی دن محض زمزم کے پانی پر گذر کی اور انہیں اشتہا نہیں ہوئی۔ میں نے خود پانچ دن رات تجربہ کیا اور قسمیہ کہتا ہوں کہ سوائے آبِ زمزم میں نے کچھ کھایا پیا نہیں۔ مجھے بھوک قطعاً محسوس نہیں ہوئی (حفیظ)

[2] یہ قبیلہ عرب کے قدیم ترین قبائل میں سے تھا (تفصیل کے لئے دیکھو سیرت النبی)

نظر آتا تھا اطمینان اِن مسرور چہروں پر
شعاعِ مہر تھی قربان دو پُر نور چہروں پر

ندا آئی کہ اے جرہم کے بچّو، بادیہ گردو
ادب کی جا ہے اے بُوڑھو، جوانو، عورتو، مردو

یہ وہ عورت ہے قرباں عورتیں جس کی شرافت پر
یہ ایسی ماں ہے مائیں رشک کھائیں جس کی قسمت پر

یہ اُمّ المُسلمیں ہے اور شہزادی ہے صحرا کی
اسی کے نازنیں قدموں سے آبادی ہے صحرا کی

یہ عورت اور اس کی گود میں بچّہ جو لیٹا ہے
یہ پیغمبر کی بیوی ہے، وہ پیغمبر کا بیٹا ہے

بنی جرہم ادب سے سر جھکائے سامنے آئے
جو کچھ تھا پاس ان کے، نذر دینے کے لئے لائے

کنارِ آبِ زمزم آج خیمے ہو گئے برپا
بڑا خیمہ تھا سب سے ہاجرہ اور اُس کے بیٹے کا

غرض یہ ہے بنی جرہم نے اب ڈیرا یہیں ڈالا
کیا خوش ہاجرہؓ کو، یعنی اسمٰعیلؑ کو پالا

کنعان میں حضرت اسحٰقؑ کی ولادت

حضرت ابراہیمؑ کا پھر عرب میں آنا

خلیل اللہ پھر کنعان میں آ کر رہے برسوں
الم فرزند و زوجہ کی جُدائی کے سہے برسوں

دُعا کی ایک بیٹا دے الٰہی بطنِ سارا سے
جو ہو فرزندِ اوّل کی طرح ممتاز دُنیا سے

بڑھے اُس کی بھی ذرّیت، شرف یہ بھی الٰہی دے
ہدایت کے لئے پیغمبری دے اور شاہی دے

خُدا نے دے دیا اسحٰقؑ سا فرزند سارا کو
مرادِ دِل بر آئی مِل گیا دِلبند سارا کو

کئی برسوں کے بعد اک دن ندا آئی پیمبر کو
کہ جا اور دیکھ دشتِ خشک میں فرزندِ اکبر کو

بامرِ اللہ پھر رہوارِ ہمّت پر کیا کوڑا
خلیل اللہ نے پیری میں ارضِ شام کو چھوڑا

یہاں آ کر خُدا کی شان کا نقشہ نظر آیا
جہاں مٹّی کے تودے تھے وہاں چشمہ نظر آیا

بہت بشّاش دیکھا ہاجرہؓ کا چہرہ انور
ہُوئے مسرور ابراہیم اسمٰعیل سے مِل کر

جواں فرزند کے چہرے پہ نُورِ حق نما پایا
بنی جرہم کے لوگوں کو وفا سے آشنا پایا

بہ فرطِ شُکرِ نعمت سر بسجدہ ہو گئے حضرت
تھکے ہارے ہُوئے تھے نیند آئی سو گئے حضرت

حضرت اسمٰعیل کی قربانی

بشارت خواب میں پائی کہ اُٹھ ہمّت کا ساماں کر
پئے خوشنودیٔ مولیٰ اسی بیٹے کو قرباں کر

خلیل اللہ اٹھے خواب سے، دل کو یقیں آیا
کہ آخر امتحاں بندے کا مالک نے ہے فرمایا

اُٹھا مرسل اِسی عالم میں رسّی اور تبر لے کر
پئے تعمیل چل نکلا خُدا کا پاک پیغمبر

پہاڑی پر سے دی آواز اسمٰعیل ادھر آؤ
اِدھر آؤ خُدائے پاک کا ارشاد سُن جاؤ

پدر کی یہ صدا سُن کر پسر دوڑا ہوا آیا
رُکا ہرگز نہ اسمٰعیل گو شیطاں نے بہکایا

پدر بولا کہ بیٹا آج میں نے خواب دیکھا ہے
کتابِ زندگی کا اِک نرالا باب دیکھا ہے

یہ دیکھا ہے کہ میں خود آپ تجھ کو ذبح کرتا ہوں
خدا کے نام سے تیرے لہو میں ہاتھ بھرتا ہوں

سعادتمند بیٹا جھک گیا فرمانِ باری پر
زمین و آسماں حیراں تھے اِس طاعت گذاری پر

رضا جوئی کی یہ صورت نظر آئی نہ تھی اب تک
یہ جرأت پیشتر انساں نے دکھلائی نہ تھی اب تک

عجب بشاش تھے دونوں رضائے ربِّ عزّت پر
تامّل یا تذبذب کچھ نہ تھا دونوں کی صورت پر

کہا فرزند نے اے باپ اسمٰعیل صابر ہے
خدا کے حکم پر بندہ پئے تعمیل حاضر ہے

مگر آنکھوں پر اپنی آپ پٹّی باندھ لیجے گا
مرے ہاتھوں میں اور پیروں میں رسّی باندھ دیجے گا

مبادا آپ کو صورت پہ میری رحم آ جائے
مبادا میں تڑپ کر چھوٹ جاؤں ہاتھ تھرّائے

پسر کی بات سُن کر باپ نے تعریف فرمائی
یہ رسّی اور پٹّی باندھنی ان کو پسند آئی

ہوئے اب ہر طرح تیّار دونو باپ اور بیٹا
چھری تھامی پدر نے اور پسر قدموں میں آلیٹا

۱؎ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَىٰ (پ الصّٰفّٰت ع)

پھر جب دوڑ کا اس کے ساتھ ہولیا۔ تو (حضرت ابراہیم نے) کہا، بیٹے میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تجھ کو ذبح کر رہا ہوں۔ تیری کیا رائے ہے۔

يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ (پ الصّٰفّٰت ع)

ابّا۔ آپ کو جو حکم ہوا ہے، کر گزریے۔ خدا نے چاہا تو میں ثابت قدم رہوں گا۔

پچھاڑا اور گھٹنا سینۂ معصوم پر رکھا
چھری پتھر پہ رگڑی ہاتھ کو حلقوم پر رکھا

زمیں سہمی پڑی تھی، آسماں ساکن تھا بیچارہ
نہ اس سے پیشتر دیکھا تھا یہ حیرت کا نظارہ

پدر تھا مطمئن بیٹے کے چہرے پر بحالی تھی
چھری حلقومِ اسمٰعیل پر چلنے ہی والی تھی

مشیّت کا مگر دریائے رحمت جوش میں آیا
کہ اسمٰعیل کا اِک رونگٹا کٹنے نہیں پایا

ہوئے جبریل نازل اور تھاما ہاتھ حضرت کا
کہا بس، امتحاں مقصود تھا ایثار و جرأت کا

اطاعت اور قربانی ہوئی منظورِ یزدانی [۱]
جزا یہ ہے کہ جنت سے یہ برہ آگیا ہے بہرِ قربانی

ہمیشہ کے لئے اِس خوابِ صادق کا ثمر لیجے
اِسی برے بیٹے کے عوض قربان کر دیجے [۲]

ملی قربانیٔ انساں اسمٰعیل کے صدقے
حیاتِ نَو ملی ایماں کی تکمیل کے صدقے

خطاب اس دن سے اسمٰعیلؑ نے پایا ذبیح اللہ
خدا نے آپ ان کے حق میں فرمایا ذبیح اللہ

تعمیرِ خانہ کعبہ

کہا جبریل نے ہاں اے خدا کے محترم بندو
پھلو پھولو جہاں میں اے رضا کے آرزومندو

---

۱ یٰۤاِبۡرٰهِیۡمُ قَدۡ صَدَّقۡتَ الرُّءۡیَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ○ (پ۲۳ الصّٰفّٰت ع ۵) — اے ابراہیمؑ تو نے خواب کو سچا کر دکھایا۔ ہم اسی طرح نیکو کاروں کو جزا دیتے ہیں۔

۲ وَفَدَیۡنٰهُ بِذِبۡحٍ عَظِیۡمٍ (پ۲۳ الصّٰفّٰت ع ۷) — اسمٰعیل کی قربانی کے بدلے ہم نے بڑی قربانی قائم کی۔

یہ ارضِ پاک جس کے گرد پہرے ہیں چٹانوں کے
ازل سے جس کے آگے سر جھکے ہیں آسمانوں کے

یہ مٹی جس میں دن بھر آتشیں کرنیں نہاتی ہیں
ہوائیں جس کے ذرہ ذرہ کو سر پر اُٹھاتی ہیں

یہی منبع ہے نُورِ حق کی دریا بار موجوں کا
کہ مرکز ہے یہی اِک اُمّتِ وسطیٰ[1] کی فوجوں کا

یہی نافِ[2] زمیں ہے اور یہی مرکز ہے عالم کا
مقدّر ہے یہیں پر اجتماع اولادِ آدم کا

طلُوعِ مہرِ ظلمت پاش اِسی مٹی سے ہونا ہے
یہیں وہ ابر ہے دامانِ عصیاں جس کو دھونا ہے

عبادت کا نشاں قائم کرو اس ہُو کی بستی میں
تمہیں اوّل گنے جاؤ شمارِ حق پرستی میں

بشارت پا کے دونوں پاک بندے اک جگہ آئے
جہاں جبریل نے کعبہ کے نقشے ان کو سکھلائے

خلیل اللہ اس معبد کی دیواریں[3] اُٹھاتے تھے
ذبیح اللہ چُونا اور پتّھر دیتے جاتے تھے

۱؎ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (پ البقرہ ع ۱۷) — ہم نے تم کو بہترین اُمت بنایا ہے۔ تاکہ لوگوں کے سامنے خدا کی شہادت ادا کرو۔

۲؎ یاد رکھنا چاہئے کہ مکّہ کا نام لغت کی کتابوں میں نافِ زمین ہے۔ انساں کے جسم میں ناف بھی ٹھیک وسط میں نہیں ہوتی۔ بلکہ تقریبًا وسط میں ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ مکّہ بھی وسطِ حقیقی کے قریب تر واقعہ ہوا ہے۔ ½ ا درجے کا جو تفاوت ہے وہ اس لئے ہے کہ مکّہ نافِ زمین ثابت ہو۔ (رحمۃ للعلمین)

۳؎ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ (پ البقرہ ع ۱۵) — اور جب ابراہیم اور اسمٰعیل کعبے کی دیواریں اٹھا رہے تھے۔

کیا تیار اک مدت میں کعبہ ان بزرگوں نے
خدا آگاہ و خوش اخلاق خوش باطن بزرگوں نے

وفورِ شوق میں اک اک سے آگے بڑھتا جاتا تھا
مرادیں[1] مانگتا تھا اور دعائیں پڑھتا جاتا تھا

پتہ ان کو دیا جبریلؑ ہی نے سنگِ اسود کا
خلیل اللہؑ نے اس کو مقامِ رکن پر رکھا

مکمل ہو گئی تعمیر بیت اللہ کی اک دن
بزرگوں کو مقدس کام سے فرصت ملی اک دن

یہاں سے اٹھ کے پیغمبر فرازِ کوہ پر آیا
زبانِ وحی نے چاروں طرف اعلان فرمایا

کہ اے لوگو یہاں حج و عبادت کے لئے آؤ
خلوص اور صدق نیت نذر دینے کے لئے لاؤ

یہی مرکز ہے سارے دہر میں ایمان والوں کا
جھکے گا سر یہیں پر آکے اونچی شان والوں کا

یہاں اہلِ طواف اہلِ قیام اہلِ قعود آئیں
یہاں اہلِ رکوع آئیں یہاں اہلِ سجود آئیں

کوئی پیدل چلے کوئی سوارِ ناقۂ لاغر
کریں حج و عبادت پاک رکھیں یہ خدا کا گھر[2]

---

[1] ان میں سے ایک مراد یہ بھی تھی رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۝ پ۱ البقرۃ ع ۱۵ آیت ۱۲۹

اے ہمارے پروردگار! اس جماعت کے اندر ہی ایک ایسا پیغمبر بھی مقرر کرنا جو ان لوگوں کو تیری آیتیں سنایا کرے اور ان کو کتاب کی اور خوش فہمی کی تعلیم دیا کرے۔ اور ان کو پاک کردے۔

[2] وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ۝ وَأَذِّن فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ۝ پ۱۷ الحج ع ۴ آیت ۲۷

ہمارا گھر طواف کرنے والوں، قیام کرنے والوں رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک کر اور تمام لوگوں کو پکار دے کہ حج کو آئیں پیدل بھی دُبلی اونٹنیوں پر بھی۔ اور ہر دور دراز گوشے سے آئیں گے۔

یہ گھر اللہ کا ہے اور وہی تم کو بلاتا ہے
ہمارا کام ہے تبلیغ، دیکھیں کون آتا ہے!

اوّلین حجِّ اکبر

یہاں پر اوّلیں احرام باندھا باپ بیٹے نے
عبودیّت کا عہدِ تام باندھا باپ بیٹے نے

صدا لبّیک کی گونجی پہاڑوں پر چٹانوں پر
فرشتوں نے سُنے نغمے زمیں کے آسمانوں پر

ادا کی رسمِ قربانی کمالِ صدق نیّت سے
طوافِ خانۂ کعبہ کیا جوشِ اطاعت سے

فرشتوں نے منائی عید آ کر اس بیاباں میں
کہ پہلا حجِّ اکبر تھا یہی تاریخِ انساں میں

باب دُوم

حضرتِ ابراہیمؑ کی وفات

اِسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ کی اَولادیں

ادائے فرض کر کے باپ، بیٹے سے ہوا رخصت
بجا لاتا تھی مُلکِ شام میں تبلیغ کی خدمت

مگر فرزند سے ہر سال آ کر مل بھی جاتے تھے
ادائے حج کی خاطر اس طرف ہر سال آتے تھے

پھر اس محنت کے بعد آرام سے سونے کا دن آیا
خلیل اللہ کے واصل بحق ہونے کا دن آیا

لہ پیدائش باب ۲۵ درس ۹ میں ہے کہ ابراہیم کو ان کے بیٹے اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ نے دفن کیا (سرزمینِ شام میں مقامِ خلیل آپ کا مدفنِ مبارک ہے) (مراۃ الانساب)

بالآخر جا بسے حضرت دیارِ جاودانی میں
بقا ہے بس خُدا کی ذات کو اس دارِ فانی میں

رسالت آج فرزندانِ ابراہیمؑ نے پائی
خُدا نے یہ امانت اب انہیں تفویض فرمائی

ذبیح اللہ ہُوئے مرسل عرب کے رہنے والوں پر
ہُوئے مامور اہلِ شام پر اسحٰقؑ پیغمبر

خُدا کے فضل سے بستی ہوئی دلشاد دونوں کی
بڑھی ہر دو ممالک میں بہت اولاد دونوں کی

بنی اسرائیل

ہُوئے اسحٰقؑ کے فرزند اسرائیل پیغمبر
ملے فرزند اُنہیں بارہ بفضلِ حضرتِ داور

ان ہی میں حضرتِ یُوسُفؑ نے مرسل کا لقب پایا
خُدا نے ان کو اہلِ مصر پر مبعوث فرمایا

یہ ایسے تذکرے ہیں جو زبانوں پر فسانہ ہیں
برادر حضرتِ یوسف کے مشہورِ زمانہ ہیں[1]

---

[1] حضرت یوسفؑ کو ان کے بھائیوں نے غلام بنا کر فروخت کر ڈالا تھا۔ بکتے بکتے وہ فرعون مصر کی بیوی زلیخا کے ہاتھ لگے۔ وہاں بہت اتار چڑھاؤ اور تکالیف کے بعد آپ فرعونِ مصر کے نائب ہو گئے۔ یہ قصہ قرآنِ کریم میں بھی مذکور ہے حضرت یوسفؑ کے والد حضرت یعقوبؑ پیغمبر کو جب اپنے گمشدہ بیٹے کا پتہ ملا تو وہ اپنے خاندان کے افراد کو جن کی تعداد ستر تھی ساتھ لے کر مصر چلے گئے۔ حضرت یوسفؑ نے ان کی بڑی خاطر داری کی۔ حضرت یعقوبؑ کے انتقال کے بعد حضرت یوسفؑ کے بھائی بھتیجے مصر ہی میں رہے اور پھلنے پھولنے لگے۔ جب حضرت یوسفؑ کا انتقال ہو گیا تو رفتہ رفتہ بنی اسرائیل کو مصریوں نے ذلیل کر کے غلام بنانا شروع کر دیا۔ تورات کتاب پیدائش میں سب کچھ مذکور ہے۔ اور قرآن کریم میں یہ حالات بیان کئے گئے ہیں۔ (مصنف)

یہودی قوم کا آغاز انہی بارہ سے ہوتا ہے — یہودہ ان کا جدِ اسحٰق پیغمبر کا پوتا ہے

مگر شیطان نے ان پر بھی دامِ شرک پھیلایا — تو انبوہِ کثیر اس قوم کا حق سے پلٹ آیا

یہ قوم اپنے کو خاصانِ خدا کی قوم کہتی تھی — مگر کرتوت ایسے تھے بہت معتوب رہتی تھی

ہوئے اس قوم میں اکثر جلیل الشّان پیغمبر — چلانا چاہتے تھے جو اسے حقّ و صداقت پر

یہودی جانے بوجھے راہِ حق کو بھول جاتے تھے — وہ اپنے رہنماؤں پر ہمیشہ ظلم ڈھاتے تھے

کیا تھا مصر میں فرعون نے دعویٰ خدائی کا — یہودی قوم دم بھرتی تھی اس سے آشنائی کا

عذاب آخر کیا شاہنشہوں کے شاہ نے ان پر — مسلّط کر دیا فرعون کو اللہ نے ان پر

کہ یہ بھی اک طریقہ تھا انہیں رستے پہ لانے کا — انہیں ٹھوکر لگا کر خوابِ غفلت سے جگانے کا

بہت پستی دکھائی آخر اس افتاد نے ان کو — لگائیں ٹھوکریں فرعون کی بیداد نے ان کو

مگر فرعون کے ظلم و ستم جب بڑھ گئے حد سے — لگے عبرت پکڑنے لوگ ان کی حالتِ بد سے

خدائے پاک نے موسیٰ کو ان میں کر دیا پیدا — جو بچپن ہی سے آزادی و حریّت پہ تھے شیدا

ظہورِ نورِ حق موسیٰؑ کو سینا پر نظر آیا — خدا نے جانبِ فرعون انہیں مبعوث فرمایا

یدِ بیضا کے ساتھ اس خطّۂ ظلمت میں در آئے — یہودی قوم کو آزاد کر کے مصر سے لائے[1]

---

[1] مسلمانوں کو حضرت موسیٰ کے حالات جہاں بھی ملیں غور و خوض سے مطالعہ کرنے چاہئیں قرآن مجید میں بار بار موسیٰ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

جگایا قوم کی تقدیر کو آواز موسیٰؑ نے
کیا فرعون کو غرقاب نیلِ اعجازِ[1] موسیٰؑ نے

عصائے[2] موسوی نے پتھروں کو آب کر ڈالا
بیابانوں کو ان کے واسطے شاداب کر ڈالا

یہی وہ قوم ہے جس کے لئے نعمت کے مینہ برسے
کہ اُترے منّ و سلوٰی[3] اِن کی خاطر آسماں پر سے

مگر جب آزمائش آپڑی یہ قوم گھبرائی
رہی باطل کی طالب اور راہِ حق سے کترائی

کہا موسیٰؑ نے اُٹھ اے قوم باطل کے مقابل ہو
تری عزّت بڑھے جگ میں ترا ایمان کامل ہو

تو بولی قوم اے موسیٰؑ ہمیں آرام کرنے دے
خُدا کی نعمتیں ملتی ہیں اِن سے پیٹ بھرنے دے

خُدا کو ساتھ لے جا اور باطل سے لڑائی کر
ہمارے واسطے خُود جا کے قسمت آزمائی کر

ہمیں کیوں ساتھ لے جاتا ہے دُنیا سے اُجڑنے کو
خُدا اور اُس کا پیغمبر بہت کافی ہیں لڑنے[4] کو

---

۱ وَ اِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَ اَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ — اور جب ہم نے دریا کو تمہارے لئے شق کر دیا اور تم کو بچالیا اور آلِ فرعون کو غرق کر دیا

۲ وَ اِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ (پ البقرہ ع ۶) — اور یاد کرو جب موسیٰؑ نے اپنی قوم کے لئے پانی کی دعا مانگی تو ہم نے حکم دیا اپنا عصا پتھر پر مارو۔ پس فوراً اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے (اور بنی اسرائیل کے بارہ ہی خاندان تھے)

۳ وَ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى ؕ {پ البقرہ ع ۵} — اور پہنچایا تمہارے پاس من و سلوٰی۔

۴ فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ۝ (پ المائدہ ع ۴) — تم اور تمہارا پروردگار جا کر لڑو۔ ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔

ڈرایا بارہا موسیٰؑ نے ان کو قہرِ باری سے — مگر اس قوم کو مطلب رہا مطلب برآری سے
کبھی رفعت پر آئی بھی تو سُوجھی اس کو پستی کی — کہ چھوڑی حق پرستی اور گوسالہ پرستی[1] کی
رکھی دُنیا میں راہ و رسم حرصِ خام سے اس نے — دکھائی سرکشی تورات کے احکام سے اس نے
دلائی حضرتِ داؤدؑ نے اِس قوم کو شاہی — مگر اِس نے نہ چھوڑی کم نگاہی اور گمراہی
زبُور اس قوم کو بخشی گئی لیکن نہ یہ مانی — یہ اپنی حمد کرتی تھی بجائے حمدِ ربّانی
بڑی شوکت ملی اِس قوم کو عہدِ سلیماں میں — عظیم الشّان ہیکل[2] ہو گئی تعمیر کنعاں میں
مگر یہ قوم اکثر راہ پر آ کر پلٹتی تھی — نہ دینداری میں بڑھتی تھی، نہ بے دینی سے ہٹتی تھی
اسے ایُّوب و زکریا و یحییٰ نے بھی سمجھایا — چلن اِس قوم کا لیکن نہ راہِ راست پر آیا
ہو منزل گمرہی جن کی وہ کیونکر راہ پر آئیں — ملیں اس قوم سے پیغمبروں کو سخت ایذائیں
یہ جُھٹلاتی رہی ہر اک نصیحت کرنے والے کو — یہ اندھی تھی، اندھیرا جانتی تھی ہر اُجالے کو

---

[1] وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ○ (پ البقرہ ع ۹۲)

اور موسیٰ تمہارے پاس صاف صاف دلیلیں لائے۔ مگر اس پر بھی تم نے (موسیٰ کے طُور پر جانے کے بعد) گوسالہ کو (معبود) تجویز کر لیا۔ اور تم ظلم کر رہے تھے۔

[2] حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت حضرت ابراہیم سے ۹۸۵ برس بعد کا زمانہ تھا۔ آپ نے یروشلم میں خدائے واحد کی عبادت کے لئے بیت المقدس (ہیکل) تعمیر کیا جو کعبے کے بعد دوسرا بیت اللہ ہوا۔ (دیکھو تفصیل کے لئے رحمۃ للعالمین)

مسیحِ ابنِ مریمؑ نے بہت اس کو ہدایت کی　مگر یہ آخری دم تک رہی منکر رسالت کی
یہ جھٹلاتی رہی انجیل کی سچی منادی کو　یہ سُولی پر چڑھانے لے گئی اُس پاک بادی کو
خلیل اللہ سے جو وعدہ کیا تھا حق تعالیٰ نے　وہ پُورا کر دیا ہر طور سے اُس ذاتِ والا نے
وطن بخشا گیا اس کو نمونہ باغِ جنّت کا　مگر اس قوم میں جذبہ نہ تھا اس کی حفاظت کا
ملی اسحٰق کی اولاد کو شانِ حکومت بھی　متاعِ دُنیوی بھی اور رُوحانی رسالت بھی
مگر اس قوم نے ٹھکرا دیا ہر ایک نعمت کو　یہ بھڑکاتی رہی ہر دَور میں اللہ کی غیرت کو
نتیجہ یہ ہوا کفرانِ نعمت کی سزا پائی　عمل جیسے کئے ویسی درِ حق سے جزا پائی
خُدا سے سرکشی کی سر جھکایا پائے دشمن پر　رہا اغیار کا پنجہ مُسلّط اس کی گردن پر
سبھی اہلِ ستم کرتے رہے اس پر ستم رانی[1]　فنیقی، بابلی، مصری، اسیری اور رُومانی

---

[1] سیق بادشاہِ مصر نے یروشلم پر حملہ کرکے محلِ شاہی اور بیت المقدس کو لُوٹا۔ پھر بُخت نصر شاہِ بابل نے یروشلم پر حملہ کیا ۱۴۰۱ء ابراہیمی میں اسے فتح کر لیا۔ اور یہود کے بادشاہ یہو یکین کو اس کے امراء اور اہلِ خانہ سمیت گرفتار کر لیا۔ شاہِ سلیمان کا خزانہ، بیت المقدس کا نذرانہ لوٹ لیا۔ دس ہزار بہادروں اور پیشہ وروں کو پا بجولاں کرکے بابل لے گیا۔ بخت نصر نے اپنے چچا صدقیاہ کو کنعان کا بادشاہ بنا دیا تھا جس نے اس کے خلاف بغاوت کی۔ بخت نصر نے پھر حملہ کیا۔ اور اٹھارہ مہینے کے بعد یروشلم فتح ہو گیا۔ آخر بیت المقدس، سلیمان کے قصر اور تمام شہر کو جلا کر خاک کر دیا۔ فصیلیں ڈھا دیں اور جتنے لوگ زندہ تھے سب کو پکڑ کر بابل لے گیا۔ ان قیدیوں میں حضرت ذوالکفل بھی تھے جن کی نبوت کا آغاز حضرت ابراہیم سے ۱۴۰۶ سال بعد ہوا۔ آپ کے بعد حضرت عزیر کی نبوت کے زمانہ میں ایران نے بابل کو فتح کیا تو بنی اسرائیل کو بابل کی غلامی سے نجات ملی۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھو)

خُدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی
کہ جس نے اپنے ہاتھوں اپنی خُو خصلت نہیں بدلی[1]

عرب میں بنی اسمٰعیل کے پُھولنے پھلنے کا بیان

ذبیح اللہ کی اولاد کا بھی ماجرا سُن لو
وہاں وعدہ خدا کا کس طرح پُورا ہُوا سُن لو

گھرانے میں بنی جرہم کے پیغمبر نے شادی کی[2]
خُدا کے گھر سے قسمت جاگ اُٹھی اِس خشک وادی کی

پسر بارہ دیئے اللہ نے اُس پاک ہستی کو[3]
بسایا یُوں عرب کی ہر بلندی اور پستی کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) بیالیس ہزار آدمی پھر یروشلم چلے گئے۔ فنیقی بھی اب پھر حملہ آور ہُوئے۔ رُومی تو اس طرح قابض ہُوئے کہ آخر اسلام نے ان کو وہاں سے نکالا۔

[1] اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِہِمۡ (پ۱۳ الرعد ع ۱) — اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ اپنے آپ کو نہ بدلے۔

[2] اسمٰعیل علیہ السلام کی شادی عرب کے اس قبیلۂ جرہم کے سردار مضاض کی بیٹی سے ہوئی تھی جو حضرت ہاجرہؓ سے اجازت لے کر چشمۂ زمزم کے قریب آباد ہو گیا تھا۔ (مصنف)

[3] ان بارہ بیٹوں کے نام یہ تھے۔ (۱) بنایوث یا بنایوط (۲) قیدار (۳) ادباقیل (۴) سیام (۵) مشماع (۶) دوماہ (۷) مسا (۸) حدد (۹) یتما (۱۰) لیطور (۱۱) ناخیش (۱۲) قیدماہ۔ یہی بارہ رئیس تھے جن کے متعلق خدا نے حضرت ابراہیم کو بشارت دی تھی کہ اسمٰعیل کے حق میں میں نے تیری دعا قبول کی۔ دیکھ میں اسے برکت دوں گا اور اسے آبرومند کروں گا اور اس قدر بڑھاؤں گا کہ اس سے بارہ رئیس پیدا ہونگے۔ اور میں اسے ایک بڑی قوم بناؤں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔ ان بارہ رئیسوں میں ہر ایک نے اپنی اپنی بستیاں بسائیں جو ان کے ناموں پر مشہور تھیں۔ ان کی اولاد اتنی بڑھی کہ حجاز سے نکل کر شام، عراق اور یمن میں پھیل گئی۔ انھوں نے حکومت اور تجارت اختیار کی (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بسائیں بستیاں گیارہ نے کوہ و دشت و صحرا میں
رہا قیدار بیت اللہ کی خدمت کو بطحا میں

قریبِ کعبۃ اللہ شہرِ مکّہ کی بنا ڈالی
پسر اس کے ہُوئے کعبے کے خادم شہر کے والی

انقلاباتِ عالم اور عرب

بنی آدم کی دُنیا میں ہزاروں انقلاب آئے
جہاں میں سینکڑوں طُوفاں اُٹھے لاکھوں عذاب آئے

بہت قومیں اٹھیں اور چھا گئیں میدانِ ہستی پر
پھریرے خُوب اُڑائے ہر بلندی اور پستی پر

غنیم مرگ کے قدموں تلے روندی گئیں آخر
اکڑ کر چلنے والے دب گئے زیرِ زمیں آخر

خزاں منڈلا گئی شدّادیوں کے سبز گلشن پر
سیاہی چھا گئی آبادیوں کے روزِ روشن پر

ہُوئے پیوندِ خاک آخر اسیری اور کلدانی
سرافرازوں کی شوکت موت نے کچھ بھی نہیں مانی

نہیں رہتا ہمیشہ سازِ ہستی ایک ہی دُھن پر
کھنڈر ہنسنے لگے بابل کے نمرودی تمدن پر

ہوا دریا میں بیڑہ غرق فرعونی خدائی کا
فسانہ رہ گیا ہندوستانی دیوتائی کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور اس قدر مالدار ہُوئے کہ اپنے اونٹوں کے گلے میں سونے کے قلاوے ڈالتے تھے۔ بنو اسمٰعیل کے بعد عرب کے قبیلے اکثر و بیشتر حکمران رہے۔ پہلی صدی عیسوی کا یہودی مؤرخ اپنی کتاب اینٹی کوئیز میں لکھتا ہے۔ بحرِ احمر کے کنارے فرات کے ساحلوں تک سارا ملک اسمٰعیل کے بارہ بیٹوں کے قبضہ میں ہے۔ (دیکھو رحمۃ للعلمین)

بگاڑیں خاک نے شکلیں فلاطُونی خیالوں کی دھری ہی رہ گئیں سب حکمتیں یُونان والوں کی
سکندر اور اس کے وہ عظیم الشّان منصُوبے کہیں اُبھرے نہیں بحرِ فنا میں اس طرح ڈُوبے
فقط اہلِ عرب اِس منقلب دُنیا میں ایسے تھے کہ روزِ اوّلیں سے آج تک ویسے کے ویسے تھے
یہ ملک ایسا تھا حاصل ان کو آزادی کی نعمت تھی قبیلے آپ خُود مختار تھے اپنی حکومت تھی
عرب پر کوئی دشمن حملہ آور ہو نہ سکتا تھا کوئی فاتح بُری نیّت سے اِس جانب نہ تکتا تھا
کوئی لشکر ہوا بھوے سے اس کی فتح پر مائل تو صحرائے عرب ہوتا تھا اس کی راہ میں حائل
ہُوئے جو لوگ اِس پر حملہ آور مر گئے پیاسے یہ خطّہ رہ گیا اوجھل نگاہِ اہلِ دُنیا سے
بڑھی اولادِ اسمٰعیلؑ میں عدنان کی شوکت[1] عرب کو آلِ اسمٰعیل سے حاصل ہُوئی قوت
یہودی قوم پر دُنیا میں جب کوئی بلا آئی تو اُس نے آلِ اسمٰعیل کے گھر میں اماں[2] پائی

---

[1] اکثر نسب ناموں میں عدنان سے حضرت اسمٰعیلؑ تک آٹھ نو پشتیں بیان کی جاتی ہیں لیکن بقول حضرت علامہ شبلیؒ یہ صحیح نہیں۔ انہوں نے ثابت کیا ہے کہ عدنان سے حضرت اسمٰعیلؑ تک چالیس پشتوں کا فاصلہ ہے۔

(دیکھئے سیرت النبی حصہ اوّل)

[2] حضرت موسیٰؑ نے جب مصر سے ہجرت کی تھی تو عرب ہی میں آکر پناہ لی تھی۔ اور عرب ہی کے ایک پہاڑ پر آپ کو نبوت تفویض ہُوئی۔ پھر جب وہ بنی اسرائیل کو مصر سے آزاد کر کے لائے تو بیابان عرب ہی میں انہوں نے چالیس سال پُورے کئے تھے حضرت داؤدؑ بھی بادشاہ سموئیل کی وجہ سے ہجرت کر کے عرب ہی میں آکر ٹھہرے تھے۔ جب بنی اسرائیل کو بخت نصر نے تباہ و برباد کیا تو انہیں معد بن عدنان ہی نے عرب میں عزّت و احترام سے رکھا تھا (رحمۃ للعالمین)

خُدا کے نام پر اب تک یہُودی اور عدنانی
ادا کرتے تھے مکّے میں رسُومِ حج و قربانی

مگر ہونے لگے جب قلب مائل بت پرستی پر
بنی جرہم نے قبضہ کر لیا مکّے کی بستی پر[1]

مگر پھر آلِ اسمٰعیل قابض ہو گئی اس پر
عرب میں تھی یہ طاقتور بفضلِ حضرتِ داور

مکّے پر یمن والوں کا حملۂ اوّل

قریش کی مدافعت

کیا حملہ یمن کے لشکروں نے اہلِ مکّہ پر
غرض یہ تھی کہ لے جائیں خُدا کا گھر

یمن میں اِن دنوں حسان نامی ایک حاکم تھا
اسے مکّے کی رونق دیکھ کر دل میں خیال آیا

کسی صُورت سے توڑوں آلِ اسمٰعیلؑ کی شوکت
اسی کعبے کے دم سے اِن کی دُنیا بھر میں ہے عزت

اگر کعبہ گرا دوں اِس کے پتھر ساتھ لے جاؤں
یمن میں ان سے اِک کعبہ نیا تعمیر کرواؤں

یہ ہو جائے تو پھر سب لوگ میری سمت آئیں گے
کریں گے عاجزی نذریں نیازیں ساتھ لائیں گے

یہ سوچا اور چڑھ دوڑا یمن کی فوج کو لے کر
کیا آ کر اچانک اس نے حملہ شہر مکّہ پر

---

[1] عدنان کے بعد اس قوم پر بنی جرہم کا قبیلہ غالب آ گیا۔ اگرچہ وہ ان کے ماموں ہی تھے تاہم انہوں نے ان کو مکّے سے نکال دیا۔ (رحمۃ للعالمین)

یہاں پر خادمِ کعبہ کنانہ کا گھرانا تھا
اسی میں فہر بن مالک تھا جو مردِ یگانہ تھا

یمن کی اس جسارت سے بہادر طیش میں آیا
مسلح کر کے سارا خانداں میدان میں لایا

مقابل ڈٹ گیا یہ شیر لاتعداد فوجوں کے
چٹانوں کی طرح روکے تھپیڑے تند موجوں کے

شکستِ فاش دی اس نے یمن والوں کے لشکر کو
تعاقب کر کے قبضے میں لیا لشکر کے افسر کو

یہ ایسی[1] فتح تھی جس سے قریش اس کا لقب ٹھہرا
یہ اک نامی قبیلہ بن گیا، فخرِ عرب ٹھہرا

قریش اہلِ عرب میں نام ہے اس ویل مچھلی کا
سمندر میں کوئی ثانی نہیں جس کی بڑائی کا

قریش اولادِ اسمٰعیل میں تھے سب سے طاقتور
یہی کعبے کے خادم تھے یہی تاجر یہی افسر

قصیّ[2] ابنِ کلاب ان میں بڑا ہی شان والا تھا
بڑا زیرک مدبر تھا۔ بڑے سامان والا تھا

---

[1] دیکھو تمدّنِ عرب از علّامہ جرجی زیدان۔

[2] قصیّ کا نسب نامہ اس طرح ہے۔ قصیّ ابنِ کلاب، ابنِ مرہ، ابن کعب، ابن لُوئی، ابن غالب، ابن فہر (یعنی قریش اوّل) ابن مالک، ابن نضر، ابن کنانہ، ابن خزیمہ، ابن مدرکہ، ابن الیاس، ابن مضر، ابن نزار، ابن معد، ابن عدنان۔ عدنان سے بہ پشت اُوپر حضرت اسمٰعیل۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

قصیّ سے پہلے قریش میں تفرقہ پڑ گیا تھا۔ اور وہ اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے تھے۔ کعبے کی تولیت قبیلہ خزاعہ کے ہاتھ میں آ گئی تھی۔ مگر قصیّ نے از سرِ نو قریش کو جمع کیا۔ خزاعیوں کے ہاتھ سے کعبے کی خدمت حاصل کی اور قریش کو دوبارہ سرداری کی مسند پر بٹھایا۔ ایک قسم کی جمہوری حکومت قائم کی۔ بہت سی اصلاحیں کیں۔ (سیرت النبیؐ)

ہُوا عبدِ مناف[1] اُس کا پسر، اُس کا پسر ہاشم
پسر تھے اور بھی سردار تھا سب کا مگر ہاشم[2]

پسر ہاشم کا عبدالمُطّلب[3] سردارِ مکّہ تھا
یہی تھا خادمِ کعبہ یہی مختارِ مکّہ تھا

مگر اس خدمتِ کعبہ کے معنیٰ اَور ہی کچھ تھے
یہ فرزندانِ اسمٰعیل یعنی اَور ہی کچھ تھے

عرب میں زمانۂ جاہلیّت

الگ تھے ساری دُنیا سے مگر یہ لوگ خوش دل تھے
انہیں آزادیوں کی زندگی کے عیش حاصل تھے

مگر آزادیوں نے اِن کو کھویا دین و دُنیا سے
ہُوئے گمراہ یہ برگشتہ ہو کر حق تعالیٰ سے

کیا اخلاف نے اسلاف کے اوصاف کو زائل
رہِ حق چھوڑ کر سب بُت پرستی پر ہُوئے مائل

شجاعت تھی مگر اس کا ہدف اپنے ہی بھائی تھے
یہ سب اِک دُوسرے کو ذبح کرنے میں قسائی تھے

فصاحت کا تھا استعمال ہجو اور خود ستائی میں
نظر میں کوئی جچتا ہی نہ تھا ساری خدائی میں

بیاں کرتے تھے اپنے شرمناک اور فحش کاموں کو
سرِ بازار کہہ دیتے تھے اپنے کارناموں کو

---

[1] قصی کے تین بیٹے تھے۔ عبدمناف۔ عبدالدار۔ عبدالعزیٰ۔ یہی عبدمناف پیغمبرِ اسلام محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد اور عبدالدار حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے جد تھے۔ (مصنف)

[2] عبدمناف کے بیٹے ہاشم حضرت سرورِ کائنات کے پردادا تھے۔ یہ قریش میں بہت ممتاز و مقتدر تھے۔ ان کی اولاد بنو ہاشم یا ہاشمی کہلاتی ہے + (مصنف)

[3] آنحضرت کے دادا

رعُونت نے دماغوں میں ہَوائے خودسری بھردی
خشُونت ایک عادت دُوسری عادت تھی بے دردی

عرب اولادِ اسمٰعیل سے معمُور تھا سارا
گناہوں کی جہالت کے نشے میں چُور تھا سارا

جو صحرائی تھے قتل و رہزنی میں خُوب ماہر تھے
نشانِ بربریت اُن کے چہروں ہی سے ظاہر تھے

ترقّی اور تمدّن کی ہوا ان تک نہ آتی تھی
کوئی مرکز نہ تھا خانہ بدوشی ان کو بھاتی تھی

بہادر تھے مگر سب کے سب آپس میں لڑتے تھے
قبیلہ در قبیلہ معرکے ہر سال پڑتے تھے

جو شہری تھے وہ فن و پیشہ و حرفت سے عاری تھے
مگر مکر و دغابازی میں پُورے کاروباری تھے

نہ کوئی کام کرتے تھے نہ کوئی کام آتا تھا
انہیں بے کار و کاہل بیٹھے رہنا دل سے بھاتا تھا

یہ جائز جانتے تھے مال کھا جانا یتیموں کا
لُٹانا دعوتوں میں مال شیوہ تھا کریموں کا

پدر فرزند کی بیواؤں کا حق چھین لیتے تھے
پسر اپنی حقیقی ماؤں کا حق چھین لیتے تھے

کوئی معیار ہی باقی نہ تھا شرم و شرافت کا
کہ رُتبہ بھیڑ بکری سے بھی کم تھا ایک عورت[ل] کا

ل ایک عورت کے ایک سے زیادہ خاوند ہونے کا رواج جو نہایت ادنیٰ اقوام میں پایا جاتا تھا۔ ان میں موجود تھا۔ مرد جس قدر عورتوں سے چاہتا شادی کر سکتا تھا۔ اور اس کے علاوہ جیسا کہ یورپ میں آج کل بھی رواج ہے۔ اپنے لئے جو بھی رکھ سکتا تھا۔ ان میں نیوگ کی رسم بھی جاری تھی۔ عورت محض ایک جائداد سمجھی جاتی تھی۔ اس کا اپنے متوفی خاوند یا دوسروں کی وراثت میں کوئی حصہ تسلیم نہیں کیا جاتا تھا۔ بلکہ وہ خود جائیداد موروثہ کا ایک حصہ قرار پا کر ورثے میں چلی جاتی تھی وروارث چاہتا تو اس سے نکاح کر لیتا اور چاہتا تو کسی دوسرے سے کرا دیتا۔ یہاں تک کہ بیٹے اپنے باپ کی عورتوں کو ورثہ کا حصہ سمجھ کر ان سے شادی کر لیتے اور ان کو انکار کا حق نہ تھا (خیر البشر صفحہ ۲۳)

زنا و فحش کاری سے بڑی اِن کو ارادت تھی
شرابیں پی کے ننگے ناچنے کی عام عادت تھی

شرافت کو ڈبو دیتے تھے جب عورت پہ مرتے تھے
کہ جس عورت پہ مرتے تھے اُسے بدنام کرتے تھے [۱]

زنا کاری کی ترغیبیں سرِ بازار دیتے تھے
یہ اپنی بیویوں تک کو جوئے میں ہار دیتے تھے

یہ اپنی بیٹیوں کو سانپ سے بدتر سمجھتے تھے
یہ ان کے قتل کو عزّت کا اِک جوہر سمجھتے تھے [۲]

اگر جن بیٹھتی دختر کوئی تقدیر کی ہیٹی !
چھچھوندر سے بُری معلوم ہوتی تھی اسے بیٹی [۳]

گڑھا اِک کھود کر دختر کو زندہ گاڑ دیتی تھی
کوئی بچھّو تھا دامن میں کہ دامن جھاڑ دیتی تھی

کوئی کم بخت بد اختر اگر زندہ بھی رہتی تھی
ہمیشہ باپ کے اور بھائیوں کے ظلم سہتی تھی

غلاموں لونڈیوں پر وہ مظالم توڑتے تھے یہ
کہ ان کو موت سے پہلے نہ ہرگز چھوڑتے تھے یہ

۱؎ مرد و عورت کے تعلقات میں نہایت درجے کا فحش بھی تھا۔ ناجائز تعلقات کے نہایت گندے قصّے کھلے اشعار میں فخریہ بیان کئے جاتے۔ بڑے بڑے مشہور قصائد میں جو اپنی فصاحت میں لاثانی سمجھے جاتے ہیں۔ ایسے فحش اور ننگے الفاظ میں ان تعلقات کا ذکر ہے کہ جن کی برداشت زبان اور کان نہیں کر سکتے ۔ (خیر البشر صفحہ ۲۴)

۲؎ وحشیانہ پن میں انتہا کو پہنچا ہوا طریق لڑکی کو زندہ درگور کرنے کا تھا۔ پانچ چھ سال کی لڑکی کو باپ جنگل میں لے جاتا اور ایک گڑھے کے کنارے پر کھڑی کر کے دھکا دے کر گرا دیتا چیختی چلاتی ہوئی معصوم جان پر مٹّی ڈال کر چلا آتا۔

۳؎ بعض اوقات نکاح کے وقت بیوی سے معاہدہ کر لیا جاتا تھا کہ اگر لڑکی پیدا ہو گی تو اسے مار ڈالا جائیگا۔ اس صورت میں غریب ماں سے اس فعل کا ارتکاب کرایا جاتا۔ اور ستم یہ کہ اکثر کنبے کی عورتوں کو اکٹھا کر کے یہ کام کیا جاتا ۔

(خیر البشر صفحہ ۲۵)

عرب میں ہر طرف تھا دَور دَورہ بُت پرستی کا — کوئی اندازہ کر سکتا ہے ان لوگوں کی پستی کا

خُدا کہتے تھے مٹی، آگ، پانی کو ہواؤں کو — پہاڑوں اور دریاؤں کو بجلی کو گھٹاؤں کو

زمیں پر خاک پتھر اور شجر معبُود تھے ان کے — فلک پر انجم و شمس و قمر معبُود تھے ان کے

مرادیں مانگتے تھے ہر وجُودِ بے حقیقت سے — نہ تھا محروم کوئی جُز خدا ان کی عبادت سے

وہ کعبہ جو خدائے واحد و قہار کا گھر تھا — وہ کعبہ جو خدائے مالک و مختار کا گھر تھا

وہی کعبہ جسے پیغمبروں کی سجدہ گہ کہیے — وہی کعبہ جسے تقدیس کا نُورِ نگہ کہیے

وہ کعبہ جو خُدا کے بُت شکن بندوں کا معبد تھا — جسے پاکیزہ رکھنا فطرتِ انساں کا مقصد تھا

اسی کعبے کو یاروں نے صنم خانہ بنا ڈالا — دلوں سے ظالموں نے نقش وحدت کا مٹا ڈالا

نہ سُوجھا کوئی فرق ان کو خُدا میں اور پتھر میں — کہ رکھے تین سَو اور ساٹھ بُت اللہ کے گھر میں

عرب میں جس قدر انسان تھے ان سے سوا بُت تھے — یہ خلقت تھی خُدا کی اور خلقت کے خُدا بُت تھے

جُدا اک خُدا تھا ہر قبیلے ہر گھرانے کا — کوئی بُت فتح پانے کا کوئی بُت بھاگ جانے کا

بازار عکاظ

یہاں پر کھینچ کر ہلکا سا نقشہ ان کے میلوں کا — دکھاؤں حال بے دینی کا جھگڑوں کا جھمیلوں کا

---

[1] كُنتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ (پ۴ آل عمران ع ۱۱ ۱۰۳) تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے۔

حدودِ مکہ سے دس کوس پر چھوٹا سا میداں ہے / جہاں خیمے لگے ہیں جمع اک انبوہِ انساں ہے

عرب کے لوگ اس انبوہ کو بازار کہتے ہیں / برس کے بعد آکر اس جگہ کچھ روز رہتے ہیں

بنو کلب و بنو نہد و بنو تغلب، بنو کندہ / بنو اوس و بنو خزرج، بنو دوس و بنو عذرہ

بنو لخم و بنو مذحج، بنو طے و بنو اسلم / جہینہ اور خزاعہ اور بجیلہ اور بنو خثعم

یہ قحطانی قبائل دُور سے میلے میں آئے ہیں / سب اپنے اپنے بچّوں بیویوں کو ساتھ لائے ہیں

ہوازن اور عدنان اور اطفان اور اعصر بھی / غنی بھی، باہلہ بھی، عبس بھی ذبیان و عامر بھی

قریش و سعد و نصر و کعب و مرہ بھی فزارہ بھی / بنی تیم و بنی عدی سلول اور آلِ قارہ بھی

یہ عدنانی قبائل اور شاخیں بھی سبھی ان کی / عرب کی سرزمینِ خشک اب تک ملک ہے جن کی

جوان و پیر و مرد و زن یہاں آئے ہُوئے ہیں سب / غرور و عُجب سے چہروں کو چمکائے ہُوئے ہیں سب

تمازت سے بچانے کو کھڑے ہیں جابجا خیمے / زمیں کے جسم پر پُرسوز کے چھالے ہیں یا خیمے

حجازی بدوؤں نے کالے کمبل تان رکھے ہیں / کھڑے ہیں اُونٹ بھی اور ساتھ ہی سامان رکھے ہیں

یمن، نجد و عراق و شام کے سوداگر آئے ہیں / پکھالیں کملیاں ستّو کھجوریں ساتھ لائے ہیں

کوئیں ہیں چند نخلستاں میں جن کے گرد میلا ہے / گرے پڑتے ہیں پانی کے لئے لوگوں کا ریلا ہے

جوانانِ عرب کیا اینڈتے پھرتے ہیں راہوں میں / دلوں کے ولولے ڈُوبے ہوئے ہیں سب گناہوں میں

ہزاروں نیم عُریاں عورتیں ہر سمت پھرتی ہیں — نہ گھیریں آکے مرد ان کو تو خُود جا جا کے گھرتی ہیں

قبائل کے جو ہیں سردار پُتلے ہیں رعُونت کے — عیاں ہیں ان کے ہر انداز سے انداز نخوت کے

کمر سے نیچے ہیں تہبند باقی جسم ننگے ہیں — وجاہت پر مگر تکرار ہے جھگڑے ہیں دنگے ہیں

ہیں ایسے مرد بھی اِن میں کہ مُنہ پر ہے نقاب ان کے — حیا اِن کی نرالی ہے انوکھے ہیں حجاب ان کے

کمر سے کھول کر تہبند گھٹنوں پر لپیٹے ہیں — نہیں کچھ ستر کی پروا کہ یہ آدم کے بیٹے ہیں

شرابیں پی رہے ہیں اور قے بھی کرتے جاتے ہیں — شکم میں اور دامن میں نجاست بھرتے جاتے ہیں

دوشیزہ لڑکیاں مردوں کے آگے دف بجاتی ہیں — نشے میں جھُومتی ہیں ناچتی ہیں اور گاتی ہیں

ذرا سی بات پر تلوار کھنچ جاتی ہے آپس میں — غضب کا شور و غوغا ہے کہیں گالی کہیں قسمیں

جاہلیت کی عبادت

سرِ شام اس سیہ کاری کا دامن اور بڑھتا ہے — شرابِ عیش پر دیوانگی کا رنگ چڑھتا ہے

صدائیں سیٹیوں کی اور گھڑیالوں کی آتی ہیں — عبادت کے لئے اِن بیوقوفوں کو بلاتی ہیں

مٹھے اپنے بُت کا ہر قبیلہ ساتھ لایا ہے — یہ مٹّی کے خُدا ہیں اِن کو گہنوں سے سجایا ہے

بتوں پر اونٹ بکرے آدمی قربان ہوتے ہیں — غریب اِن پتھروں کے واسطے بیجان ہوتے ہیں

قریش اپنے ہُبل کا اک مثنّیٰ لے کے آئے ہیں
اسی کے گرد ان لوگوں نے خیمے بھی لگائے ہیں

بٹھا رکھا ہے پتّھر کے خُدا کو ایک پتّھر پر
کھڑے ہیں گرد اس کے اہلِ مکّہ ساکت و ششدر

بھجن گاتی ہیں جاہل عورتیں اور دف بجاتی ہیں
بہا کر اُونٹ کا خون اپنی قربانی چڑھاتی ہیں

وہ دیکھو دے رہی ہیں خُون کے چھینٹے عزیزوں پر
وہ چھڑکا جا رہا ہے خُون ہی کھانے کی چیزوں پر

وہ دیکھو سب اسی پتّھر کے آگے سر جھکاتے ہیں
جبیں پر کالے کالے خُون کے ٹیکے لگاتے ہیں

بپا ہے وحشیانہ سیٹیوں کا شور ہر جانب
عقیدت دیکھیے ہے چیخنے پر زور ہر جانب

پُجاری چیختے ہیں، ناچتے ہیں، گھنٹ بجتے ہیں
پرستش ہے یہی اِن کی جسے مذہب سمجھتے ہیں

اُچھلتے کُودتے سب لوگ گرد اس بُت کے پھرتے ہیں
ہر اک چکّر کے بعد اکبارگی سجدے میں گرتے ہیں

قبائل محو ہیں اس لعنتی طرزِ عبادت میں
یہ میلہ کلّھم ڈُوبا ہُوا ہے بحرِ لعنت میں

یہ نقشہ دیکھ کر سُورج نے آنکھیں بند کر لی ہیں
زمیں نے ہر طرف تاریکیاں دامن میں بھر لی ہیں

شاعری کے بُرے پہلو

اکھاڑہ شاعری کا دیدنی ہے اِس جھمیلے میں
کہ اکثر لوگ اسی کے واسطے آئے ہیں میلے میں

جوان و پیر و مرد و زن ہیں یک جا ہر قبیلے کے
بڑے ٹھسّے سے ہیں بیٹھے ہُوئے افسر قبیلے کے

یہاں بُوڑھے جوانوں سے زیادہ تن کے بیٹھے ہیں
جواں بھی کم نہیں مدّمقابل بن کے بیٹھے ہیں

حسینہ عورتیں بیٹھی ہُوئی نخرے دکھاتی ہیں
یہ اپنے شوہروں اور آشناؤں کو لبھاتی ہیں

تبسم ہے کہ بجلی ہے نگاہیں ہیں کہ چھُریاں ہیں
حیا کیسی کہ آدھے سے زیادہ جسم عُریاں ہیں

یہ عشوے اور غمزے مرد ہی اِن کو سکھاتے ہیں
حیا و شرم کے جوہر یہ ظالم خُود مٹاتے ہیں

ہزاروں نازنیں آنکھیں حیاداری سے خالی ہیں
نقاب افگندہ ہیں ان میں جو طبعاً شرم والی ہیں

غرض یہ سب کے سب گھیرے ہوئے بیٹھے ہیں میداں کو
مزے سے سُن رہے ہیں شاعروں کے سوز دوراں کو

قبیلے اپنے اپنے شاعروں پر ناز کرتے ہیں
قصائد اپنی اپنی شان میں سُن کر بپھرتے ہیں

وہ اُٹھ کر ایک شاعر برسرِ میدان آیا ہے
خُود اپنی شان میں پُورا قصیدہ کہہ کے لایا ہے

قبیلہ میرا ایسا ہے، مَیں خُود ایسا ہُوں ویسا ہوں
مَیں چاندی ہوں مَیں سونا ہُوں مَیں دھیلا ہُوں میں پیسہ ہوں

وہ پتّھر بھی خُدا میرا یہ پتّھر بھی خُدا میرا
وہ مجھ کو پالنے والا ہے یہ حاجت روا میرا

فلاں ابنِ فلاں ہُوں اِس لئے پکّا دلاور ہُوں
تخیّل ہے مرا خُونیں سمندر میں شناور ہوں

بہت سی عورتوں سے عشقبازی کرچکا ہُوں مَیں
اب اِس پر مر رہا ہوں، پہلے اُس پر مر چکا ہُوں مَیں

فلاں کی اور فلاں کی عصمتیں مَیں نے بگاڑی ہیں
یہ سب بستی ہُوئی آبادیاں مَیں نے اُجاڑی ہیں

یہ عورت مجھ پہ مرتی ہے، وہ عورت مجھ سی ڈرتی ہے
یہ مجھ سے ملتفت ہے اور وہ پرہیز کرتی ہے

مَیں اِس کو چھوڑ دوں گا اور اُسے قابو میں لاؤں گا
بغیرِ وصل دہنے ہاتھ سے کھانا نہ کھاؤں گا

غرض یہ شاعری دِکھلا کے شاعر بیٹھ جاتا ہے
تو پھر اِک دُوسرا آتا ہے اور محفل جماتا ہے

بہا دیتا ہے سُوکھے دشت میں دریا فصاحت کے
دکھا دیتا ہے نقشے کھینچ کر اپنی حماقت کے

یہ شاعر اس طرح جن عورتوں کا نام لیتے ہیں
جنہیں فحش و زناکاری کے یُوں الزام دیتے ہیں

مزا یہ ہے کہ ان میں سے یہیں موجُود ہیں اکثر
پھر ان میں بعض شوہردار ہیں اور بعض بے شوہر

وہ سب بیٹھی ہُوئی ہنستی ہیں اِس افشارِ حالت پر
کوئی ذلّت کا دھبّہ ہی نہیں گویا شرافت پر

ذرا کُچھ آنکھ شرمائی تو اس نخرے سے شرمائی
بھری محفل میں گویا حُسن و خُوبی کی سند پائی

غرض شاعر پہ شاعر باری باری آئے جاتا ہے
زبانِ گرم سے بزمِ سخن گرمائے جاتا ہے

کوئی اِترا رہا ہے آبِ خنجر کی روانی پر
کوئی اکڑا ہُوا ہے اپنے فخرِ خاندانی پر

کسی کو فخر ہے اپنی شجاعت پر سخاوت پر
کسی کو ناز ہے اپنی فصاحت پر بلاغت پر

کوئی کہتا ہے ہم نے رہزنی میں نام اُچھالا ہے
کوئی کہتا ہے ہم نے عشق کو سانچے میں ڈھالا ہے

کوئی کہتا ہے ہم سفّاک ہیں، ظالم ہیں، قاتل ہیں
کوئی کہتا ہے ہم بے کار ہی رہنے میں کامل ہیں

بتاتا ہے کوئی تعداد لونڈی اور غُلاموں کی
وہ لڑکا اتنے داموں کا یہ لڑکی اتنے داموں کی

یہ طرزِ خُود ستائی اِک زمانے سے نرالی ہے
یہ ہے اس ڈھول کی آواز جو اندر سے خالی ہے

میلے میں جنگ کا آغاز

یہ محفل گرم تھی لیکن یہاں اک اور گُل پھُولا
اُٹھا شور اک طرف سے شاعر اپنی داستاں بھُولا

پڑی اُفتاد کوئی ہو گئی بزمِ سخن برہم!
کوئی طوفان اُٹھا جس نے کر دی انجمن برہم

جمے تھے کان اِن کے شاعروں کی داستانوں پر
مغلّظ گالیاں کیوں آ گئیں ان کی زبانوں پر

یہ کیوں گالی گلوچ اور مار دھاڑ آپس میں ہوتی ہے
یہ عورت کون ہے کیوں پیٹتی ہے اور روتی ہے

یہ کیوں اُٹھی ہے خلقت تیغِ خوں آشام لے لیکر
پکارے جا رہے ہیں کیوں قبیلے نام لے لے کر

نظر آتی ہیں کیوں ہر سمت تلواریں ہی تلواریں
یہ کس نے مار ڈالا سُرخ کیوں کر ہو گئیں دھاریں

سبب اس برہمی کا کچھ نہیں کھُلتا خدا جانے
یہ باہم جنگ کیوں کرنے لگے ہیں اُٹھ کے دیوانے

سبھی اُلجھے ہوئے ہیں کون سُنتا کون کہتا ہے
مگر لاشوں پہ لاشیں گر رہی ہیں خُون بہتا ہے

کوئی اتنا نہیں جو اِس لڑائی کا سبب پُوچھے
فروزاں کیوں ہُوئی یہ آتشِ قہر و غضب پُوچھے

کسی پر چل گیا خنجر کسی پر چل گیا بھالا
گرا جو زخم کھا کر اس کو قدموں نے کچل ڈالا

فغاں ہے شور ہے چیخیں ہیں شوریدہ نوائی ہے
بُتوں کی منّتیں ہیں اور بھُوتوں کی دہائی ہے

لہُو سے اس زمیں کا نامۂ اعمال دھُلتا ہے
بہت سے کشت و خوں کے بعد اتنا حال کھُلتا ہے

کہ اِک لڑکی نقاب اوڑھے ہُوئے بیٹھی تھی بیچاری
ودیعت تھی جسے فطرت کی جانب سے حیاداری

شرارت کے لئے تاکا اُسے عیّاش لڑکوں نے
اسے دھوکے سے ننگی کر دیا اوباش لڑکوں نے

بہت سے لوگ بیٹھے تھے کسی نے بھی نہیں روکا
لگے ٹھٹھا اڑاتے جب وہ لڑکی کھا گئی دھوکا

مگر کی اس بچاری کو جب صُورت دکھائی دی
تو لڑکی نے وہیں اپنے قبیلے کی دُہائی دی

دُہائی سُن کے لڑکی کے لواحق طیش میں آئے
چمک تلوار کی دیکھی تو وہ لڑکے بھی گھبرائے

بچاؤ کی کوئی صُورت نہ سُوجھی ان رذیلوں کو
تو گھبرا کر پکار اُٹھے شریر اپنے قبیلوں کو

صدا سُنتے ہی ان کے لوگ بھی دوڑے ہُوئے آئے
گھٹاؤں کی طرح دونوں طرف کے جوش ٹکرائے

اٹھا اب خنجروں کی بجلیوں میں جوشِ بیداری
لگے سر کٹ کے گرنے خُون کی بارش ہُوئی جاری

پڑی بنیاد جُونہی دو گھرانوں میں لڑائی کی
تو لازم تھا کوئی کوشش کرے ان میں صفائی کی

مگر ان کی شریعت اور تھی جس پر یہ تھے عامل
عرب کے سب قبیلے ہو گئے اس جنگ میں شامل

کوئی اس کی حمایت میں کوئی اُس کی حمایت میں
رہیں گے اب یہ سب مشغُول جنگِ جاہلیت میں

یہ سارے خُود کو اسمٰعیلؑ کی اولاد کہتے ہیں
مگر ہم تو انہیں مادر پدر آزاد کہتے ہیں

۱؎ یہ جنگ فجار ثانی کہلاتی ہے۔ یہ بنی عامر اور بنی کنانہ میں شروع ہُوئی اور بعد ازاں سب کے سب قبائل کوئی اِدھر کوئی اُدھر شامل ہو کر مدتوں لڑتے رہے

اِس عہد میں دُنیا بھر کی عام حالت

ہندوستان

عرب سے بھی زیادہ حال تھا بد حال دُنیا کا
کہ سراِبلیس کے رستے میں تھا پامال دُنیا کا

مگر تھا گلشنِ ہندوستاں جنّت نشاں بن کر
یہاں بھی مَوت چھائی ایک دن فصلِ خزاں بن کر

دکھائے تھے بہت کچھ آریوں نے گیان کے جلوے
بہت چمکے تھے رام اور کرشن سے ایمان کے جلوے

یہ ہادی تھے مگر ان کو خُدا کہنے لگے ہندُو
نر و مادہ کو دیوی دیوتا[1] کہنے لگے ہندُو

حکومت آگئی ایسے ستمگاروں کے ہاتھوں میں
ہُوئے تقسیم انساں اونچی نیچی چار ذاتوں میں[2]

غلط سمجھے یہ بدھّی مان گوتم کی بشارت کو
بلائے بُت پرستی نے کیا برباد بھارت کو

اُجاڑا وام مارگ پنتھ[3] نے ایمان کا گلشن
سیہ کاری نے پھُونکا دھرم کا گُن گیان کا گلشن

---

[1] ہندوستان کے آرین ایسے وہم پرست ہو گئے کہ مخلوق میں سے کوئی چیز ایسی نہ رہی جس کو انہوں نے نہ پُوجا ہو۔

[2] برہمن سب سے افضل، ان سے اتر کر چھتری، ان سے گھٹیا ویش اور تینوں سے گھٹیا شودر۔ آخر الذکر ایسے بدنصیب کہ ہندو مذہب ان کو جینے کا حق بھی نہیں دیتا۔ حتّٰی کہ جس زمین پر اوپر کی تین قومیں چلتی پھرتی ہوں شودر کا سایہ بھی پڑ جائے تو وہ زمین گویا ناپاک ہو گئی۔ (مصنّف)

[3] خُود ہندو محققین یہ کہتے ہیں کہ ویدک مذہب میں خرابیاں پیدا کرنے والے وام مارگی ہیں ان لوگوں نے مذہب کی آڑ میں بدمعاشیوں اور فواحش کو رواج دیا اور دیوی دیوتاؤں کے ایسے قصّے گھڑے جن سے ان کے لئے حرامکاری کا جواز ثابت ہو

نظر میں گھٹ گئی کچھ اِس طرح انسان کی قیمت — کہ عصمت بن گئی ہر عیش کے سامان کی قیمت

چین

ہُوئی برباد کنفیوشس[1] کی وہ تہذیب آئینی — جہالت سے شکستہ ہو گئی ہر لُعبتِ چینی

گرے غش کھا کے چینی بُدھ کی تصویر کے آگے — حوادث نے جگایا بھی نہیں جاگے، نہیں جاگے

ایران

متاعِ فارس کو آتشکدوں[2] نے خاک کر ڈالا — یہ پاک آتش ملی ایسی کہ قصہ پاک کر ڈالا

سکندر کی چلی آندھی گلستانِ جم و کَے پر — تباہی چھا گئی ایران پر توران پر رَے پر

رہی اس قتل گہ میں خُونِ انسانی کی ارزانی — کیانی ظالموں سے بڑھ کے نکلی آلِ ساسانی

مٹے اِس مُلک میں انسانیت کے عام جوہر بھی — کہ گھر میں ڈال لیتے تھے مجُوسی اپنی دُختر بھی

---

[1] کنفیوشس چین کا ایک بہت بڑا مصلح مسیح سے کچھ مدّت پہلے گزرا ہے۔ (مصنّف)

[2] موجودہ زمانہ کے پارسی اب بھی آگ کو خدا کا سب سے بڑا مظہر سمجھتے ہیں۔ اس مذہب کی ابتدا زرتشت سے ہُوئی۔ پارسیوں کا عقیدہ ہے کہ زرتشت مسیح سے تیرہ سو برس پہلے شہر رَے یا ارمیاہ میں پیدا ہوا تھا۔ زرتشت اگرچہ مذہب توحید کا مبلّغ تھا۔ لیکن اس کے ماننے والوں نے اس کی تعلیم کو مسخ کر کے یزدان و اہرمن دو خداؤں کی پرستش شروع کی۔ چونکہ یزدان روشنی کا منبع خیال کیا جاتا تھا اس لئے آگ کی تعظیم کرنے لگے۔ اور آخر کار آگ ہی کے پجاری بن گئے۔ (مصنّف)

یورپ

فرنگستان میں ہر سُو اندھیرا ہی اندھیرا تھا
یہاں بھیڑیں تھیں جن کو بھیڑیوں نے آ کے گھیرا تھا

وہ رُومانی حکومت اِک جہاں میں دُھوم تھی جس کی
ہمیں تہذیبِ عُریاں آج بھی معلُوم ہے جس کی

وہ شیطانی تمدّن وہ گنہ کا آخری مامن
وہ شہرِ پومپی آئی وہ ظُلم و جور کا مسکن

وہی رفعت گناہوں نے جسے پستی پہ دے مارا
کرو اس آخری شب کا ذرا آنکھوں سے نظارا

شہرِ پومپی آئی کی آخری رات

سیاہی بن کے چھایا شہر پر شیطان کا فتنہ
گناہوں سے لپٹ کر سو گیا انسان کا فتنہ

پناہیں حُسن نے پائیں سیہ کاری کے دامن میں
وفاداری ہُوئی رُو پوش ناداری کے دامن میں

میسّر ہیں زری کے شامیانے خُوش نصیبی کو
اُڑھا دی سایۂ دیوار نے چادر غریبی کو

مُشقّت کو سکھا کر خُوبیاں خدمت گذاری کی
ہُوئیں بے خوف بے ایمانیاں سرمایہ داری کی

لیا آغوش میں پھُولوں کی سیجوں نے امیری کو
مہیّا خاک ہی نے کر دیئے آسن فقیری کو

تڑپنا چھوڑ کر چُپ ہو گئے جی ہارنے والے
مزے کی نیند سوئے تازیانے مارنے والے

وہ رُوحانی وہ جسمانی عقوبت کم ہُوئی آخر
غُلامی بیڑیوں کے بوجھ سے بے دم ہُوئی آخر

ہُوئے فریادیوں پر بند ایوانوں کے دروازے
کہ خُود محتاجِ درباں ہیں جہانبانوں کے دروازے

ادائے ناز سے جا سوئی غفلت بادشاہوں کی
سُرور و کیف بن کر چھا گئیں نیندیں گناہوں کی

شرابیں پی پلا کر ہو گئے خاموش ہنگامے
بالآخر نیند آئی سو گئے پُر جوش ہنگامے

تھا جب زندگی کا جوش پر خاشِ اجل جاگی
عمل کو دیکھ کر مدہوش پاداشِ عمل جاگی

اُٹھایا موت نے پتّھر جہنّم کے دہانے سے
جہاں آتش کا دریا کھولتا تھا اک زمانے سے

بلندی سے تباہی کے سمندر نے کیا دھاوا
چٹانوں کے جگر سے پھُوٹ نکلا آتشیں لاوا

دکھا دی آگ ایوانوں کو مظلُومی کی آہوں نے
اُٹھائے شعلہ ہائے آتشیں بے کس نگاہوں نے

اٹھیں مختار بن کر بے کسی کے خُون کی موجیں
حصارِ مرگ نے محصُور کر لیں جنگ جُو فوجیں

نہ حسن و عشق نے پائی اماں قہرِ الٰہی سے
دبی پاداش امیری سے فقیری سے نہ شاہی سے

ستاروں کی نگاہوں نے دھوَاں اُٹھتا ہوا دیکھا
مگر خورشید نے کچُھ بھی نہ مٹّی کے سوا دیکھا

یورپ، عیسائی ہو جانے کے بعد

وہ رُومانی کہ جن کی دھاک سے افلاک ڈرتے تھے
جو شہروں کو جلا کر ایک دم میں خاک کرتے تھے

خُود ان کے شہر کا جلنا نمونہ تھا یہ عبرت کا
یہ قدرت کی طرف سے تازیانہ تھا نصیحت کا[1]

مگر یہ لوگ باز آئے نہ ظلم و جور سے ہرگز
کوئی راحت نہ پائی دہر نے اس دَور سے ہرگز

یہ پیرو ہو گئے آخر مسیحِ ابنِ مریم کے
تو لازم تھا کہ ان کے دل میں نُورِ ایمان کا چمکے[2]

مگر یہ سب پُجاری بن گئے تصویرِ عیسیٰ کے
رکھا مریم کا بُت بھی ساتھ ہی اندر کلیسا کے[3]

اندھیرا شرک کا ان مشرکوں کی عقل پر چھایا
کہ عیسیٰ کو خُدائے پاک کا فرزند ٹھہرایا

۱؎ وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ أَشَدُّ مِنْهُم بَطْشًا فَنَقَّبُوا فِي الْبِلَادِ هَلْ مِن مَّحِيصٍ (پ ۲۶ ق ع ۳)
کتنی قومیں ہلاک ہو گئیں جو ان سے زیادہ مضبوط تھیں۔ انہوں نے شہروں کو چھان ڈالا تھا۔ ہے کوئی جگہ بھاگنے کی ـــــ!

۲؎ دین عیسوی اپنے ابتدا ہی میں بدعتیوں کی خلل اندازی سے مسخ ہو گیا تھا۔ پولوس یا سینٹ پال نے یونان اور روم کے شہروں میں پھر پھر کے دینِ مسیحی کو مشرکین کے عقائد کے قالبوں میں ڈھالا اور پھیلانا شروع کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا، کہ بہت جلد جوپیٹر اور زیوس دیوتاؤں کو ماننے والے حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا یعنی ابن اللہ کہنے اور خدا کی خدائی کا شریک اور منتظم ماننے گردانے لگے۔ (مصنّف)

۳؎ رومن کیتھولک عیسائی اب تک گرجوں میں مسیح کی تصویر کو پُوجتے ہیں۔ اور ان کے کئی فرقے ایسے ہیں۔ جو خدا اور اس کی والدہ حضرت مریم کے پرستار ہیں۔ اور نعوذ باللہ ان کو خدا کی بیوی کہتے ہیں۔ (مصنّف)

بدل دی سر بسر انجیل کی تعلیم قصّوں میں
خدا کو کر دیا تقسیم پورے تین حصّوں میں

خُدا، رُوح القدس، عیسیٰ یہ تین ان کے خدا ٹھہرے
جفا و ظلم ان کی زندگی کا مدّعا ٹھہرے[1]

یہی مذہب مُسلّط ہو گیا یورپ کے خطّے پر
اسی کے سامنے مصر و حبش نے بھی جھکایا سر[2]

یہ فتنے جب مسیحِ ناصری کے نام پر جاگے
یہُودی ان سے تنگ آئے تو پھر کنعان سے بھاگے

ہُوئے قابض زمینِ شام پر شاہانِ یُونانی
مقابل ہو گئے آتش پرستوں کے یہ نصرانی

لڑائی چھڑ گئی ایرانیوں کی اہلِ یُوناں سے
جہانداری کی اس بازی نے بدلے بارہا پانسے

کبھی نصرانیوں کی فتح، گہ آتش پرستوں کی
یہ جنگ اِک موت تھی گویا غریبوں زیر دستوں کی[3]

یہُودیوں کی عام حالت

یہُودی قوم کی حالت کا قصّہ سن چکے ہو تم
سر ان لوگوں کی نافرمانیوں پر دُھن چکے ہو تم

یہ سب اندھے گئے ٹھکرا کے عیسیٰ کی منادی کو
یہ سولی پر چڑھانے لے گئے اُس پاک ہادی کو

۱؎ ۳۲۵ء قسطنطین اعظم شہنشاہ روم نے یہی پولوس کا سکھایا ہوا دینِ عیسوی قبول کیا۔ اور خود عیسائی مؤرخین اس امر کے قائل ہیں کہ اس نے اس دین کو بزورِ شمشیر پھیلانے کی ابتدا کی۔ (مصنف)

۲؎ ابی سینیا چوتھی صدی مسیحی میں ہوا+

۳؎ چھٹی صدی عیسوی میں یہ جنگ زوروں پر تھی۔ (مصنف)

صحائف میں جہاں موقع ملا تحریف کر ڈالی یہودی قوم کی ہر صفحہ پر تعریف کر ڈالی
رہے برباد دُنیا میں، ملامت کا پھل ان کو وطن سے بے وطن کرتے رہے ان کے عمل ان کو
پراگندہ ہوئے آخر فرنگ و مصر و بربر میں عرب میں آ بسے کچھ ارضِ یثرب اور خیبر میں
مگر فتنے اُٹھانا بس گیا تھا ان کی فطرت میں دغا مکر و فریب احساں فراموشی تھی خصلت میں

بیاں کر دی ہے میں نے مختصر حالت زمانے کی
یہاں سے ابتدا ہوتی ہے اب میرے فسانے کی

ساقی نامہ

فضاؤں پر مُسلّط لشکرِ جنّات ہے ساقی
قیامت خیز طُوفاں ہے اندھیری رات ہے ساقی

اُٹھی ہے لعنتی تہذیبِ نَو سیلاب کی صُورت
ہے جس کے حلقۂ ہر مَوج میں گرداب کی صُورت

تلاطم خیز طُوفان ہے گناہوں کے تھپیڑے ہیں
الٰہی خیر ہو ایمان کے کمزور بیڑے ہیں

ہوائے شیطنت کمزور بیڑوں کو ڈبوتی ہے
مگر اولادِ آدم تختۂ غفلت پہ سوتی ہے

مَیں انسانوں کو اس طُوفانِ ذلّت سے بچاؤں گا
مَیں ان سوئے ہُوئے شیروں کی غیرت کو جگاؤں گا

وہی ضیغم جو تیرہ سو برس پہلے دہاڑے تھے
وہی پنجے جو حق نے سینۂ باطل میں گاڑے تھے

مُجھے ان کو اُٹھانا ہے مُجھے ان کو جگانا ہے
پُرانی گونج سے غوغائے باطل کو مٹانا ہے

پلا ساقی پلا وہ شعلۂ صہبائے ایمانی
کہ اُڑ جائیں دھواں بن کر وساوسہائے شیطانی

دہانِ خامہ میں ٹپکا وہ بادہ اپنے ساغر سے
کہ جس کا قطرہ قطرہ تازیانوں کی طرح برسے

شرابِ معرفت کا از سرِ نَو جام بھر ساقی
رگوں میں پھر رُلا نا آتشیں اسلام بھر ساقی

پلا مجھ کو پلا ساغر اُسی صہبائے وحدت کا　　کہ جس کی موج سے مُنہ پھیر دوں ہر فوجِ کثرت کا

مئے توحیدِ کُہنہ کا اٹھا سربستہ خُم ساقی　　سُنا مُردہ دلوں کو پھر وہی آوازِ قُم ساقی

مری فطرت کو ساقی بے نیازِ دو جہاں کر دے　　پیالہ سامنے دھر دے قلم میں زندگی بھر دے

زمانے میں نہیں مقصود میرا جُز خُدا کچھ بھی
مرے مُنہ سے نہ نکلے گا صداقت کے سوا کچھ بھی

مَیں نے یہ ساقی نامہ ۱۹۲۸ء میں لکھا تھا۔ اس وقت اس نیم براعظم میں مسلمان ایسی لمبی تان کر سو رہے تھے کہ ان کا جاگنا اور مردانہ وار زندگی کا ارادہ کرنا خیال میں بھی نہ آسکتا تھا۔ آج میں پچاس برس کا ہوں۔ مَیں نے یہ سارا زمانہ اس ملک کے مسلمانوں کو اس کتاب کے اشعار خود اپنی زبان سے سنانے اور دور و دراز گوشوں میں طبع شدہ آواز پہنچانے میں صرف کئے ہیں۔ آج ۱۹۴۹ء ہے۔ مسلمانوں نے زندگی کا ثبوت دیا ہے اور پاکستان قائم کرلیا ہے۔ شاید مسلمانوں کو جگانے کے سلسلے میں اللہ نے میری اس آواز سے بھی کام لیا ہے جو شاہنامہ کے اشعار میں قلمبند ہے۔

حفیظ

باب سوم

پیغمبر آخر الزماںؐ کی ولادت سے قبل کا زمانہ

غلبۂ باطل اور شیطان کا غرور

اندھیرا چھا چکا جب ظُلم کا دُنیائے ہستی پر
ہوا شیطاں مُسلّط ہر بلندی اور پستی پر

پہاڑوں پر چڑھا شیطاں زمیں پر اک نظر ڈالی
نظر آئی اُسے ہر مملکت ایمان سے خالی

بہت ہی خُوش ہوا ناز و تکبّر عود کر آیا
ہنسا اور کفر کے کلمے زبانِ نحس پر لایا

کہ میں ہوں میں ہی میں ہوں بادشہ اقصائے عالم کا
مرے قدموں کے نیچے تخت ہے اولادِ آدم کا

زمیں کو چار جانب سے مری ظلمت نے گھیرا ہے
مرے دامن کے نیچے اب اندھیرا ہی اندھیرا ہے

یہی انسان ہے، کیا وہ اسی انسان کا در تھا
ازل میں سامنے جس کے مرا جُھکنا مقدر تھا

مِرے قدموں پہ ہو اب جو مِرے سجدے کا طالب تھا
ابد تک میں ہی غالب ہوں ازل کے دن جو غالب تھا

اگر میں راندۂ درگاہِ باری ہوں تو یہ بھی ہے
اگر میں قابلِ دوزخ ہوں ناری ہوں تو یہ بھی ہے

یہ کہہ کر تن گیا منحوس پر پھیلا دیئے اپنے
مُرید اور چیلے چانٹے نام شیطاں کا لگے جپنے

پیغمبر آخر الزّماںؐ کے والد عبدُاللّٰہ

زمیں سے آسماں تک واقعی گہری سیاہی تھی
کہ جزم ماہ سے شاہی اسی کی تا بماہی تھی

یکایک جا پڑیں اس کی نگاہیں سنگِ اسود پر
ہوا لرزہ سا طاری شیطنت پر فطرتِ بد پر

یہ پتّھر مرکزِ عالم کا اک ثابت ستارا تھا
اسے جنّت سے حق نے ساتھ آدمؑ کے اتارا تھا

قریبِ سنگِ اسود اک جوانِ ہاشمی دیکھا
گروہِ ابنِ آدم میں نرالا آدمی دیکھا

نظر آیا کہ اس کے گرد ہے اک نُور کا ہالا
زمیں پر جس کے باعث ہی فروغِ عالمِ بالا

وہی نُورِ ازل معصوم چہرے سے ہویدا ہے
ازل سے جاودانی کامرانی جس پہ شیدا ہے

نرالے نوجواں کو دیکھ کر شیطان تھرّایا
جھلک ایمان کی دیکھی تو بے ایمان تھرّایا

زمیں ہلنے لگی کمبخت ایسے زور سے کانپا
خُدا کی قدر نہیں غافل نہیں، شیطان نے بھانپا

یہ عبدالمطلب کا نوجواں فرزند عبداللہ
نہیں ہے ملتفت کیوں جانبِ اصنامِ بیت اللہ

اٹھا رکھی ہے کیوں سوئے فلک پُر نور پیشانی
نظر آتا ہے کیوں ایوانِ فرش و عرش نورانی

ڈرا شیطاں سمجھ میں آگیا مقصد مشیّت کا
نظر آیا کہ یہ لڑکا ہے جوہر آدمیت کا

دلِ ناپاک سے بغض و حسد کا اک دھواں اٹھا
جگہ سے اپنی مثلِ شعلۂ آتش فشاں اٹھا

اٹھا غصّے میں اور اس نوجواں سے جنگ کی ٹھانی
مشیّت کے مقابل اپنی حیثیت نہ پہچانی

لگا اک وسوسہ بن کر جواں کے گرد منڈلانے
نگاہ و دل کی عفّت کو لگا رستے سے بھٹکانے

رہا کچھ دیر تک شیطان اپنی سعیِ باطل میں
نہ داخل ہو سکا لیکن یہ عبداللہ کے دل میں

خدا کا فضل تھا ہر دم شریکِ حالِ عبداللہ
نبی کا سایۂ اقبال تھا اقبالِ عبداللہ

بنتِ مُرّ الخثعمیہ اور شیطان

جواں نے کعبہ سے جب گھر کی جانب قصد فرمایا
تو شیطاں اس سے پہلے جانبِ مکّہ چلا آیا

یہاں پر بنتِ مُرّ الخثعمیہ اک حسینہ تھی
حسینہ تھی مگر اطوار و عادت میں کمینہ تھی

وہ پہلے سے جمال و حسنِ عبداللہ پہ مرتی تھی
مگر عرضِ تمنّا کر نہیں سکتی تھی ڈرتی تھی

اچانک ہوگیا اس پر مسلّط رنگِ شیطانی
رگوں میں بے حیائی بن کے دوڑا خونِ حیوانی[1]

اُدھر سے آرہا تھا یہ جوانِ پاک سیرت بھی
جسے آنکھیں جھکا کر شہر میں چلنے کی عادت تھی

ہُوئی آکر اچانک اب وہ عورت راہ میں حائل
نکالیں منہ سے بے شرمی کی باتیں سخت لایعنی

کہا سو اُونٹ لے لے اور مری جانب توجہ کر
شرابِ وصل کی خاطر گری ہوں تیرے قدموں پر

مرے گھر میں شرابِ ناب بھی موجود ہے پیارے
دراندازوں کا رستہ ہر طرف مسدود ہے پیارے

کہاں جاتا ہے آمل کر جوانی کے مزے لوٹیں
اندھیری رات میں جوشِ نہانی کے مزے لوٹیں

حیا و شرم کے باعث اِدھر گردن خمیدہ تھی
اُدھر عورت وفورِ جوشِ خوں سے آبدیدہ تھی

اب اُس نے اس طرح دستِ جواں کو زور سے کھینچا
زبردستی اُٹھا کر لے ہی جائے گی اسے گویا

---

[1] رحمۃ للعالمین جلد دوم صفحہ ۱۰۶ سردار عبداللہ کی عفتِ نفس کا ایک واقعہ ابونعیم و خرائطی و ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا ہے کہ فاطمہ بنتِ مر الخثعمیہ نے ان سے اظہارِ محبت کیا اور اپنی جانب متوجہ کرنے کے لئے سو اونٹوں کا عطیہ ان کو دینا چاہا۔ لیکن انہوں نے اس درخواست کے جواب میں یہ قطعہ پڑھ کر سنایا:-

اما الحرام فالممات دونہ
والحلّ لا حل فاستبینہ

فکیف الی الموء الذی تبعینہ
یحم الکریم عرضہ ودینہ

ترجمہ:- فعلِ حرام کے ارتکاب کرنے سے تو مرجانا ہی اچھا ہے۔ حلال کو بیشک میں پسند کرتا مگر اس کے لئے اعلان ضروری ہے۔ تم مجھے بہکاتی اور پھسلاتی ہو۔ مگر شریف انسان کو لازم ہے کہ اپنی عزت اور دین کی حفاظت کرے۔

سردار عبداللہ کی پاکیزگی

بدی کے جوش کو پایا جو یُوں ایمان کا طالب
جوانِ ہاشمی کی شرم پر غُصّہ ہُوا غالب

کراہت اور نفرت سے جھٹک کر ہاتھ عورت کا
زباں سے اِس طرح گویا ہُوا پُتلا شرافت کا

مُجھے معلُوم ہے کرتے نہیں اشراف کام ایسا
سمجھتا ہوں مَیں بدتر موت سے فعلِ حرام ایسا

اگر تو عقد کو کہتی تو شاید مان جاتا مَیں
مطابق رسمِ قومی کے تُجھے بیوی بناتا مَیں

مگر تو نے تو بے شرمی دکھائی اور بہکایا!
فریب و مکر سے مُجھ کو گنہ کرنے پہ اُکسایا!

تری صورت سے بھی ہے اب مجھے احساس نفرت کا
شریف انساں پہ لازم ہے بچانا دین و عزّت کا

متانت سے کہا جو کچھ کہا جھڑکا نہ دی گالی
فقط جاتے ہُوئے مردانہ غُصّے کی نظر ڈالی

دکھائی مردِ عالی ظرف نے جب شوکتِ ایماں
ہُوئی شرمندہ عورت پست ہو کر رہ گیا شیطاں

غرض اس حادثے کے بعد عبداللہ گھر پہنچا
سلامت لے کے ایماں کو پسر پیشِ پدر پہنچا

جلالِ ہاشمی سے مُشتعل تھا چہرۂ انور
کہ تھا عورت کی گُستاخی کا صدمہ زخم تھا دل پہ

پدر نے برہمی کا حال اُس سے پوچھنا چاہا
پسر چُپ تھا کہ چُپ رہنا ہی غیرت کا تقاضا تھا

کہا بابا طبیعت آج گھبرائی ہوئی سی ہے
اُداسی کی گھٹا دل پر مرے چھائی ہوئی سی ہے

اجازت ہو تو میں بہرِ شکار اِک دن چلا جاؤں
دل آبادی سے گھبرایا ہوا ہے اِس کو بہلاؤں

پدر بولا کہ اے جانِ پدر اچھّا چلے جانا
مگر دو اِک مسلّح خادموں کو ساتھ لے جانا

مجھے اکثر تمہاری جان کا رہتا ہے ڈر بیٹا
نہ جانے بات کیا ہے کیوں ہے یہ بیم و خطر بیٹا

وہاں دن بھر ٹھہرنا شام ہوتے گھر چلے آنا
جونہی سُورج چھپے تم شہر کے اندر چلے آنا

شیطان اور یہودی

اِدھر اِن باپ بیٹوں میں تو یہ تقریر ہوتی تھی
شکارِ آہوانِ دشت کی تدبیر ہوتی تھی

اُدھر شیطان ناکامی پہ سر دُھنتا ہوا نکلا
خود اپنے دل سے لعنت کی صدا سُنتا ہوا نکلا

نظر دوڑائی ہر جانب بلندی پر کھڑے ہو کر
بھیانک تھا ڈراتا تھا پہاڑوں کا سیہ منظر

تھا آدھی رات کا عالم خموشی ہی خموشی تھی
اندھیرے کے سبب سے ہر گنہ کی عیب پوشی تھی

حرم سے فاصلے پر دامنِ کہسار کے اندر
نظر آئی اسے اِک روشنی سی غار کے اندر

مسافر کچھ وہاں بیٹھے ہوئے اِس کو نظر آئے
خیال آیا کہ شاید میرا مطلب اِن سے بر آئے

اُڑا شیطان فوراً اس پہاڑی سے دُھواں بن کر
پہنچ کر اس جگہ کچھ دیر ٹھہرا غار کے در پر

مسافر تھے یہُودی قوم کے یہ پانچ سوداگر
کہ پلٹے جا رہے تھے شہر مکّہ سے سُوئے خیبر

یہاں ٹھہرے تھے شب کو صُبحدم پھر اُٹھ کے چلنا تھا
حجازی بدّوؤں سے راہ کترا کر نکلنا تھا

پڑھے لکھّے تھے باتیں کر رہے تھے قوم و مذہب کی
انہیں تورات میں بھی سُوجھتی تھی اپنے مطلب کی

کیا ذِکر ایک نے تورآت کی پیشین گوئی کا
کہ صحرائے عرب میں ظاہر اِک سچّا نبیؐ ہوگا

سُنی یہ بات تو اک دُوسرا دعوے سی بول اُٹھّا
نبی ہوگا تو وہ بیشک ہماری قوم سے ہوگا

پیمبر جُز بنی یعقُوبؑ پیدا ہو نہیں سکتا
کسی سے بھی زمانے میں یہ دعوٰی ہو نہیں سکتا

کہا پھر تیسرے نے ہم پہ راضی حق تعالیٰ ہے
ہماری برگزیدہ قوم سب قوموں سے بالا ہے

کہا چوتھے نے وہ سچّا نبی یثرب سے اُٹھّے گا
جو سچ پوچھو تو وہ ہوگا ہمارے ہی قبیلے کا

تڑپ کر پانچواں بولا نہیں ہم میں سے ہوگا وہ!
اگر ہوگا تو بیشک بالیقیں ہم میں سے ہوگا وہ!!

غرض پانچوں ہی اپنی بات پر اصرار کرتے تھے
دلیلیں دیتے تھے غُصّے میں بھرتے تھے بپھرتے تھے

اُدھر شیطاں کہ عیّاری و مکّاری میں ہے ماہر
بظاہر اک مقدّس شکل میں ان پر ہُوا ظاہر

سفید اس کی بھویں بُرّاق سی داڑھی تھی نُورانی
چمکتی تھیں مثالِ شعلہ آنکھیں اور پیشانی

عصا ہاتھوں میں اور لانبی سی اک تسبیح گردن میں
بہت ڈھیلی عبا چُھپ جائے انساں جس کے دامن میں

اندھیرے سی نکل کر روشنی میں اِس طرح آیا
یہودی ڈر گئے اور دفعتہً ہر ایک چلّایا

کہ اے ربّی ہمارے حال پر لطف و کرم فرما
ترے بندے ہوئے جاتے ہیں کرتے ہیں تجھے سجدہ

مگر شیطاں نے دی ان کو تسلّی اور یوں بولا
نہایت عارفانہ شان سے اُس نے دہن کھولا

کہ اے بچّو میں اُترا ہوں تمہیں تلقین کرنے کو
تمہارے مذہبی میلان پر تحسین کرنے کو

نبی کے مسئلے پر تم جھگڑتے تھے جو آپس میں
مَیں سُنتا تھا وہاں بیٹھا ہوا بیت المقدّس میں

خیال آیا کہ چل کر تم کو سیدھی راہ بتلاؤں
یہودی قوم کے اِک فائدہ کی بات سمجھاؤں

سنو اک بات کہتا ہوں بہت ہی رازداری کی
مخالف ہیں تمہارے طاقتیں پروردگاری کی

وہ عبدُ المُطّلب جو آج کل سردارِ مکّہ ہے
قریشی ہاشمی ہے مالک و مختارِ مکّہ ہے

پسر ہے اُس کا عبد اللہ تم اُس کو جانتے ہو گے
اسے مکّہ میں دیکھا ہو گا اور پہچانتے ہو گے

وہی لڑکا ہے جس کے صُلب سے ہو گا نبی پیدا
مشیّت آج کل ہے آلِ اسمٰعیل پر شیدا

مرے بچّو نبی پیدا ہُوا گر اس گھرانے میں
نہیں ہے پھر کوئی اپنا ٹھکانا اِس زمانے میں

وہ اسمٰعیل کی اولاد کو شاہی دلائے گا
یہودی قوم کے حصّے میں پھر کچھ بھی نہ آئے گا

یہودی قوم پر گویا خُدا نے قہر ڈھایا ہے
مجھے یہ اَمرِ پوشیدہ فرشتوں نے بتایا ہے

یہ قصّہ سنتے ہی جوش آ گیا پانچوں لعینوں کو
حسد سے بھر دیا شیطان نے تاریک سینوں کو

وہ بولے واقعی ہم پر ہمیشہ ظلم ہوتا ہے
نوازش دُوسروں پر ہے خُدا ہم کو ڈبوتا ہے

کہا شیطاں نے ایسی بات مُنہ سے مت نکالو تُم
بھلا چاہو تو اس لڑکے کو جا کر مار ڈالو تُم

سحر کے وقت وہ ان وادیوں میں آنے والا ہے
شکارِ آہُواں سے اپنا دل بہلانے والا ہے

اُٹھو تم بھی یہاں سے اور کرو جا کر شکار اُس کو
نہ جانے دو یہاں سے آج زندہ زینہار اُس کو

کہاں تک رنج اُٹھاؤ گے یہ جھگڑا ہی چکا ڈالو
کوئی خطرہ نہیں ہے دل سے اندیشے مٹا ڈالو

تم اس کارِ عظیمہ میں مری امداد پاؤ گے
بڑی شوکت ملے گی مال لاتعداد پاؤ گے

مری امداد سے تم کو حکومت ہاتھ آئے گی
یقیں رکھو تمہاری بادشاہی پھر نہ جائے گی

نہ مانو گے تو پھر اس کا ملے گا تم کو خمیازہ
جو چاہو تو ابھی کر لو مری طاقت کا اندازہ

یہ کہہ کر ایک پتّھر پر نگاہ شیطان نے ڈالی
اُڑا پتّھر جگہ سے باوجُودِ بے پر و بالی

بلندی پر تڑاقے سے پھٹا شعلہ ہُوا پیدا
پھر اس سے اِک ہیولیٰ پانچ گھوڑوں کا ہُوا پیدا

مرصّع تھے یہ گھوڑے جنگ کے ہر ساز و ساماں سے
یہ ساماں بھی مرصّع تھا عقیق و لعل و مرجاں سے

کہا شیطاں نے، یہ لو میں تمہیں رہوار دیتا ہُوں
ہر اِک کو ایک اک شمشیرِ جوہر دار دیتا ہُوں

سحر کے وقت نکلو غار سے میدان میں جاؤ
وہیں اُس نوجواں کو قتل کر ڈالو جہاں پاؤ

یہ کہہ کر دیکھتے ہی دیکھتے شیطان غائب تھا
اُسے مدِّ نظر اس وقت اظہارِ عجائب تھا

یہودی رہ گئے حیران اِس زورِ کرامت پر
بھروسا ہو گیا اب اُن کو اس کاہن کی قوّت پر

اگرچہ یہ بہادر ہمّت و جرأت میں یکتا تھا
مگر وہ چار تھے ، کم عمر تھا یہ اور تنہا تھا

دکھائی اِس جری کے بازوؤں نے دیر تک چُستی
بالآخر خُون بہ جانے سے آئی جسم میں سُستی

وہب بن عبد مناف والدِ سیّدہ آمنہؓ

بنو زہرہ میں اک مردِ معمّر وہب نامی تھا
قریشی نسل میں یہ شخص بھی ماہ تمامی تھا

تھی اس کے گھر میں اک دختر جو ایسی پاک سیرت تھی
کہ اس کی ذات سے لفظِ حیا داری کی عزّت تھی

عرب میں آمنہؓ مشہور تھا نام اس عفیفہ کا
(اسی کی گود گہوارہ بنی دینِ حنیفہ کا)

بہت ہی فکر رہتی تھی پدر کو عقدِ دختر کی
بنی ہاشم میں تھی اس کو تلاش و جستجو بَر کی

روایت ہے کہ اُس دن ہو گیا تھا اونٹ گم اس کا
وہ اس کو ڈھونڈتا پھرتا تھا اِس جانب بھی آنکلا

بلندی سے اسے اس جنگ کا نقشہ نظر آیا
یہودی قاتلوں کے بس میں اک لڑکا نظر آیا

نظر آیا وہ لڑکا برسرِ پیکار چاروں سے
بہت ہی تن دہی سے لڑ رہا تھا بختہ کاروں سے

خیال آیا کہ ملنی چاہیے امداد لڑکے کو
مبادا قتل کر دیں مل کے یہ جلّاد لڑکے کو

مگر اُٹھا جونہی امداد کرنے کے ارادے سے
نہ جانے کیوں اُلجھ کر رہ گیا اپنے لبادے سے

پھر اُٹھا جب دوبارہ پاؤں پھسلا ایک پتّھر سے
چٹان اُبھری ہوئی تھی ایک وہ ٹکرا گئی سر سے

اٹھا پھر تیسری بار اور چاہا جلد اُتر جاؤں — جوانِ ہاشمی کو قتل ہونے سے بچا لاؤں

مگر اب کے ہُوا اک اژدہا اس راہ میں حائل — کہ جس کے خوف سے ساری عزیمت ہوگئی زائل

یہ مرداب دُور ہی بیٹھا ہوا حسرت سے تکتا تھا — جوانِ ہاشمی کے واسطے کچھ کر نہ سکتا تھا

نظر آیا کہ لڑکا سُست ہے زخموں کی شدّت سے — یہودی پے بہ پے حملے کئے جاتے ہیں قوّت سے

خیال آیا مری آواز سے شاید وہ ڈر جائیں — یہاں اک شخص کو موجود سمجھیں اور باز آئیں

مگر جونہی یہ سوچا اور نعرہ مارنا چاہا — وہیں گھونٹا کسی نے حلق اور بٹھلا دیا چپکا

حقیقت میں یہ سب شیطان کی فتنہ طرازی تھی — مدد کے راستے میں ہر رکاوٹ حیلہ سازی تھی

رہی جب اس طرح ہر مرتبہ تدبیر ناکارہ — نظر آیا نہیں تقدیر سے انسان کو چارہ

مگر اس بے گنہ کا قتل ہونا میں نہ دیکھوں گا — نہیں کچھ اور کر سکتا تو آنکھیں بند کر لوں گا

مگر اتنے میں اس کو اور ہی نقشا نظر آیا — زمیں سے تا فلک اک نُور کا جلوا نظر آیا

نظر آیا اُترنا چار نُورانی فرشتوں کا[1] — اور ان کو دیکھتے ہی بھاگنا ان بدسرشتوں کا

---

[1] تذکرۃ الرسول و آبائہ العدول صفحہ ۳۲ - یہودیوں نے علامات نور محمدی آپ میں پاکر چند بار ہلاکت کا قصد کیا - مگر ہمیشہ ناکام رہے - ایک مرتبہ آپ شکار کے لئے گئے تھے - دشت میں تنہا پاکر آپ کی ہلاکت کا قصد کیا - اتفاق سے اس وقت وہب ابن عبد مناف والد آمنہ رض بھی وہاں آگئے - انہوں نے دیکھا کہ چند سوار غیب سے ظاہر ہوئے اور حضرت عبداللہ کے دشمنوں پر حملہ کرکے ان کو بھگا دیا - یہ حال دیکھ کر ان کے دل میں آرزو پیدا ہوئی کہ اپنی صاحبزادی حضرت آمنہ کا عقد آپ سے کردیں -

گرا کر قاتلوں کو بھاگ اُٹھے رہوارِ شیطانی
زمیں پر سر پٹکتے رہ گئے غولِ بیابانی

جواں نے اب تعاقب کر کے مارا اِن لعینوں کو
نہ شیطاں دے سکا کوئی سہارا اِن لعینوں کو

یہ صُورت دیکھ کر مردِ معمّر ہو گیا حیراں
یقیں آیا، کہ ہے یہ ہاشمی لڑکا بہت ذیشاں

اُٹھا تو راستے میں اب نہ کوئی اژدہا دیکھا
وہاں پہنچا تو پانچوں قاتلوں کا سر کٹا دیکھا

پڑے تھے پانچ لاشے ایک اِک سے دُور سب تنہا
کھڑا تھا اک جگہ فرزندِ عبد المُطّلب تنہا

غرض زخمی جواں کو ساتھ لے کر وہب گھر آیا
یہ سارا ماجرا اُس کے پدر کو جا کے بتلایا

پھر اپنی نیک دُختر بیاہ دی اس شیرِ صَولت سے
خُوشی اس بیاہ کی سب نے منائی شان و شوکت سے

بہم دُولہا دُلھن تھے صورت و سیرت میں لاثانی
قسم کھاتی تھی ان کا نام لے کر پاک دامانی

وہ نُورِ لم یزل جس کی ضیا تھی رُوئے اَنور میں
نظر آنے لگی اس کی جھلک تقدیرِ مادرؓ میں

سردار عبداللہ کا انتقال

گئے پھر کُچھ دنوں کے بعد سُوئے شام عبداللہ
وہاں سے پلٹے آتے تھے کہ آئی مَوت ہی ناگاہ

جوانی میں ہُوا یثرب کے اندر انتقال اُن کا
رہا اب آمنہ کے واسطے رنج و ملال اُن کا

لئے بیٹھی تھیں اب گھر میں امانت اپنے شوہر کی
کہ تھی بطنِ صدف میں روشنی اِک پاک گوہر کی

اصحابِ فیل کا بیان

ہوئی شیطان کو اِس مرتبہ بھی سخت ناکامی
تو قبضے میں کیا اِک شخص اُس نے ابرہہ[۱] نامی

یہ حاکم تھا یمن کا اور حبش کی فوج کا افسر
تھا اِس کے پاس خونی ہاتھیوں کا اک بڑا لشکر

یمن میں ڈالی تھی بنیاد اُس نے اِک کلیسا[۲] کی
دیا تھا حکم پُوجا ہو یہاں تصویرِ عیسےٰ کی

مگر آئے نہ اِس ڈھب پر بتوں کے پُوجنے والے
اگرچہ ابرہہ نے مُلک پر ڈورے بہت ڈالے

اگرچہ نامِ حق سے سربسر یہ لوگ عاری تھے
بتانِ کعبہ کے اہلِ عرب لیکن پجاری تھے

کوئی رونق نہ پائی جب یمن والے کلیسا نے
کسی کا دل نہ کھینچا اُلفتِ تصویرِ عیسیٰ نے

درِ تثلیث پر گردن جھکائی جب نہ انساں نے
تو یہ پٹّی پڑھائی ابرہہ کو نفسِ شیطاں نے

کہ مکّے میں جو کعبہ ہے اُسے جب تک نہ ڈھاؤ گے
اُٹھا کر سنگِ اسود کو یہاں جب تک نہ لاؤ گے

وہاں جب تک براہیمی عبادت گاہ باقی ہے
عرب والوں میں رسمِ حجِّ بیتُ اللہ باقی ہے

تمہارے اِس کلیسا کی طرف کوئی نہ آئے گا
تمہارا دین دُنیا میں کبھی رونق نہ پائے گا[۳]

---

[۱] اسے ابرہۃ الاشرم کہتے تھے۔ کیونکہ اس کے ہونٹ اور ناک کسی لڑائی میں نیزے کی انی سے چھد گئے تھے۔ یہ شخص اگرچہ حبش کا باجگزار تھا۔ مگر یمن میں حاکم علی الاطلاق بنا ہوا تھا۔ اس کا مذہب عیسائی تھا۔ (مصنّف)

[۲] یہ کلیسا یمن کے پایۂ تخت صنعا میں ابرہہ نے تعمیر کیا تھا۔

[۳] دیکھو تغیر غلبۂ روم از مولانا ظفر علی خاں صفحہ ۱۳-۱۴

خُدا کے خانۂ وحدت کو ڈھا دینا ہی لازم ہے
نشانِ حق زمانے سے مٹا دینا ہی لازم ہے

پڑا اس خُوئے بد پر وار شیطاں کا بڑا کاری
کہ فوراً ابرہہ اشرم نے کی حملے کی تیاری

ہُوا تیار خُونی ہاتھیوں کا اِک بڑا لشکر
چلا مکّے کی جانب ابرہہ اِس فوج کو لے کر

تھا آگے آگے اک فیلِ سفید اس کی سواری میں
اکڑ کر ابرہہ بیٹھا تھا اِک زرّیں عماری میں

رواں تھیں پیچھے پیچھے ہاتھیوں کی جنگجو فوجیں
سمندر کی اندھیری رات میں طُوفان کی موجیں

یہ لشکر جا رہا تھا کعبۃ اللہ کے گرانے کو
زمیں سے نامِ حق کا مرکزی نُقطہ مٹانے کو

یمن سے مکّہ تک آبادیاں جو راہ میں آئیں
وہاں اس فوج نے بربادیاں ہر سمت پھیلائیں

کبھی دیکھے نہ تھے ہاتھی عرب کے رہنے والوں نے
اثر ان پر کیا شمشیر و خنجر نے نہ بھالوں نے

مشرکین مکّہ کا فرار

یہ خبریں اہلِ مکّہ نے سُنیں اور سخت گھبرائے
دلوں پر وسوسے شیطان نے فی الفور پھیلائے

اگرچہ بُت پرستی کی نہیں رکھّی تھی حدّ کوئی
ہُبل اور لات و عزّیٰ نے نہ کی ان کی مدد کوئی

قریش ان ہاتھیوں سے خوف کھا کر دفعتہً بھاگے
پہاڑوں میں چُھپے جا کر کوئی پیچھے کوئی آگے

یہ سب خوف و خطر تھا بُت پرستی ہی کا خمیازہ
کہ برہم ہو چکا تھا ان کی یک جہتی کا شیرازہ

دلائی ان کو عبدُ المطّلب نے گو بہت غیرت
نہ دکھلائی مگر نسلِ قریشی نے کوئی جُرأت

تھے عبد المُطّلب یا بیٹے پوتے ان کے دس بارا
یہی باقی تھے، باقی شہر خالی ہو گیا سارا

یہ اَولاد تھی والِد یہ سالارِ مکّہ تھا
یہی کعبے کا خادم تھا، یہی سردارِ مکّہ تھا

سردار عبدُ المطّلب اور ابرہہ اشرم کی گفتگو

سحر کے وقت اِک بدُّو یہ مکّے میں خبر لایا
کہ لشکر فیل والوں نے حرم کی حد پہ ٹھیرایا

چراگاہوں میں خاک اُڑنے لگی ہے ظُلم کے مارے
پکڑ کر اُونٹ عبد المُطّلب کے لے گئے سارے

ہُوئے تیّار عبد المطّلب بھی یہ خبر سُن کر
تنِ تنہا چلے گھوڑے پہ چڑھ کر جانبِ لشکر

وہاں پہنچے تو ان کو ابرہہ نے دُور سے دیکھا
کہ اِک مردِ معمّر آ رہا ہے بے دھڑک تنہا

نشاں چہرے سے ظاہر ہیں بزرگی کے امارت کے
شرافت کے نجابت کے تقدّس کے طہارت کے

وہ ان کی پیشوائی کے لئے باہر نکل آیا
بڑی عزّت سے اپنی بارگہ میں لا کے بٹھلایا

کہا فرمایئے کیا نام ہے کیا کام ہے صاحب؟
بیاں کیجے یہاں آنے کا اپنے مقصد و مطلب

کہا اہلِ عرب کہتے ہیں عبد المطّلب مجھ کو
نہیں ہے آپ سے کوئی غرض کوئی طلب مجھ کو

ہنکا لائے ہیں میرے اُونٹ جا کر آپ کے چاکر
مَیں آیا ہُوں کہ لے جاؤں یہاں سے اُونٹ لوٹا کر

سُنی یہ بات تو حیران ہو کر ابرہہ بولا
کہ شاید تم نے اپنی بات کو دل میں نہیں تولا

یہ ظاہر ہے مَیں آیا ہُوں یہاں کعبہ گرانے کو
تمہارے جدِّ امجد کی عبادت گاہ ڈھانے کو

تعجّب ہے کہ اِک ناچیز شے کا ذکر کرتے ہو
نہیں کعبے کی فکر اُونٹوں کی اپنے فکر کرتے ہو

تمہیں لازم تھا عزّت کے مطابق گُفتگُو کرتے
خُدا کا گھر بچانے کے لئے کچھ آرزو کرتے

یہ طعنہ سُن کے عبدُ المطّلب بولے متانت سے
کہ ناواقف ہو تم قومِ عرب کے کیش و ملّت سے

صداقت ہی یہی مَیں اپنی شے کا ذکر کرتا ہُوں
کہ میرا مال ہیں اُونٹ اس لئے میں فکر کرتا ہُوں

کرے گا فکر اپنے گھر کی جو اِس گھر کا مالک ہے
کہ جو اس گھر کا مالک ہے، وہ بحر و بر کا مالک ہے

یہ سُن کر ابرہہ چُپ ہو گیا سب اُونٹ دلوائے
یہاں سے اُٹھ کے عبدالمطّلب چُپ چاپ گھر آئے

اصحابِ فیل کے حملے کی صُبح

بالآخر نُور نے اس رات کے آثار بھی میٹے
ہُوئے تیار عبدالمطّلب اور ان کے سب بیٹے

دُعا مانگی جنابِ آمنہؓ کو پاس بٹھلا کر
کہ اے کعبے کے مالک نصرتِ غیبی مہیا کر

یہ عالی شان بچّہ جو ابھی ہے بطنِ مادر میں
بشارت تھی کہ اِس کا نور چمکے گا ترے گھر میں

اسی کے واسطے سی ہم دعا کرتے ہیں اے مالک
سوا تیرے کسی سے ہم نہیں ڈرتے ہیں اے مالک

بچالے یورشِ دشمن سے اپنے گھر کی حرمت کو
بچالے آلِ اسمٰعیلؑ کے سامانِ عزت کو

دعائیں مانگ کر اُٹھے فرازِ کوہ پر آئے
یہاں سے فوجِ دشمن کے انہیں نقشے نظر آئے

غبار اٹھتا نظر آیا حرم کے اِک کنارے سے
فلک کا رنگ پھیکا پڑ گیا تھا اس نظارے سے

چڑھی آتی تھی کعبے پر گھٹا ظلمت کی صحرا سے
ستارے ڈر کے مارے ہو گئے رُوپوش دُنیا سے

سحر نے بسترِ مشرق سے لی جب اُٹھ کے انگڑائی
افق پر کالے کالے ہاتھیوں کی چھاؤنی چھائی

ہنسا شیطاں کہ بر آنے لگی اس کی اُمید آخر
بڑھایا ابرہہ نے فوج سے فیلِ سفید آخر

قطاریں ہاتھیوں کی پیچھے پیچھے بڑھتی آتی تھیں
بروئے کعبہ یہ کالی گھٹائیں چڑھتی آتی تھیں

کہیں آنکس کہیں تیغے کہیں برچھے چمکتے تھے
مہاوت ہاتھیوں کو ریلتے تھے کفر بکتے تھے

حرم کی حد میں یوں جب چیرہ دستی کا سماں دیکھا
زمیں نے خوف سے تھرّا کے سُوئے آسماں دیکھا

ہاتھی سجدے میں

اُٹھائی تیغ، اب غصے میں عبد المطّلب اُٹھے
فدائے کعبہ ہو جانے کو با غیظ و غضب اُٹھے

مگر اٹھتے ہی ان کو اور ہی نقشا نظر آیا
جلالِ ربِّ کعبہ کا عجب جلوا نظر آیا

حَرَم کی حد میں آیا ابرہہ تو رُک گیا ہاتھی ‫ ‫ پئے تعظیمِ کعبہ عاجزی سے جُھک گیا ہاتھی
گرا سجدے میں سر ایسا کہ پھر اوپر نہیں اُٹھا ‫ ‫ ہزار آنکس پڑے تن پر مگر یہ سر نہیں اُٹھا
یکایک ابرہہ نے مڑ کے دیکھا فوج کی جانب ‫ ‫ حرم کی سرزمیں پر بڑھنے والی موج کی جانب
نظر آیا قطاراں در قطاراں رُک گئے ہیں سب ‫ ‫ بروئے کعبہ سجدے کر رہے ہیں جُھک گئے ہیں سب
تعجب اور گھبراہٹ کا ہنگامہ ہے پیش و پس ‫ ‫ مہاوت مارتے ہیں ہاتھیوں پر پے بہ پے آنکس
پڑے ہیں اس طرح ہاتھی کہ جُنبش ہی نہیں کرتے ‫ ‫ خدا کا ڈر ہے دل میں آج شیطاں سے نہیں ڈرتے

اصحابِ فیل کا حشر

نکالی ابرہہ نے تیغ ہاتھی سے اُتر آیا ‫ ‫ مُخاطب کر کے اپنی فوج کو کم بخت چلّایا
کہ بُزدِل ہاتھیوں کو چھوڑ کر آگے بڑھیں فوجیں ‫ ‫ بہادیں آج کعبے کو اٹھیں لہریں، چڑھیں موجیں
یہ کہنا تھا کہ چھائی آسماں پر ایک بدلی سی ‫ ‫ فضا میں روشنی مہر کر دی جس نے گدلی سی
بلندی پر سے عبد المطّلب حیرت سے تکتے تھے ‫ ‫ کہ وہ خطّہ جہاں یہ لوگ ایسا کُفر بکتے تھے
وہاں زیرِ فلک ساری فضا پر چھا گئیں چڑیاں ‫ ‫ خُدا جانے کہاں سے جمع ہو کر آ گئیں چڑیاں
یہ ننّھی منّی چڑیاں تھیں ابابیلوں کا لشکر تھا ‫ ‫ ذرا سی چونچ میں نازک سے ہر پنجے میں کنکر تھا

نہ کی جب ابرہہ نے اِک ذرا بھی حُرمتِ کعبہ
ابابیلوں نے کی آکر یکایک نصرتِ کعبہ

بلندی سے ابابیلوں نے پھینکے اِس طرح کنکر
کہ چھلنی کی طرح سے چھد گئی یہ فوج بد اختر

وہ ظالم ابرہہ اور اُس کے ساتھی ایک ساعت میں
پڑے تھے سب کے سب دُھنکی ہوئی رُوئی کی صُورت میں

وہ فوجیں اور وہ ہاتھی اور اُن کے ہانکنے والے
خُدا کے قہر نے اِک آن میں پامال کر ڈالے

یہ زندہ مُعجزہ دکھلا دیا اُس مہرِ انور نے
چُھپا رکھا تھا جس کو عصمتِ دامانِ مادر نے

یہ پوتا واسطے سے جِس کے دادا نے دُعا مانگی
وہ جس کے نام سے نادیدہ تائیدِ خُدا مانگی

وہ بچّہ آمنہ کے گھر میں پیدا ہونے والا تھا
وہ نُور اب چند ہی دن میں ہویدا ہونے والا تھا

جہاں کے واسطے امن و اماں کے دَور باقی تھے
وہ دن آنے کو تھا بس دو مہینے اَور باقی تھے

لہ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝ وَّ اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝
(پ الفیل ع ۵)

تُو نے دیکھا کہ تیرے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔ کیا اس نے اس گروہ کے کیا داؤ منصوبوں کو باطل نہیں کیا۔ اور ان کے مقابلے کے لئے ابابیلوں کا لشکر نہیں بھیجا۔ جو ان پر سنگریزوں کی بوچھاڑ کرتا تھا۔ یہاں تک کہ ان کے جسم کھائے ہوئے بُھس کی طرح ہو گئے۔

بابِ چہارم

ختم المرسلین۔ رحمۃ للعالمین

ولادتِ باسعادت

طلسمِ کُن سے قائم بزمِ ہست و بُود ہو جانا
اِشارے ہی سے موجُودات کا موجُود ہو جانا

عناصر کا شعُورِ زندگی سے بہرہ ور ہونا
لپٹ کر آب و خاک و باد و آتش کا بشر ہونا

یہ کیا تھا کس لئے، کس کے لئے تھا، مدّعا کیا تھا؟
یُونہی تھا یا کوئی مقصد تھا، آخر ماجرا کیا تھا؟

وہ جلوہ جو چھپا بیٹھا تھا اپنے رازِ پنہاں میں
در آیا کیوں تماشا بن کے وہ بازارِ امکاں میں

یہ کس کی جستجو میں مہرِ عالمتاب پھرتا تھا
ازل کے روز سے بیتاب تھا بیخواب پھرتا تھا

یہ کس کی آرزو میں چاند نے سختی سہی برسوں
زمیں پر چاندنی برباد و آوارہ رہی برسوں

یہ کس کے شوق میں پتھرا گئیں آنکھیں ستاروں کی
زمیں کو تکتے تکتے آ گئیں آنکھیں ستاروں کی!

کروڑوں رنگتیں کس کے لئے ایام نے بدلیں
پیاپے کروٹیں کس دُھن میں صُبح و شام نے بدلیں

یہ کس کے واسطے مٹّی نے سیکھا گُل فشاں ہونا
گوارا کر لیا پھولوں نے پامالِ خزاں ہونا

یہ سب کچھ ہو رہا تھا ایک ہی امید کی خاطر
یہ ساری کاہشیں تھیں ایک صبحِ عید کی خاطر

مشیّت تھی کہ یہ سب کچھ تہِ افلاک ہونا تھا
کہ سب کچھ ایک دن نذرِ شہِ لولاکؐ ہونا تھا

خلیل اللہ نے جس کے لئے حق سے دُعائیں کیں
ذبیح اللہ نے وقتِ ذبح جس کی التجائیں کیں

جو بن کر روشنی پھر دیدۂ یعقوبؑ میں آیا
جسے یوسفؑ نے اپنے حُسن کے نیرنگ میں پایا

کلیم اللہ کا دل روشن ہوا جس ضَو فشانی سے
وہ جس کی آرزو بھڑکی جوابِ لن ترانی سے

وہ جس کے نام سے داؤد نے نغمہ سرائی کی
وہ جس کی یاد میں شاہِ سلیماں نے گدائی کی

دلِ یحییٰ میں ارماں رہ گئے جس کی زیارت کے
لبِ عیسیٰؑ پہ آئے وعظ جس کی شانِ رحمت کے

وہ دن آیا کہ پُورے ہو گئے تورات کے وعدے
خُدا نے آج ایفا کر دیئے ہر بات کے وعدے

مرادیں بھر کے دامن میں مناجاتِ زبُور آئی
امیدوں کی سحر پڑھتی ہوئی آیاتِ نُور آئی

نظر آئی بالآخر معنئ انجیل کی صورت
ودیعت ہوگئی انسان کو تکمیل کی صورت

اندھیری رات کے پردے سے کی حق نے سحر پیدا
ہُوا بہرِ بصیرت کُحلِ مَازَاغَ البَصَر پیدا

ربیعُ الاوّل اُمیدوں کی دُنیا ساتھ لے آیا
دُعاؤں کی قبولیت کو ہاتھوں ہاتھ لے آیا

خُدا نے ناخدائی کی خُود انسانی سفینے کی
کہ رحمت بن کے چھائی بارھویں شب اس مہینے کی

ازل کے روز جس کی دھوم تھی وہ آج کی شب تھی
ارادے ہی میں جو مرقوم تھی وہ آج کی شب تھی

مشیت ہی کو جو معلُوم تھی وہ آج کی شب تھی
جو قسمت کے لئے مقسُوم تھی وہ آج کی شب تھی

نئے سر سے فلک نے آج بختِ نوجواں پایا
خزاں دیدہ زمیں پر دائمی رنگِ بہار آیا

اُدھر سطحِ فلک پر چاند تارے رقص کرتے تھے
اِدھر روئے زمیں کے نقش بنتے تھے سنورتے تھے

سمندر موتیوں کو دامنوں میں بھر کے بیٹھے تھے
جبل لعل و جواہر کو مہیا کر کے بیٹھے تھے!

زمرد وادیوں میں سبزہ بن کر ہر طرف بکھرا
ہُوئی بارانِ رحمت ہر شجر کا رنگ رخ نکھرا

ہوائیں پے بہ پے اک سرمدی پیغام لاتی تھیں
کوئی مژدہ تھا جو ہر گوشِ گُل میں کہہ سناتی تھیں

گلے پھولوں سے ملتے جا رہے تھے پھُول گلشن میں
گلے مِل مِل کے کِھلتے جا رہے تھے پھُول گلشن میں

تبسم ہی تبسم تھے نظارے لالہ زاروں کے
ترنم ہی ترنم تھے کنارے جوئباروں کے

جہاں میں جشنِ صبحِ عید کا سامان ہوتا تھا
فقط شیطان تنہا اپنی ناکامی پہ روتا تھا

نظر آئیں جو محکم فطرتِ کامل کی بنیادیں
دھڑک کر زلزلے سے ہل گئیں باطل کی بنیادیں

ستوں مکے میں قائم ہو گئے جب دینِ بیضا کے
گرے غش کھا کے چودہ کنگرے ایوانِ کسریٰ کے

سرِ فاراں پہ لہرانے لگا جب نور کا جھنڈا
ہوا اک آہ بھر کر فارس کا آتشکدہ ٹھنڈا

بجائی آج اسرافیل نے پُر کیف شہنائی
ہوئی فوجِ ملائک جمع زیرِ چرخِ مینائی !

ندا آئی دریچے کھول دو ایوانِ قدرت کے
نظارے خود کرے گی آج قدرت شانِ قدرت کے

یکایک ہو گئی ساری فضا تمثالِ آئینہ
نظر آیا معلق عرش تک اک نور کا زینہ

خدا کی شانِ رحمت کے فرشتے صف بصف اُترے
پرے باندھے ہوئے سب دین و دنیا کے شرف اُترے

سحابِ نور آ کر چھا گیا مکے کی بستی پر
ہوئی پھولوں کی بارش ہر بلندی اور پستی پر

ہوا عرشِ معلّٰی سے نزولِ رحمتِ باری
تو استقبال کو اٹھی حرم کی چار دیواری

صدا ہاتف نے دی اے ساکنانِ خطۂ ہستی
ہوئی جاتی ہے پھر آباد یہ اُجڑی ہوئی بستی

مبارکباد ہے اُن کے لئے جو ظلم سہتے ہیں
کہیں جن کو اماں ملتی نہیں برباد رہتے ہیں

مُبارکباد بیواؤں کی حسرت زا نگاہوں کو
اثر بخشا گیا نالوں کو فریادوں کو آہوں کو

ضعیفوں بیکسوں آفت نصیبوں کو مُبارک ہو
یتیموں کو غلاموں کو غریبوں کو مُبارک ہو

مُبارک ٹھوکریں کھا کھا کے پیہم گرنے والوں کو
مُبارک دشتِ غربت میں بھٹکتے پھرنے والوں کو

خبر جا کر سُنا دو شش جہت کے زیر دستوں کو
زبردستی کی جرأت اب نہ ہوگی خود پرستوں کو

معیّن وقت آیا زورِ باطل گھٹ گیا آخر
اندھیرا مِٹ گیا ظُلمت کا بادل چھٹ گیا آخر

مُبارک ہو کہ دورِ راحت و آرام آپہنچا
نجاتِ دائمی کی شکل میں اِسلام آپہنچا

مُبارک ہو کہ ختم المرسلیںؐ تشریف لے آئے
جنابِ رحمۃٌ للعٰلمینؐ تشریف لے آئے

بصد اندازِ یکتائی بغایت شانِ زیبائی
امیں بن کر امانت آمنہؓ کی گود میں آئی

ندا ہاتف کی گونج اُٹھی زمینوں آسمانوں میں
خموشی دب گئی اللہُ اکبر کی اذانوں میں

حریمِ قدس سے میٹھے ترانوں کی صدا گونجی
مُبارکباد بن کر شادیانوں کی صدا گونجی

ل؎ اِنَّ اللہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ۚ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (پ ۲۲ الاحزاب ع ۵۶)

تحقیق اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی اس پر بہت درود اور سلام بھیجو۔

خُوشی نے زندگی کی رُوح دوڑا دی ہواؤں میں بہر سُو نعرۂ صلِّ علیٰ گُونجا فضاؤں میں

فرشتوں کی سلامی دینے والی فوج گاتی تھی

جنابِ آمنہؓ سُنتی تھیں یہ آواز آتی تھی

سَلام

سلام اے آمنہؓ کے لال اے محبُوبِ سُبحانی

سلام اے فخرِ موجُودات فخرِ نَوعِ انسانی

سلام اے ظلِّ رحمانی، سلام اے نُورِ یزدانی

ترا نقشِ قدم ہے زِندگی کی لَوحِ پیشانی!

سلام اے سِرِّ وحدت اے سراجِ بزمِ ایمانی

زہے یہ عزّت افزائی، زہے تشریف ارزانی

ترے آنے سے رونق آگئی گلزارِ ہستی میں
شریکِ حالِ قسمت ہو گیا پھر فضلِ ربّانی

سلام اے صاحبِ خُلقِ عظیم انساں کو سِکھلا دے
یہی اعمالِ پاکیزہ یہی اشغالِ رُوحانی

تری صورت، تری سیرت، ترا نقشا، ترا جلوہ
تبسّم، گُفتگو، بندہ نوازی، خندہ پیشانی!

اگرچہ فَقر ُفخرِی رُتبہ ہے تیری قناعت کا
مگر قدموں تلے ہے فرِ کسرائی و خاقانی

زمانہ منتظر ہے اب نئی شیرازہ بندی کا
بہت کُچھ ہو چکی اجزائے ہستی کی پریشانی

زمیں کا گوشہ گوشہ نُور سے معمُور ہو جائے
ترے پرتو سے مل جائے ہر اک ذرّے کو تابانی

حفیظِ بے نوا کیا ہے گدائے کوچۂ اُلفت!
عقیدت کی جبیں تیری مروّت سے ہے نوُرانی
ترا دَر ہو مِرا سر ہو، مِرا دل ہو ترا گھر ہو
تمنّا مختصر سی ہے مگر تمہید طوُلانی!

سلام، اے آتشیں زنجیرِ باطل توڑنے والے
سلام، اے خاک کے ٹوُٹے ہوئے دل جوڑنے والے

آنحضرت کے دادا عبدُالمطّلب کو خبر ملتی ہے

تھے عبدالمطلب کے بیٹے پوتے اور دس بارا
پھلا پھولا نظر آتا تھا اپنا خاندں سارا

اگرچہ بولہب، عباس، حمزہ اور ابُو طالب
سبھی زندہ تھے عبداللہ کا غم تھا مگر غالب

جوانی کے دنوں میں اک نرالا خواب دیکھا تھا
درختِ نسلِ ہاشم اس قدر شاداب دیکھا تھا

لہ بیان کیا جاتا ہے کہ عبدالمطلب کے بہت بیٹے تھے۔ حارث، زبیر، ابوطالب، عبدالکعبہ، عبداللہ، ابولہب، مقوم، حجل، مغیرہ، حمزہ، ضرار، قثم، عباس، غیداق، مصعب۔ مگر مورخین کو دس کے حالات معلوم ہوئے ہیں۔ ان میں سے اکثر کی اولاد چلی اور اب تک نسل باقی ہے۔ یہ سب مُطلبی کہلاتے ہیں۔ زُبیر، ابُوطالب اور عبدالکعبہ اور عبداللہ یہ چاروں ایک ماں کے بطن سے تھے۔ (دیکھو رحمۃ للعلمین جلد دوم صفحہ ۵۰)

ٹہ مولوی عبدالحلیم شرر نے اپنی کتاب خاتم المرسلین میں اس خواب کی تفصیل عبدالمطلب کی زبان سے اس طرح بیان کی ہے "عبدالمطلب کا بیان ہے کہ میں ایک دن کعبہ کے کٹھرے کے اندر سو رہا تھا ناگہاں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک درخت زمین سے اُگا اور بڑھنے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے آسمان سے جالگا۔ اور اس کی ٹہنیاں مشرق و مغرب تک پھیل گئیں۔ پھر اس میں ایک روشنی نظر آئی جس سے صاف روشنی میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ پھر کیا دیکھتا ہوں کہ اہلِ عرب و عجم اس کے سامنے جھک رہے ہیں۔ اور وہ درخت باعتبار عظمت و روشنی ساعت بساعت بڑھتا جا رہا ہے۔ اسی حالت میں قریش میں سے بعض لوگ تو اس کی ٹہنیوں سے لپٹ گئے اور بعض نے ارادہ کیا کہ اسے کاٹ ڈالیں جب اس کے قریب پہنچے تو ایک نورانی نوجوان نمودار ہوا جس سے خوشبو کی لپٹیں آرہی تھیں۔ اس نے آتے ہی ان سب کو مار کے ہٹا دیا۔ اور ایسے حملے کئے کہ ان کی پیٹھیں توڑ ڈالیں اور آنکھیں نکال لیں۔ یہ دیکھ کر میں نے چاہا کہ ہاتھ بڑھا کر درخت کی کوئی شاخ پکڑوں مگر نہ پا سکا (ختم المرسلین)

کہ اس کے سائے میں دونوں جہاں معلوم ہوتے تھے
مکان و لامکاں دو ٹہنیاں معلوم ہوتے تھے

وہ عبداللہ کو اس خواب کی تعبیر سمجھے تھے
اسی رُخ کو کتابِ نُور کی تفسیر سمجھے تھے

جوانی ہی میں لیکن ہو گیا جب انتقال ان کا
رہا بُوڑھے پدر کے قلب میں رنج و ملال ان کا

جوانا مرگیٔ فرزند سے ناشاد رہتے تھے
بچاری حاملہ بیوہ بہُو کا رنج سہتے تھے

طوافِ کعبہ کرنا صبح کا معمُول تھا ان کا
دُعا بن کر ہُوا کرتا تھا ظاہر مُدّعا ان کا

دُعا یہ تھی کہ یارب نعمتِ موعُود مل جائے
بنُو ہاشم کا مُرجھایا ہُوا گلزار کھل جائے

یونہی اِک روز معمولاً طوافِ کعبہ کرتے تھے
فلک کو دیکھتے تھے اور آہِ سرد بھرتے تھے

اچانک صبح کی پہلی کرن ہنستی ہُوئی آئی
مُبارک باد کہہ کر یہ خبر دادا کو پہنچائی

کہ رحمت نے تری سُوکھی ہُوئی ڈالی ہری کر دی
تری بیوہ بہُو کی گود اپنے نُور سے بھر دی

مِلا ہے آمنہؓ کو فضلِ باری سے یتیم ایسا
نہیں ہے بحرِ ہستی میں کوئی دُرِّ یتیم ایسا

کعبۂ مقصودِ عالم کا طوافِ کعبہ

ثُمامہ دارِ مکہ یہ نویدِ جاں فزا سُن کر
ادائے شکر کر کے جلد پہنچا آمنہؓ کے گھر

جنابِ آمنہؓ تھیں شوہرِ مرحوم کے گھر میں[1] — مجسّم سُورۂ والشّمس کی تفسیر تھی بر میں

نظر آتی تھی آج اس گھر میں آبادی ہی آبادی — انگوٹھا چُوستا تھا اس جگہ انسان کا ہادی

حسیں آنکھیں کہ جن سے کُلفتیں معدُوم ہوتی تھیں — فلک کو کچھ سبق دیتی ہوئی معلُوم ہوتی تھیں

اُٹھایا گود میں دادا نے عالی قدر پوتے کو — دکھانے لے چلا حق کا مقامِ صدر پوتے کو

شجر رستے میں استادہ ہُوئے تعظیم کی خاطر — حجر قدموں کے آگے بچھ گئے تسلیم کی خاطر

نظر میں آج دُنیا کُچھ نئی معلُوم ہوتی تھی — بہ ہر سو زندگی ہی زندگی معلُوم ہوتی تھی

طوافِ کعبہ کرنے جا رہا تھا قبلۂ عالم — کہ جس کی ذات سے حق کی بنائیں ہوگئیں محکم

وہی کعبہ جو ابراہیمؑ کے ایمان کا گھر تھا — جو انسانوں کے ہاتھوں ہر بُتِ بے جان کا گھر تھا

بلائیں لے رہا تھا آج گویا گرد پھر پھر کر — ھُوَاللّٰہُ اَحَدْ کہتے تھے بُت سجدے میں گر گر کر

یہاں سے ہو کے عبدالمطّلب فی الفور گھر پلٹے — خُدا سے خیر و برکت کی دعائیں مانگ کر پلٹے

---

[1] یہ مکان بطاح میں واقع تھا۔ اور بعد کے زمانے میں ابو یوسف کا مکان کہلاتا تھا۔ آنحضرتؐ نے یہ مکان بعد فتح مکّہ عقیل بن ابی طالب کو دے ڈالا تھا عقیل کے بعد ان کی اولاد نے حجاج بن یوسف کے بھائی محمد یوسف کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اس نے جب اپنا مکان تعمیر کیا تو اس مکان کو بھی اس میں شامل کر لیا۔ اور اسی وجہ سے محمد بن یوسف کے نام سے مشہور ہُوا۔ ابنِ عباس کے زمانے میں خلیفہ ہارون الرشید کی ماں خیزران نے اس متبرک زمین کو اپنے قبضہ میں کر کے وہاں ایک مسجد تعمیر کرا دی۔ (کامل۔ ابنِ اثیر)

امانت آمنہؓ کی آمنہؓ کے بر میں پہنچا دی
غلاموں لونڈیوں نے اِس خوشی میں پائی آزادی[1]

بشارت کے مطابق آمنہؓ نے نام بتلایا
فرشتوں نے بتایا تھا کہ احمدؐ ہے ترا جایا

کہا دادا نے[2] اے بیٹی مرا پوتا محمدؐ ہے
کہ دُنیا بھر کے انسانوں سے اعلیٰ اور اَمجد ہے

عرب کی دُودھ پلائیاں

حلیمہ سعدیہؓ[3] کی غریبی

شریفانِ عرب کا قاعدہ تھا اُس زمانے میں
کہ بچّے اُن کے پلتے تھے کسی بدوی گھرانے میں

اسی مقصد سے بدوی عورتیں ہر سال آتی تھیں
بڑے شہروں سے نَوزائیدہ بچّے لے کے جاتی تھیں

پلا کر دُودھ اپنا پالتی تھیں نونہالوں کو
عوض دولت میں دینا پڑتا تھا اولاد والوں کو

---

[1] اَور تو اَور۔ ابولہب نے بھی آپ کی ولادت کا مژدہ سن کر اپنی ایک لونڈی ثوبیہ نامی کو آزاد کر دیا تھا یہی وہ خوش نصیب عورت ہے جس نے پہلے پہل آنحضرت کی دایہ بننے اور دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی۔

[2] دادا نے آنحضرت کا نام محمدؐ اور ماں نے خواب میں ایک فرشتے سے بشارت پاکر احمدؐ رکھا (رحمۃ للعالمین) حدیث میں ہے کہ زمین پر میرا نام محمد اور آسمان پر احمد ہے۔ (دیکھو خطبات احمدیہ۔ سرسید احمد کے مضامین)

[3] حضرت حلیمہ سعدیہ کا اسلام لانا ثابت ہے۔ ابن ابی خثیمہ نے تاریخ میں ابن جوزی نے حدا میں۔ منذری نے مختصر سنن ابی داؤد میں ابن حجر نے "اصابہ" میں ان کے اسلام لانے کی تصریح میں ان کے اسلام پر ایک مختصر رسالہ لکھا ہے۔ جس کا نام "التحفۃ الجسیمہ فی الاسلام حلیمہ" ہے۔ عہدِ نبوت میں جب وہ آپ کے پاس آئیں تو آپ "میری ماں" کہہ کر لپٹ گئے۔ (سیرت النبی)

جو بچے اس طرح سے کاٹتے تھے دن رضاعت کے
بڑے ہو کر نظر آتے تھے وہ پُتلے شجاعت کے

یہ بچے سختیوں کو کھیل بچّوں کا سمجھتے تھے
یہ تلواروں کی جھنکاروں کو اِک نغمہ سمجھتے تھے

چنانچہ شہر میں اِمسال بھی کچھ عورتیں آئیں
بیابانوں سے اپنے ساتھ نہریں دُودھ کی لائیں

قریشی نسل کے اطفال کی ہر دل میں خواہش تھی
امیروں کا کوئی بچّہ ملے یہ سخت کاوش تھی

یہ دایہ عورتیں تھیں سعد کے بدوی[1] قبیلے کی
اِنھیں میں تھی حلیمہؓ سعدیہ اور اس کا شوہر بھی

حلیمہ قافلے بھر میں غریب اور سب سے کمتر تھی
پھر اس کی اُونٹنی بھی دُبلی پتلی اور لاغر تھی

بچاری قافلے کے پیچھے پیچھے چلتی آتی تھی
حلیمہؓ چُپ تھی بچّہ ساتھ تھا اور خشک چھاتی تھی

گھروں میں مقدرت والوں کے پہنچیں عورتیں ساری
حلیمہؓ رہ گئی ڈیرے پہ بیٹھی شرم کی ماری

وہ زرداروں کے بچّے لے کے واپس لوٹ بھی آئیں
حلیمہؓ سعدیہ نے دو کھجوریں بھی نہیں پائیں

بالآخر قافلے کی واپسی کا روز آپہنچا
بچاری کے لئے اِک ناوکِ دلدوز آپہنچا

شکستہ خاطری سے اب دلِ مایوس بھر آیا
مرادیں سب نے پائیں ہائے مَیں نے کچھ نہیں پایا!

اٹھی اس سوچ میں جا کر طوافِ کعبہ آؤں
وہاں سے آ کے سوچوں گی کہ ٹھہروں یا چلی جاؤں

---

[1] ہوازن کا قبیلہ جو بنی سعد بھی کہلاتا تھا، فصاحت و بلاغت میں مشہور ہے۔ ابن سعدؒ نے طبقات میں روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ مَیں تم سب سے فصیح تر ہوں۔ کیونکہ میں قریش کے خاندان سے ہوں اور میری زبان سعد کی زبان ہے۔

بری قسمت بھلی ہوتی تو کوئی طفل مِل جاتا — غریبی ہی میں اُس کو پال لیتی مجھ سے مِل جاتا

بلا سے دُودھ کم ہے تو بھی وہ مُجھ کو خوشی دیتا — مرا بچّہ بچارا اُونٹنی کا دُودھ پی لیتا!

یہ باتیں سوچتی تھی دل ہی دل میں روتی جاتی تھی — کوئی بچّہ نظر آتے تو بیکل ہوتی جاتی تھی

اچانک اس کو عبد المُطّلب نے دُور سے دیکھا — حلیمہؓ کو بلایا رنج و غم کا ماجرا پُوچھا

کہا مَیں سعدیہ عورت ہُوں یعنی بدویہ دایا — حلیمہؓ نام ہے، مَیں نے کوئی بچّہ نہیں پایا

قبیلے والیاں لائی ہیں کیسے پُھول سے لڑکے — رہی جاتی ہُوں مَیں اور قافلے کا کوچ ہے تڑکے

ہنسے یہ سُن کے عبد المُطّلب اور ہنس کے فرمایا — کہ ہاں اے نیک بی بی! اے حلیمہ سعدیہ دایا

حلیمی اور سعادت خُوبیاں دو پاس ہیں تیرے — انہی دونوں کے باعث کام سارے اس میں تیرے

مرے پاس ایک بچّہ ہے پدر جس کا نہیں زندہ — مگر اک خاص جلوے سے ہے چہرہ اس کا تابندہ

تمہارے ساتھ والی عورتیں بھی گھر میں آئی تھیں — زر و انعام پانے کی امیدیں ساتھ لائی تھیں

یتیم و بے سر و ساماں بچّہ تُو اگر چاہے — اسے لے جا اگر بدلہ نہ چاہے اور نہ زر چاہے

یہ کہہ کر ایک ہلکا سا تبسّم آگیا لب پر — یہ معنی تھے مرا بچّہ ہے بالا مال و جاں سب پر

حلیمہؓ نے کہا دریافت کرلوں اپنے شوہر سے — مبادا وہ خفا ہو اور میری جان پر برسے

یہ کہہ کر جلد جلد آئی حلیمہ اپنے ڈیرے پر — کہا قسمت سے بچّہ مل گیا ہے مجھ کو اے شوہر!

مگر اس کا پدر زندہ نہیں کہہ دو تو لے آؤں — یہاں سے قافلے کے ساتھ خالی گود کیا جاؤں

ہماری ساتھنیں بچوں کی دولت لے کے جائیں گی — ہنسیں گی مجھ پہ طعنے دیں گی سو باتیں بنائیں گی

کہا شوہر نے ہاں لے آؤ شاید کچھ بھلائی ہو — ہماری بہتری اس طفل کی صورت میں آئی ہو

اگرچہ اونٹنی کا اور تمہارا دودھ بھی کم ہے — مگر مالک کی رحمت پر بھروسہ ہے تو کیا غم ہے

آنحضرتؐ کے بچپن کی برکات

حلیمہؓ جلد عبدالمطلب کے پاس لوٹ آئی — وہ اس کو لے کے گھر پہنچے کتابِ نور دکھلائی

جو دیکھا آمنہؓ کو آمنہؓ کے لال کو اس نے — خوشی سے تج دیا دنیا کے جاہ و مال کو اس نے

یہی وہ ماں تھی جس سے مادرِ گیتی کی عزت تھی — یہی بچہ تھا جس سے خالقِ ہستی کی عظمت تھی

حلیمہؓ نے اٹھایا آ کے بچہ دستِ الفت پر — برستا تھا تبسم سادگی بن بن کے صورت پر

کسی نے بھی نہ پائی تھی وہ دولت مل گئی اس کو — جو تھی معنی ہی معنی اب وہ صورت مل گئی اس کو

چلی ڈیرے کی جانب آج ایسے نور کو لے کر — مہ و خورشید صدقے ہو رہے تھے جس کے قدموں پر

پلایا دودھ جب اس طفل کو تو ہو گئی حیراں — کہ چھاتی بن گئی تھی دودھ کی اک نہر بے پایاں

یہ برکت روزِ اول ہی سے دیکھی جب حلیمہؓ نے — ہوئی حیران، اندیشے مٹائے سب حلیمہؓ نے

کیا سیراب اپنے دُودھ سے اپنے پسر کو بھی
سُلا کر دونوں بچّوں کو خوشی سے خود بھی جا سوئی

یتیم مکّہ صحرائی گھر کی طرف

بڑھائے اپنے اپنے اونٹ سب نے نُور کے تڑکے
کجاووں پر تھیں دایہ عورتیں اور ساتھ کے لڑکے

اُٹھا شوہر حلیمہؓ کا اور اپنی اُونٹنی لایا
حلیمہ اور دونوں بچّوں کو اک ساتھ بٹھلایا

چلا خُود آپ پیدل اونٹنی دُبلی تھی بیچاری
کسی صورت نہ ہو سکتی تھی اس پر سب کی اسواری

جب آئے تھے تو پیچھے تھک کے رہ جاتی تھی منزل سے
وہ اپنے آپ ہی کو لے کے چل سکتی تھی مشکل سے

مگر آج اُس نے دکھلائی کچھ ایسی تیز رفتاری
جو آگے چل رہی تھیں اب وہ پیچھے رہ گئیں ساری

یکایک ہمرہوں کے پاس سے جس دم گذرتی تھی
تو ہر عورت تعجّب کا وہیں اظہار کرتی تھی

وہی پہلی ہے تیری اُونٹنی یا اَور ہے کوئی
نہیں پہلی کہاں، ایماں سے کہنا اَور ہے کوئی!

حلیمہؓ کہتی تھی ہاں ہاں وہی تو ہے وہی تو ہے
یہ سر یہ ناک ہے یہ تھوتھنی ہر شے وہی تو ہے

یہ سُن کر عورتیں بیچاریاں حیران ہوتی تھیں
نگاہیں گرد پھر پھر کر بلا گردان ہوتی تھیں

حلیمہؓ کی سواری اس قدر جب تازہ دم دیکھی
سوار اس اُونٹنی پر ہو گیا اب اس کا شوہر بھی

مگر یہ ہو گئی تھی تیز رَو اَور برق دم ایسی
کہ سارے قافلے سے پہلے منزل پر پہنچتی تھی

بیابان پر ابرِ رحمت کا سایہ

بچاری اُونٹنی کا دُودھ کم کیا تھا بہت کم تھا
مگر اس مرتبہ منزل پہ آ کر جب اسے دوہا

تو اتنا دُودھ نکلا جو زیادہ تھا ضرورت سے
لگے منہ دیکھنے اِک دُوسرے کا دونوں حیرت سے

کہا شوہر نے اے بی بی یہ اس بچّے کی برکت ہے
اسی کا صدقہ ہے ورنہ ہماری کیا لیاقت ہے

حلیمہؓ نے کہا واللہ میں بھی ہوں بہت حیراں
نظر آتا ہے مُجھ کو ہاشمی لڑکا بہت ذی شاں

مسرت ہوتی ہے جب اِس کا چہرہ دیکھتی ہوں میں
کہ اس پر طُور کے پھُولوں کا سہرا دیکھتی ہوں میں

غرض اس شان سے مائی حلیمہ اپنے گھر آئی
متاعِ دُنیوی و اُخروی آغوش میں لائی!

یہاں پر قحط تھا ہر سُو، نہ دانہ تھا نہ چارا تھا
کہ اب تک مینہ نہ برسا تھا یہاں جس کا سہارا تھا

مویشی مر رہے تھے لوگ فاقے کر رہے تھے سب
بتوں سے اپنے اپنے دیوتا سے ڈر رہے تھے سب

حلیمہؓ کی زمیں کا حال سب لوگوں سے بدتر تھا
نکمّی تھی زمیں اس کا زیادہ حصّہ بنجر تھا

وہ لے آئی تھی لیکن گھر میں اس سامانِ رحمت کو
مٹایا جس کی ذاتِ پاک نے ہر ایک زحمت کو

چرائی کے لئے ہر صُبح اس کی بکریاں جاتیں
خُدا کے فضل سے سب سیر ہو کر پیٹ بھر آتیں

حلیمہؓ اور کنبہ بکریوں کے دُودھ پر جیتے
پلاتے دُودھ مہمانوں کو بھی اور آپ بھی پیتے

قبیلے والے بھی سیراب تھے اس ابرِ رحمت سے
یتیمی کے سبب انکار تھا جس کی رضاعت سے

سبھی حیران تھے لیکن انہیں اس کی خبر کیا تھی
کہ رحمت کی نظر مفلس حلیمہؓ ہی کی جویا تھی

رہے محروم اس دولت سے دولت ڈھونڈنے والے
سبھی کچھ پا گئے دامانِ رحمت ڈھونڈنے والے

حلیمہ کا گھرانا خوش تھا اپنی خوش نصیبی پر
یہ بچہ ایک دامن تھا یتیمی پر غریبی پر

تھا اِک سادہ سے گھر میں دولتِ کونین کا وارث
رضاعی ماں حلیمہؓ تھی رضاعی باپ تھا حارثؓ [1]

رضاعی بہنیں شیمہ[2] اور انیسہ بس یہی دو تھیں
عفیفہ تھیں محبت کرنے والی تھیں دعا گو تھیں

رضاعی[3] بھائی دو تھے جن میں عبداللہ ہمسن تھا
یہ سب نگراں تھے جب اللہ کا محبوب کمسن تھا

رضاعت سے بعثت تک کا بیان

نجاتِ دو جہاں تھی جس کے دامانِ کریمی میں
وہ بچہ پل رہا تھا آج آغوشِ یتیمی میں

---

[1] مائی حلیمہ کے شوہر حارث بن عبدالعزیٰ آنحضرت کی بعثت کے بعد مکے میں آئے تھے اور مسلمان ہو گئے۔ آپ نے آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کہ "یہ آپ کیا کہتے ہیں" آنحضرت نے فرمایا "ہاں وہ دن آئے گا میں تجھ کو دکھا دوں گا کہ میں سچ کہتا تھا" حارث فوراً ایمان لے آئے۔ (سیرت النبیؐ)

[2] ان کا نام حذاقہ تھا۔ شیمہ کے لقب سے مشہور تھیں +

[3] عبداللہ اور شیمہ کا اسلام لانا ثابت ہے۔ باقیوں کا حال معلوم نہیں۔ (سیرت النبیؐ)

وہ بچہ ہاں وہ بچہ جو سبق آموزِ دُنیا تھا — گُلِ تقدیس تھا لیکن نظر افروزِ صحرا تھا

تمنا تھی حفیظ اے کاش عُمرِ نوحؑ مل جاتی — مرے قالب کو اک جبریلؑ کی سی رُوح مل جاتی

بیاں کرتا میں حالِ نونہالِ گلشنِ خُوبی — دکھاتا قدرتِ حق کا کمالِ شانِ محبُوبی

وہ بچپن کا زمانہ کس طرح گذرا بیاں کرتا — حقیقت کا فسانہ کے پردے میں عیاں کرتا

بیاں کرتا حلیمہؓ دُودھ کیسا، جان دیتی تھی — بیاں کرتا انیسہ گود میں کس طرح لیتی تھی

بیاں کرتا کہ شیما لوریاں دیتی تھی کیا کہہ کر — جسے ھٰذا اَخٌ لِّی[1] کا خیال آتا تھا رہ رہ کر

بیاں کرتا کہ بھیڑ اور بکریاں بھی سجدے کرتی تھیں — فضائے دشت کی چڑیاں بھی دم اُلفت کا بھرتی تھیں

بیاں کرتا کہ سُورج شرق پر کیوں جگمگاتا تھا — بیاں کرتا زمیں پر چاند کیوں چادر بچھاتا تھا

بیاں کرتا ستارے رات بھر کیوں رقص کرتے تھے — بیاں کرتا کہ صُبح و شام کیوں یہ رنگ بھرتے تھے

بیاں کرتا کہ فطرت خُود بخود کس طرح پلتی ہے — اندھیرے سے تجلی کی سحر کیونکر نکلتی ہے

بیاں کرتا ہے شقِّ صدر کی اصلی حقیقت کیا — ہوا کیوں چاک سینہ اور تھی اس کی ضرورت کیا؟

---

[1] شیما آپ کو لوری دیتی اور یہ مصرعے پڑھتی تھی۔

هذا اخٌ لی لم تلده امی — یہ میرا بھائی ہے جو نہ میری ماں کے بطن

ولیس من النسل ابی و عمی — سے ہے نہ میرے باپ اور چچا کی نسل سے

فانمه اللهم فیما تنمی — اے اللہ اسے بڑھا کر بڑا کر۔ (سیرت الحبیب جلد۱)

بیاں کرتا کہ آنحضرت کا بچپن کس طرح گذرا — لڑکپن کے چمن سے سروِ گلشن کس طرح گذرا
بیاں لازم تھا صحرائی وطن سے گھر میں آنے کا[1] — محمدؐ کے دوبارا دامنِ مادر میں آنے کا[2]
مدینے کے سفر میں ماں کی ہمراہی بیاں کرتا — پدر کے مدفنِ راحت سے آگاہی بیاں کرتا[3]
بیاں کرتا وفاتِ آمنہؓ کا حالِ حسرت زا — بیاں کرتا مقدس ہوگیا کیوں خطۂ ابوا[4]
بیاں کرتا کہ جب اُٹھتا ہے سر سے سایۂ مادر — یتیم اس وقت آنسو پونچھتے ہیں مُنہ سے کیا کہہ کر
بیاں کرتا کہ جب غربت میں یہ صدمہ گذرتا ہے — تو شش سالہ یتیم اس وقت کیسا صبر کرتا ہے
بیاں کرتا کہ پھر مکّے میں آئے حضرتِ والا[5] — بیاں کرتا کہ عبد المطّلب نے کتنے دن پالا

۱؎ دو برس کی رضاعت کے بعد اوّل بار حلیمہ آپ کو لیکر مکّہ میں آئیں۔ لیکن حلیمہؓ کو آپ سے محبت ہوگئی تھی اور غیبی برکات کے سبب آپ کو جدا کرنے کو جی نہ چاہتا تھا۔ نیز مکّے میں ان دنوں وبا پھیلی ہوئی تھی۔ اس لئے بصد اصرار واپس لے گئیں۔ (خاتم المرسلین)

۲؎ اس میں اختلاف ہے کہ حضرت حلیمہؓ کے ہاں کے برس رہے۔ ابنِ اسحاق نے وثوق کے ساتھ چھ برس لکھا ہے۔ (سیرت النبی)

۳؎ آپ کی والدہ آپ کو ساتھ لیکر مدینے گئیں۔ چونکہ آنحضرت کے دادا کی ننھال خاندان نجار میں تھی۔ اس لئے وہیں ٹھہریں۔ حضرت آمنہؓ اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کے لئے گئی تھیں۔ جو مدینہ میں مدفون تھے۔ (سیرت النبی)

۴؎ واپس آتے ہوئے جب مقام ابوا پر پہنچیں تو سیدہ آمنہؓ کا انتقال ہوگیا اور اسی جگہ مدفون ہوئیں۔ ابوا ایک گاؤں کا نام ہے جو جحفہ سے ۲۳ میل پر واقع ہے۔ (رحمۃ للعٰلمین)

۵؎ مدینے کے سفر میں حضرت آمنہ کے ساتھ ام ایمنؓ بھی تھیں جو حضرت آمنہ کی لونڈی تھیں۔ آنحضرت کو حلیمہ سے پہلے کچھ دن دودھ بھی پلا چکی تھیں۔ چنانچہ جب حضرت آمنہ کا ابوا میں انتقال ہوگیا تو ام ایمن آنحضرت کو ساتھ لے کر مکّہ میں آئیں۔ (مصنف)

وہ عبدُالمطلب کا سایۂ شفقت بھی اُٹھ جانا[1] | وہ اس نورِ حقیقی کا ابُوطالب کے گھر آنا[2]

چچا کا پرورش کرنا بھتیجے کا بڑے ہونا | وہ کرنا کام کاج اور اپنے پیروں پر کھڑے ہونا

وہ سن دس سال کا دن بکریوں کی گلّہ بانی کے[3] | لڑکپن سادگی کا پیش خیمے نوجوانی کے

یہ گلّہ بانیٔ اقوام کی تمہید تھی گویا | سَلَف کے ہادیانِ قوم کی تائید تھی گویا

چچا کے ساتھ ارضِ شام کا لمبا سفر کرنا | یہُودی اور مسیحی راہبوں کے دل میں گھر کرنا[4]

نرالی تھی متانت جس طرح اس کے لڑکپن کی | نرالی تھی جوانی بھی جوانِ پاک دامن کی

ؔ۱ عبدالمطلب نے بیاسی برس کی عمر میں وفات پائی اور حجون میں مدفون ہُوئے۔ آنحضرت کی عمر آٹھ برس کی تھی۔ عبدالمطلب کا جنازہ اٹھا تو آپ فرطِ محبت سے آنسو بہاتے ہوئے ساتھ ساتھ گئے تھے۔ (سیرت النبیؐ)

ؔ۲ عبدالمطلب نے مرتے وقت اپنے بیٹے ابوطالب کو آنحضرت کی تربیت سپرد کی اور ابُوطالب نے اس فرض کو اپنی مَوت کے دن تک اس طرح نباہا کہ نظیر نہیں ملتی۔ عبدالمطلب کے دس بیٹے مختلف ازواج سے (موجود) تھے۔ ان میں سے آنحضرت صلعم کے والد عبداللہ اور ابوطالب ماں جائے بھائی تھے۔ اس لئے عبدالمطلب نے آپ کو ابوطالب ہی کے آغوشِ تربیت میں دیا۔ ابوطالب آپ سے اس قدر محبت رکھتے تھے کہ آپ کے مقابلے میں اپنے بچّوں کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ سوتے تو آنحضرت کو ساتھ لے کر اور باہر جاتے تو آپ کو ساتھ لے کر جاتے۔ (سیرت النبیؐ)

ؔ۳ طبقات میں ابن سعد نے جلد اول میں بخاری نے کتاب الاجارہ میں آنحضرت صلعم کا قول نقل کیا ہے کہ میں قراریط پر بکریاں چرایا کرتا تھا۔ ابراہیم حربی کے قول کے مطابق قراریط ایک مقام کا نام ہے جو اَجیاد کے قریب ہے۔ (مصنّف)

ؔ۴ مورخین نے بحیرا راہب کا قصّہ تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ بصرہ کے مقام پر اس راہب نے آسمانی کتابوں کی بشارتوں اور پیش گوئیوں کے مطابق دیکھ کر آپ کو پہچان لیا۔ اسی طرح بعض یہودیوں کے کاہنوں نے آپ کو پہچان لیا کہ یہی وہ نبیؐ ہیں جس کی خبر انبیائے سلف دیتے چلے آئے تھے۔ (مصنّف)

شرافت ہو جہاں حُسنِ ازل کا دائمی گہنا سکھاتا ہے وہی پاکیزہ رہنا خوش چلن رہنا

الگ رہنا وہ رسمِ رزم و بزمِ جاہلیت[1] سے وہ نفرت شرک سے اور مُشرکوں کے ساتھ شرکت سے

وہ عہدِ[2] تام مظلوموں کی امداد و اعانت کا وہ آوازہ صداقت کا دیانت کا امانت کا

وہ خُوش خُلقی وہ دانائی وہ شانِ نیک کرداری صداقت کی تجارت[3] پیشگی وہ راست گفتاری

یہ سب کچھ میں بیاں کرتا نہایت لُطف لے لے کر تواریخی و قرآنی حوالے ساتھ دے دے کر

---

[1] آپ نے لڑکپن میں بھی نہ تو کبھی بتوں کی تعظیم کی۔ نہ کوئی چڑھاوا چڑھایا۔ بلکہ بتوں پر چڑھائی ہوئی چیز بھی کبھی استعمال نہ کی۔ جوانی میں جب تک نبوت تفویض نہ ہوئی تھی آپ ملتِ حنیفہ ابراہیمیہ کے پابند تھے اور سچے خُدا ذوالجلال کے سوا کسی کے سامنے سر نہیں جھکایا۔ آپ خانہ کعبہ میں جاتے تھے۔ اور اسے معبدِ الٰہی مانتے تھے لیکن آپنے کبھی ان بتوں کی طرف خیال نہیں کیا۔ جو اندرونِ کعبہ مشرکین نے رکھ چھوڑے تھے۔ ساری قوم ان بُتوں سے حاجتیں طلب کرتی تھی۔ مگر آپ کعبہ میں جا کر بتوں سے منہ پھیر کر فرماتے لبیك حقًّا تعبدًا وصدقًا عذت بما عاذ بہ ابراھیم یعنی اللہ تیری درگاہ میں حاضر ہوں۔ حق پسندی عبادت گزاری اور سچائی کے ساتھ اور اس سے پناہ مانگتا ہوں جس سے ابراہیم نے پناہ مانگی۔ (مصنّف)

[2] آنحضرت نے مکّے کے چند آدمیوں کو ساتھ لیکر ایک عہد باندھا تھا کہ ہم میں سے ہر شخص مظلوم کی حمایت کرے گا۔ اور کوئی ظالم مکّے میں نہ رہنے پائے گا۔ آنحضرت صلعم عہدِ نبوت میں فرمایا کرتے تھے کہ اس معاہدہ کے مقابلے میں اگر مجھ کو سرخ رنگ کے اونٹ بھی دیئے جاتے تو میں نہ بدلتا۔ اور آج بھی ایسے معاہدے کے لئے کوئی بُلائے تو میں حاضر ہوں۔ (مصنف)

[3] آپنے جوانی میں کاروبارِ تجارت اختیار کیا۔ اور اسی سلسلے میں یمن، شام، بصرہ وغیرہ کے سفر بھی کئے۔ اور مکّے میں بہ سبب دیانت داری اور خوش معاملگی تاجرانہ حیثیت سے مشہور ہوئے۔ بعض لوگ تجارت میں آپ کے شریک بھی رہے ہیں۔ چنانچہ سائب بن ابی سائب آپ کے شریک تھے۔ سائب کا بیان ہے کہ میں آپ کی معاملت اور دیانت دونوں سے ہمیشہ خوش رہا۔ (دیکھو رحمۃ للعالمین)

بیاں کرتا خدیجہؓ کی شرافت کو نجابت کو وہ جس کا مال لے کر آپ نکلے تھے تجارت کو

بیاں کرتا کہ آیا کس طرح پیغامؐ شادی کا سبق دیتا جہانِ شوق کو عالی نہادی کا

بیاں کرتا کہ یہ شادی بشر کی خوش نصیبی تھی محمدؐ پاک شوہر تھا خدیجہؓ پاک بی بی تھی

بیاں کرتا کہ گزری ازدواجی زندگی کیسی نظر والوں کو ملتی رُوح کی تابندگی کیسی

محبّت ہی سے تہذیب و تمدّن کی ہیں بنیادیں بیاں کرتا کہ دیں اللہ نے کیسی پاک اولادیں

۱ے اُم المومنین حضرت خدیجہؓ ایک شریف النفس پاکیزہ اخلاق (قریش کے ایک نہایت معزز گھرانے کی) خاتون تھیں۔ آپکے والد کا نام خویلد تھا جو مکّے کے معزز رئیس تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب پانچ پشت اوپر آنحضرت صلعم کے سلسلۂ نسب سے مل جاتا ہے یعنی خدیجہ ابن خویلد ابن اسد ابن عبد العزیٰ ابنِ قصی، عبد العزیٰ حضرت عبد المطلب کے دادا عبد مناف بن قصی کے بھائی تھے +

۲ے خدیجہ بیوہ ہو چکی تھیں۔ آپ کی تجارت اس بیوگی کی حالت میں بھی دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ آپ نے آنحضرت کی جرأت، دیانت، راستبازی، حسنِ معاملت اور پاکیزہ سیرت کا شہرہ سنا تو آنحضرت کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ میرا مالِ تجارت لیکر شام کو جائیں۔ بصریٰ سے واپسی پر حضرت خدیجہ نے آپ کے پاس شادی کا پیغام بھیجا۔ تاریخ معیّن پر ابو طالبؓ حمزہؓ اور تمام سردارانِ خاندان خدیجہ کے مکان پر تھے۔ ادھر سے عمرو بن اسد یعنی حضرت خدیجہ کے چچا نے خطبہ پڑھا۔ ادھر سے ابو طالب نے۔ پانچسو طلائی درہم مہر مقرر ہوا تھا۔ (مصنّف)

۳ے حضرت خدیجہ چونکہ نہایت شریف النفس اور پاکیزہ اخلاق تھیں۔ جاہلیت میں لوگ ان کو طاہرہ کے نام سے پکارتے تھے (مصنّف)

۴ے آنحضرت کی عمر شادی کے وقت ۲۵ سال کی اور حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال کی تھی۔ آنحضرت نے خدیجہ کی زندگی میں دوسری شادی نہ کی۔ (مصنّف)

۵ے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جس قدر اولادیں ہوئیں (بجز حضرت ابراہیم کے) حضرت خدیجہ ہی کے بطن سے ہوئیں۔ (مصنّف)

بیاں کرتا کہ قاسم طیّب و طاہر یہ تھے بیٹے — کہ بچپن ہی میں جو آرام سے تُربت میں جا لیٹے

خدیجہ رضؓ ہی سے حق نے آپ کو سب بیٹیاں بھی دِیں — یہ زینب رضؓ اور رقیہ اُمِّ کلثوم رضؓ اور زہرا رضؓ تھیں

بیاں کرتا محبّت کس قدر تھی رشتہ داروں سے — عزیزوں دوستوں سے، شہریوں سے اور یاروں سے

بیاں کرتا عرب میں عام تھا لُطف و کرم اُس کا — یتیموں اور بیواؤں کے دل میں تھا بھرم اُس کا

بیاں کرتا کہ سارا ملک کہتا تھا امیں اُس کو — چُنا تھا رحمتِ باری نے ختم المرسلیںؐ اس کو

قبائل کا بہم تعمیرِ کعبہ[۱] کے لیئے آنا — وہ سب کا سنگِ اَسود کے اُٹھانے پر بگڑ جانا[۲]

لہُو[۲] سے ہاتھ بھر نا لڑنے مرنے کی قسم کھانا — گھٹاؤں کی طرح غصّے کے طُوفانوں کا ٹکرانا

وہ ہٹ وہ ضِد وہ اپنوں کا سراسر غیر ہو جانا — مگر خیر الامیںؐ کا آ کے وجہِ خیر ہو جانا

---

[۱] کعبہ کی تعمیر سیلاب وغیرہ کے سبب کمزور ہو گئی۔ لہٰذا قریش نے ارادہ کیا کہ اسے دوبارہ تعمیر کردیں۔ عرب کے تمام قبائل اس مذہبی کام میں حصہ لینے کے لئے اکٹھے ہو گئے اور عمارت کے مختلف حصے آپس میں تقسیم کر لئے تاکہ کوئی قبیلہ اس شرف سے محروم نہ رہ جائے لیکن جب حجرِ اسود کے نصب کرنے کا موقع آیا تو سخت جھگڑا ہوا۔ ہر قبیلہ یہ چاہتا تھا کہ یہ خدمت اس کے ہاتھ سے انجام پائے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ تلواریں کھنچ گئیں۔ (سیرت النبیؐ)

[۲] عرب میں دستور تھا کہ جب کوئی شخص جان دینے کی قسم کھاتا تو پیالے میں خون بھر کے اس میں انگلیاں ڈبو لیتا تھا۔ اس موقع پر بھی بعض دعویدار قبائل نے یہ رسم ادا کی اور مرنے مارنے کی ٹھان لی۔ (سیرت النبیؐ)

[۳] چار دن تک ہنگامہ برپا رہا۔ آخر ابو امیہ بن مغیرہ نے جو قریش میں سب سے معمر تھا رائے دی کہ کل صبح کو سب سے پہلے جو شخص حرم میں داخل ہو وہی ثالث قرار دیا جائے۔ کرشمۂ ربّانی دیکھو کہ سب سے پہلے لوگوں کی نظریں جس نور پر پڑیں وہ جمالِ جہاں تاب محمدی تھا۔ آپ کو دیکھ کر شور مچ گیا۔ امین آ گیا، امین آ گیا۔ اور سب نے بخوشی آپ کو ثالث مان لیا۔ (سیرت النبیؐ)

وہ چادر کا بچھانا اس پہ رکھنا سنگِ اسوَد کا
یہ زندہ معجزہ قبلِ نبوت تھا محمّدؐ کا

وہ پتّھر نصب کرنا آپ خُود جھگڑے کا چُک جانا[1]
وہ ہر اک جنگجو کا آشتی کی سمت جُھک جانا

یتیموں کی خبر لینا غُلاموں کی مدد کرنا
طلب کرنے سے نفرت خُود سوالی کو نہ رد کرنا

بیاں کرتا ہیں ساری حالتیں قبلِ نبوّت کی
طبیعت کا وہ سوز و ساز وہ تسکین خلوت کی

غریبوں پر ترس کھانا خُدا کے خوف سے ڈرنا
وہ چُھپ چُھپ کر حرا کے غار میں یادِ خُدا کرنا[2]

وہ صُبحِ نُور کا نظّارہ وہ جبرئیلؑ کا آنا
ادب سے وہ نبوّت کا لباسِ نُور پہنانا

وہ اِقْرَأْ کا سبق وہ ایک اُمّی کا سبق پڑھنا
وہ ہمّت کی بلندی اور ذوق و شوق کا بڑھنا

وہ کثرت کے مقابل ایک قُوّت لے کے آجانا
وہ فرمانِ خُدا یعنی نبوّت لے کے آجانا

---

[1] رحمتِ عالم نے فرمایا جو قبائل دعوے دار ہیں۔ سب ایک ایک سردار کا انتخاب کریں۔ پھر آنحضرتؐ نے اپنی چادر بچھا کر دستِ نبوّت سے سنگِ اَسْوَد کو اٹھایا اور اپنی چادر پر رکھ دیا۔ اور قبائل کے منتخب سرداروں سے کہا اب اس چادر کے کنارے پکڑ کر سنگِ اسود کو اٹھاؤ اور مقررہ مقام پر لے چلو چنانچہ سب نے اٹھایا جب چادر موقع کے برابر آگئی تو رحمتِ عالم نے حجرِ اسوَد کو پھر اٹھایا اور خود نصب فرما دیا۔ (گویا اشارہ تھا کہ دینِ الٰہی کا آخری تکمیلی پتھر بھی انہی ہاتھوں سے نصب ہوگا)

[2] مکہ معظمہ سے تین میل پر ایک غار ہے جس کو غارِ حرا کہتے ہیں۔ آپ مہینوں جا کر قیام فرماتے اور مراقبہ کرتے۔ کھانے پینے کا سامان ساتھ لے جاتے۔ وہ ختم ہو چکتا تو پھر گھر تشریف لے جاتے۔ اور پھر واپس جا کر مراقبہ میں مصروف ہوتے (مصنّف)

مصنّف کا اعترافِ عجز

مَیں یہ سب کُچھ بیاں کرتا مگر ہمّت نہیں پڑتی
یہ نازک مرحلے ہیں اور مری جُرأت نہیں پڑتی

ادب اے خامۂ گُستاخ جُھک جا سرنگوں ہو جا
تحیّر خیز نظاروں میں عقل و ہوش کو کھو جا

بیاں کرتا بیاں کرتا یہ آخر گفتگو کیا ہے!
اگر کہہ دے کوئی تیرا بیاں کیا اور تُو کیا ہے!

مِرا مُنہ اور سرکارِ محمّدؐ کی ثنا خوانی
مُجھے معلُوم ہے اپنے سخن کی تنگ دامانی!

نہیں ہرگز کوئی دعوٰی نہیں ہے لَب کُشائی کا
دہن کیا ہے مِرا ہاں ایک کاسہ ہے گدائی کا

مَیں حیثیت سوالی کے سوا کُچھ بھی نہیں رکھتا
متاعِ بے کمالی کے سوا کُچھ بھی نہیں رکھتا

نہ یارائے سُخن سنجی نہ دعوائے زباں دانی
اگر کُچھ پاس ہے تو بس عقیدت کی فراوانی

مگر ہاں مُدّعا ہے خدمتِ اسلام مدّت سے
کہ مَیں نے بھی پئے ہیں چند قطرے جامِ وحدت سے

کروں سیرت نگاری یہ نہیں ہے حوصلہ میرا
حق و باطل کی آویزش ہے اصلی معرکہ میرا

رسولِ پاک کی سیرت سے واقف اِک زمانہ ہے
مُجھے بعثت کے بعد اب نقطۂ اصلی پہ آنا ہے

باب پنجم

آفتابِ ہدایت کا طلوع

مقصدِ بعثت

مظلوم دُنیا کی دُعائیں

وہ مقصد جس کی خاطر آپ اِس دُنیا میں آئے تھے
وہ قرآں جس کو انسانوں کی خاطر آپ لائے تھے

وہ پیغامِ محبت وہ نجات اولاد آدم کی
زمینِ صدق پر رکھنا نئی بُنیاد عالم کی

اب اس کا وقت آپہنچا تھا اب وہ کام ہونا تھا
زمیں تیار کرنا، نخلِ حق کا بیج بونا تھا

اندھیرا چھا چکا تھا کُفر کا دنیائے ہستی پر
زبردستی تسلّط پا چکی تھی زیر دستی پر

اَنَستی مے کشوں سے ہوچکا تھا مے کدہ خالی
کہ دُنیا ہوگئی تھی بادۂ غفلت کی متوالی

کوئی گوشہ نہ ملتا تھا جہاں مظلوم اماں پائیں | کوئی سنتا نہ تھا اِن کی یہ بیچارے کہاں جائیں
کوئی شفقت نہ کرتا تھا یتیموں پر غلاموں پر | یہ مر جاتے تھے بھوکے اور وہ بک جاتے تھے داموں پر
ضعیفوں اور بیواؤں کو روٹی بھی نہ ملتی تھی | غضب ہے مُزدِ مزدوروں کو کھوٹی بھی نہ ملتی تھی
ستم سے تنگ آ کر خودکشی کر لی شریفوں نے | دُعا کو دستِ رعشہ دار اٹھائے تھے ضعیفوں نے

اِقْرَأْ

اُٹھا غارِ حرا سے ابرِ رحمت شانِ حق لے کر | لبِ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ[1] لے کر
سُنایا آ کے اہلِ بیت کو مژدہ رسالت کا | انہیں ایمان پہلے ہی سے تھا حقّ و صداقت کا
کہا اس خالقِ ہستی کے جلوے پر رہو شیدا | اسی کا نام لینا چاہیے جس نے کیا پیدا
وہ جس نے گوشت کے اک لوتھڑے کو زندگی بخشی | بنائی شکلِ انساں اور ایسی برتری بخشی

۱؎ نبوت کا دیباچہ یہ تھا کہ خواب میں آپ پر اسرار منکشف ہونے شروع ہوئے۔ ایک دن جب کہ آپ حسب معمول غارِ حرا میں محو مراقبہ تھے فرشتۂ غیب نظر آیا جو آپ سے کہہ رہا تھا۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝

(پ۳۰ العلق ع ۵)

پڑھ اس خدا کا نام جس نے کائنات کو پیدا کیا اور جس نے انسان کو گوشت کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ تیرا خدا کریم ہے۔ وہ جس نے انسان کو قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا۔ وہ جس نے انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو اسے معلوم نہ تھیں۔

ذریعے سے قلم کے جس نے دی تعلیم انساں کو
اسے وہ کچھ سکھایا جو نہ آسکتا تھا ناداں کو

خدیجہؓ اور علیؓ ابنِ ابی طالبؓ ہوئے مومن
ابھی شیرِ خُدا دس سال کے بچے ہی تھے کمسن
جنابِ زیدؓ جو اِک بندۂ آزاد کردہ تھے
علیؓ کے بعد وہ بھی دامنِ اسلام میں آئے

صِدّیق کا ایمان

ابُوبکر آئے اُن کو بھی یہی پیغام پہنچایا
خُدا کے دین کی تلقین کی اِسلام پہنچایا
کہا مُجھ کو مرے ربّ نے نبوّت دے کے بھیجا ہے
ہدایت دے کے بھیجا ہے شریعت دے کے بھیجا ہے
مَیں آیا ہُوں کہ بندوں کو خُدا کے در پہ لے جاوٗں
نجاتِ دُنیوی و اُخروی کی راہ دکھلاوٗں
کہا بُوبکرؓ[1] نے سرکار اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا
مرے مالک مرے مختار اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا
مرے ماں باپ آل اَولاد قرباں اس شریعت پر
محمدؐ کے خُدا پر اور محمدؐ کی رسالت پر
یہ کہہ کر جُھک گئے بُوبکرؓ چُومے ہاتھ حضرت کے
ہُوئے مشغُولِ تبلیغ آپ بھی اب ساتھ حضرت کے

---

[1] ابوبکر بن ابی قحافہ دولتمند ماہرِ انساب، صائب الرائے اور فیاض تھے۔ جب وہ ایمان لائے تو ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے اور مکّے میں ان کا عام اثر تھا۔ معززینِ شہران سے ہر بات میں مشورہ کرتے تھے۔ آپ آنحضرت کے پرانے دوست اور بچپن کے رفیق تھے اور مدتوں سے فیضیاب تھے۔ اہلِ سیر کا بیان ہے کہ کبار صحابہ ان ہی کی تبلیغ سے ایمان لائے۔ (مصنف)

یہ وہ ایمان تھا جس کا خُدا نے ذکر فرمایا
یہ وہ انسان تھا جس نے لقب صدّیق کا پایا

السّابِقِینَ الاُوّلِین

ابُوبکرؓ آج اُس توحیدِ حق کا جام لے آئے
کہ جس سے حضرت عثمانؓ[1] بھی اسلام لے آئے

زبیرؓ و سعدؓ و طلحہؓ عبدرحمٰنؓ بُوعبیدہؓ بھی[2]
علی کے بھائی جعفرؓ اور بیوی اُن کی اسماؓ بھی

غرض ایمان لائے سب سے پہلے اپنے گھر والے
پھر آئے دوست اس حلقہ میں دل والے نظر والے

برس چالیس پُورے اس نبیؐ کو سب نے دیکھا تھا
مروّت سی بھری پاکیزگی کو سب نے دیکھا تھا

یہ چند افراد سب سے پیشتر حق کے قریں آئے
درِ توحید پر السّابِقِینَ الاُوّلِین آئے

مقدر تھی سعادت ان رضا کے بہرہ مندوں کو
خُدا نے آپ خود ہی چُن لیا تھا اپنے بندوں کو

یہ چھوٹی سی جماعت ذکرِ حق کرتی تھی چھُپ چھُپ کے[3]
شہادت گاہِ اُلفت میں قدم دھرتی تھی چھُپ چھُپ کے

---

[1] عثمان بن عفانؓ خاندان امیہ کے ایک دولتمند رکن تھے۔

[2] زبیرؓ ابن عوام آنحضرت کی پھوپھی کے بیٹے اور حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے تھے۔ سعد بن ابی وقاصؓ، طلحہؓ بن عبید اللہ، عبدالرحمٰنؓ بن عوف۔ ابوعبیدہؓ ابن الجراح۔ اسماؓ بن عمیس۔ ابوسلمؓ عثمانؓ بن مظعون۔ عبیدہؓ بن حارث بن عبدالمطلب۔ سعیدؓ ابن زید اور ان کی بیوی فاطمہؓ بنت خطاب۔ ہمشیر حضرت عمر فاروق (عمر فاروق اس وقت حالت کفر میں تھے)۔ اسماؓ بنت ابی بکرؓ عبداللہؓ بن مسعود۔ عمارؓ بن یاسر۔ خبابؓ ابن الارت۔ ارقمؓ۔ صہیبؓ رومی ان خوش قسمت اصحاب میں سے تھے جو السابقین الاولین کہلائے۔ (مصنف)

[3] احتیاط کی جاتی تھی کہ محرمانِ خاص کے سوا کسی کو خبر نہ ہونے پائے۔ نماز کے وقت آنحضرت کسی پہاڑ میں چلے جاتے اور وہاں نماز پڑھتے (سیرت النبی)

انہیں معلوم تھا جس روز کھولا راز کا دامن
عرب ہو یا عجم سارا جہاں ہو جائے گا دشمن

مگر وہ روز جلد از جلد مُنہ دکھلانے والا تھا
کہ تبلیغ علانیہ کا فرماں آنے والا تھا

مِلا ہو جس کو یہ فرماں کہ ہاں فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ
خُدا کے حکم کو پھر کھول کر کہتا نہ وہ کیونکر

پہاڑی کا وعظ، اعلائے کلمۃُ الحقّ

چڑھا کوہِ صفا پر ایک دن اسلام کا ہادی
نظر کے سامنے تھی پستیٔ انساں کی آبادی

صدا دی اے قریشی عورتو مردو اِدھر آؤ!
یہ اپنے کام دھندے آج تہ کر دو اِدھر آؤ!

مثالِ رعد ہادی کی صدا گونجی ہواؤں میں
زمیں سے آسماں تک غلغلہ اُٹھا فضاؤں میں

یہ کڑکا سُن کے خلقت گھر سے نکلی اس طرف آئی
بڑھی انبوہ درانبوہ، دوڑی صَف بصَف آئی

اکٹھے ہو گئے آ کر جوان و پیر و مرد و زن
بنی آدم کا جنگل بن گیا یہ کوہ کا دامن

خطاب ان سے پیمبرؐ نے کیا اللہ کے بندو
خلیل اللہ کے پوتو، ذبیح اللہ کے فرزندو!

کھڑا ہوں میں تمہارے سامنے ایسی بلندی پہ
دو جانب مجھ پہ روشن ہے جہاں اچھا بُرا منظر

لے فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ○ (پ۱۴ الحجر ع ۶ ۹۴)
پس تجھے جو حکم ہوا ہے واشگاف کہہ دے۔ اور مشرکین کی کوئی پروا نہ کر۔

اگر میں تم سے یہ کہہ دوں کہ اِس کُہسار کے پیچھے
پہاڑوں کی بلند اور آہنی دیوار کے پیچھے
چھُپی ہے رہزنوں کی فوج تم پر وار کرنے کو
گھروں کے لُوٹنے کو شہر کے مسمار کرنے کو
یہ کہہ دوں مَیں اگر تم سے تو کیا تم مان جاؤ گے
یقیں آجائے گا کیا مُجھ پہ کوئی شک نہ لاؤ گے؟
کہا لوگوں نے ہاں سچّا ہے تُو یہ جانتے ہیں سب
تُو بچپن ہی سے صادق ہے امیں ہے مانتے ہیں سب
بھلا اِس قول پر کیسے یقیں ہم کو نہ آئے گا
بلا چُون و چرا مانیں گے کوئی شک نہ لائے گا

یہ سُن کر پھر بلند آواز سے سچّا نبیؐ بولا
اسی انداز سے قرآنِ ناطق نے دہن کھولا
کہ اے لوگو مرا کہنا نہایت غور سے سُن لو
مَیں کہتا ہُوں کہ باز آجاؤ ظلم و جَور سے سُن لو
بہائم کی صفت چھوڑو ذرا انسان بن جاؤ
بُرے اعمال سے توبہ کرو شرماؤ شرماؤ
فواحش اور زناکاری مٹادو نیک ہو جاؤ
خُدا کو ایک مانو اور تم بھی ایک ہو جاؤ
یغُوث و لات و عزّیٰ کچھ نہیں بے جان پتّھر ہیں
جنھیں تم پُوجتے ہو وہ تو خُود تم سے بھی کمتر ہیں
وہی خالق، وہی سچا خُدا معبُود ہے سب کا
وہی مطلوب ہے سب کا وہی مسجُود ہے سب کا
بُتوں کی بندگی کے دام سے آزاد ہو جاؤ
خُدا کے دامنِ توحید میں آباد ہو جاؤ
پھنسا رکھا ہے شیطاں نے تمہیں باطل کے پھندے میں
نہ رکھا فرق تم نے کچھ خُدا میں اور بندے میں

تمہارے واسطے مَیں دولتِ اسلام لایا ہوں
جو ابراہیمؑ لائے تھے وہی پیغام لایا ہُوں

خُدائے قادر و قہار پر ایمان لے آؤ
جہاں کے مالک و مختار پر ایمان لے آؤ

جہالت چھوڑ دو قرآن پر ایمان لے آؤ
بُتوں کو توڑ دو رحمٰن پر ایمان لے آؤ

اگر ایمان لے آؤ تو بچ جاؤ گے اے لوگو!
فلاحِ دُنیوی و اُخروی پاؤ گے اے لوگو!

نہ مانو گے تو بربادی کا بادل چھانے والا ہے
بُرا وقت آنے والا ہے، بُرا وقت آنے والا ہے

مُشرکین کا غیظ و غضب

خُدا کا نام گویا قہر تھا بُت خانۂ دل پر
گرا دی حق نے بجلی تودۂ بارُودِ باطل پر

غضب کی آندھیاں منڈلا گئیں لوگوں کی صُورت پہ
نگاہیں سُرخ ہو کر چھا گئیں نُورِ نبوت پر

غضب میں بھر گئے سارے قریش اس غلغلہ کو سُن کر
کہ اُن کے پتّھروں کو کہہ دیا تھا آپ نے پتّھر

جسے دیکھو اُسی کے منہ میں کف تھی کُفر بکتا تھا
خُدا واحد ہے، یہ گویا سمجھ میں آ نہ سکتا تھا

بُتوں اور دیوتاؤں کی مذمت جُرم تھی گویا
ہوا وہ شور و شر برپا قیامت آ گئی گویا

انہیں تو حق سے نفرت تھی یہ باتیں کس طرح سُنتے
کھٹکنے لگ گئے کانٹے جنہیں وہ پھول کیا چنتے

ابو لہب بن عبد المطّلب کا کفر

مثالِ شعلہ اُٹھا ابو لہب، چیخا، دہن کھولا
خبردار۔ او بھتیجے اِس سے آگے اور اگر بولا

ہمارے دیوتا ناراض ہو جائیں تو پھر کیا ہو!
تو اتنا ہی بتا دے مینہ نہ برسائیں تو پھر کیا ہو!

اہانت اِک خُدا کے نام سے اتنے خداؤں کی
مذمّت سارے معبُودوں کی دیوی دیوتاؤں کی

نبوت کیا ترے ہی واسطے تھی اِس زمانے میں
نبوّت کے لئے کیا تُو ہی تھا میرے گھرانے میں[1]

یہی باتیں سُنانے کو ہمیں تُو نے بلایا ہے
سمجھ میں کچھ نہیں آیا یہ کیا تُو نے سُنایا ہے

تری باتوں پہ ہرگز کان دھر سکتا نہیں کوئی
کہ اِس توہین کو برداشت کر سکتا نہیں کوئی

غرض ایسی ہی باتیں کر کے سب نے راہ لی گھر کی
پسند آئی نہ ان کو بات کوئی بھی پیمبرؐ کی

مگر اس رحمتِ عالم کا دل توحید کا گھر تھا
نہ آسکتی تھی مایُوسی کہ یہ اُمّید کا گھر تھا

بنو ہاشم میں تبلیغ، حضرت علی کا ایمان

کیا دولت کدے پر ایک دن سامان دعوت کا
بنی ہاشم کو یعنی اپنے کنبے کو بُلا بھیجا[2]

---

[1] ابو لہب یہ خیال کرتا تھا کہ آلِ ہاشم میں اس وقت سب سے بڑا میں ہوں۔ اس لئے نبوت اگر ملنی تھی تو مجھے ملنی چاہیے تھی۔

[2] وَاَنذِرۡ عَشِيۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِيۡنَ ۝ (پ الشعراء ع ۲۴) اور اپنے نزدیکی خاندان والوں کو خدا سے ڈرا۔

چچا تھے بُولہب، عباسؓ، حمزہؓ اور ابو طالبؓ
یہ عبدالمطّلب کے جانشیں سرکردہ و غالب

اکٹھے ہو گئے سب بھائی بہنیں بیویاں بچّے[1]
کہ ان میں کُچھ تو تھے ذی ہوش اور کچھ عمر کے کچّے

کِھلا کر سب کو کھانا رحمتِ عالم نے فرمایا
عزیزو میں تمہارے واسطے اِک چیز ہُوں لایا

وہ چیز اسلام پر ایمان ہے جو دینِ بیضا ہے
متاعِ بے بہا ہے اور کفیلِ دین و دُنیا ہے

بتاؤ آپ میں سے کون میرا ساتھ دیتا ہے
بتاؤ کون اپنا ہاتھ میرے ہاتھ دیتا ہے[2]

یہ سُن کر منہ لگے اِک دُوسرے کا سب کے سب تکنے
ابُولہبِ لعیں پھر چاہتا تھا اور کُچھ بکنے

کہ طفلِ سیزدہ سالہ علیؓ ابنِ ابی طالب
رہی جس کی صداقت مصلحت پر عُمر بھر غالب

وہ اُٹھّا اور بولا میں اگرچہ عُمر میں کم ہُوں
مری آنکھوں میں ہے آشوب گویا چشمِ پُرنم ہُوں

بھری محفل میں لیکن آج یہ اعلان کرتا ہُوں
کہ مَیں سچّے نبیؐ پر جان و دل قُربان کرتا ہُوں

مَیں اپنی زندگی بھر ساتھ دُوں گا یا رسُول اللہؐ
یقیں کیجے کہ قدموں میں رہوں گا یا رسُول اللہؐ

جُھکے شیرِ خُدا جب بات اپنی برملا کہہ کر
رسُول اللہؐ نے سر پر ہاتھ رکھّا مرحبا کہہ کر

بڑے بُوڑھے جو چپ تھے کھِلکھلا کر ہنس پڑے سارے
انہیں معلوم کیا تھا جانتے کیا تھے وہ بیچارے

۱؎ یہ سب بنی ہاشم ہی تھے۔ اِن کی تعداد چالیس یا ایک کم یا ایک زیادہ تھی۔ (رحمۃ للعالمین)

۲؎ دیکھو رحمۃ للعالمین۔

کہ یہ لڑکا وہ جس پر ہنس رہے ہیں اس حقارت سے
پہاڑوں کے جگر تھرّا اٹھیں گے اِس کی ہیبت سے

بنی ہاشم ہنسی میں بات اُڑا کر ہو گئے راہی
علیؓ کو ہو گئی حاصل مگر دارَین کی شاہی

اِسلام لانے والوںؑ پر مصائب کے پہاڑ

علانیہ اِدھر سے دین کا اعلان ہوتا تھا
اُدھر سے شہر میں تضحیک کا سامان ہوتا تھا

ؑ حضرت بلال حبشی النسل تھے۔ اُمیّہ بن خلف کے غلام تھے۔ ٹھیک دوپہر کے وقت اُمیّہ ان کو عرب کی جلتی ہوئی ریت پر لٹاتا اور پتھر کی چٹان سینے پر رکھ دیتا۔ یہ وہی بلالؓ ہیں جو مؤذن کے لقب سے مشہور ہیں۔ حضرت یاسرؓ اور ان کے بیٹے عمارؓ اور ان کی بیوی سمیّہؓ مسلمان ہو گئے تو ابوجہل نے ان کو شدید عذاب پہنچاتے۔ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عذابوں میں مبتلا دیکھ کر فرمایا۔ اصبروا یاآل یاسر فان موعدکم الجنۃ۔ ترجمہ (یاسر والو صبر کرو تمہارا مقام جنت ہے) ابوجہل نے بی بی سمیّہ کے اندامِ نہانی میں نیزہ مارا اور وہ تڑپ کر ہلاک ہو گئیں۔ حضرت خباب بن الارت کے سر کے بال کھینچے جاتے اور گردن مروڑی جاتی۔ گرم پتھروں سے داغ دیا جاتا۔ (رحمۃ للعالمین)

حضرت صہیبؓ رومی مشہور ہیں۔ مگر ان کے والد سنان کسریٰ کی طرف سے ابلّہ کے حاکم تھے۔ رومیوں کے حملے کے سبب تباہ حال ہو گئے۔ ایک عرب نے ان کو خریدا۔ مکّے میں عبداللہ بن جدعان نے روپیہ دے کر ان کو آزاد کرا دیا تھا۔ یہ مسلمان ہو گئے۔

ابو فکیہہؓ صفوان بن اُمیّہ کے غلام تھے۔ اُمیّہ ان کا گلا گھونٹتا، مارتا گھسیٹتا مگر وہ راہِ خدا سے نہ ہٹے۔ ان کے سینے پر ایسے وزنی پتھر رکھے جاتے کہ ان کی زبان باہر نکل آتی۔ (رحمۃ للعالمین)

لبینہؓ ایک کنیز تھی حضرت عمرؓ جس وقت تک ایمان نہ لائے تھے ان کو اتنا مارتے کہ خود تھک جاتے۔ اور وہ اسلام پر قائم رہی۔ نہدیہؓ اور زنیرہؓ بھی کنیزیں اور عامرؓ بھی غلام تھے۔ (سیرت النبیؐ)

مُسلسل پھولنے پھلنے لگا اِسلام کا پودا
مخالف تھے قریش اب بڑھ چلا کچھ اَور بھی سودا

نبیؐ کو اور مُسلمانوں کو تکلیفیں لگیں ملنے
وہ تکلیفیں کہ جن سے عرشِ اعظم بھی لگا ہلنے

غضب کے ظلم ہوتے تھے مُسلماں ہونے والوں پر
خزاں آتی تھی دل میں تخمِ وحدت بونے والوں پر

لِٹاتے تھے کسی کو تپتی تپتی ریت کے اُوپر
کسی کے سینۂ بے کینہ پر رکھے گئے پتّھر

مُسلماں بیبیوں پر چابکوں کا مینہ برستا تھا
کنیزوں کو شکنجے میں کوئی بے درد کستا تھا

بلالؓ و یاسرؓ و عمّارؓ و خبّابؓ اور سمیّہؓ
صہیبؓ و بُو فکیہہؓ اور لبینہؓ اور نہدیہؓ

زنیرہؓ اور عامرؓ تھے غلام اور لونڈیاں اِن کی
مُسلماں ہو گئے تھے آ گئی آفت میں جاں اِن کی

محمّدؐ کی محبّت میں ہزاروں ظلم سہتے تھے
خُدا پر تھی نظر ان کی زباں سے کچھ نہ کہتے تھے

یہ ظُلم ان کو خُدا سے دُور کر سکتے نہ تھے ہرگز
نشے صہبائے وحدت کے اُتر سکتے نہ تھے ہرگز

ستم ہائے فراواں کی بڑھی جب حد سے بے دردی
تو ان کی حضرتِ بوبکرؓ[1] نے قیمت ادا کر دی

اخوّت مذہبِ اسلام کا پتّھر ہے بُنیادی
غلاموں کو دلائی ہے اِسی جذبے نے آزادی

مُسلماں ہونے والوں سے غلامی کی مٹی ذلّت
کہ آڑے آ گئی عثمانؓ اور بُوبکرؓ کی ہمّت

---

۱ حضرت ابوبکرؓ کے دفترِ فضائل کا پہلا باب یہی ہے کہ انہوں نے بے دریغ دولت صرف کر کے مظلوم مسلمان لونڈی اور غلاموں کو بھاری داموں پر خرید کر کے آزاد کر دیا۔ (مصنّف)

اکابرِ قریش کی ابوطالب کو دھمکی

شرارت میں کمی کوئی نہ کی اشرارِ مکّہ نے　　مُسلمانوں کو بے بس کر دیا کفّارِ مکّہ نے
مگر اس پر بھی جب بڑھتے رہے پیرو محمدؐ کے　　تو باہم مشورے ہونے لگے ایذائے بیجد کے
ابوجہل و اُمیّہ، بُولہب، عقبہ ابوسُفیاں　　ولید و عاص و عتبہ الغرض جتنے بھی تھے ذیشاں[1]
یہ فرزندانِ تاریکی جو نُورِ حق سے چُندھیائے　　ہُوئے اک دن اکٹھے اور ابوطالب کے گھر آئے
کہا ہم کو بھتیجا آپ کا بے دین کہتا ہے　　ہمارے دین کو انسان کی توہین کہتا ہے
بُرا کہتا ہے وہ چھوٹے بڑے سارے خُداؤں کو　　ہُبل کو لات کو عزّیٰ کو دیوی دیوتاؤں کو
ہمارے باپ داداؤں کو بھی گمراہ کہتا ہے　　سوا اپنے خُدا کے سب کو غیر اللہ کہتا ہے
بس اب برداشت کر سکتے نہیں ہم اُس کی جرأت کو　　کسی دن دیکھ لیں گے اُس کو اور اُس کی نبوّت کو
ہم اپنے دین کی توہین پر چُپ رہ نہیں سکتے　　تمہارے پاس آئے ہیں کہ بس اب سہہ نہیں سکتے

تم اس کا ساتھ چھوڑ دو یا کرو تنبیہ سمجھاؤ
وگرنہ جنگ کا ساماں کرو میدان میں آؤ

---

[1] ابوجہل ابن ہشام، امیہ بن خلف، عقبہ بن معیط، ابوسفیان بن حرب بن امیہ، ولید بن مغیرہ (حضرت خالد کا باپ) عاص بن وائل سہمی (عمرو بن عاص کا باپ) عتبہ بن ربیعہ (امیر معاویہ کا نانا) (مصنّف)

چچا کی فہمائش

یہ کہہ کر چل دیئے سب لوگ ابُوطالب بھی گھبرائے
اُنہیں ڈر تھا مبادا قوم ہی سے جنگ چھڑ جائے

بُلایا آپ کو نرمی سے بولے جانِ عم دیکھو!
تمہیں لازم ہے ڈالو اس چچا پر بار کم دیکھو!

تم اپنے دین کی تلقین کو رہنے دو جانے دو
بڑھاپے میں ہماری شان پر دھبّہ نہ آنے دو

مَیں بُوڑھا ہوں اکیلا کُل عرب سے لڑ نہیں سکتا
مَیں اَڑ بھی جاؤں تو سارا قبیلہ اَڑ نہیں سکتا

بھتیجے کا جواب

چچا کے دامنِ شفقت کو بھی ہٹتا ہوا پایا
تو ہو کر آب دیدہ ہادیٔ برحق نے فرمایا

قسم اللہ کی سارا جہاں بھی ہو اگر دُشمن
یہ سب شیطان کے ساتھی بڑھیں ہو کر لشکر دُشمن

جفا و ظُلم کی آندھی چلے طُوفان آ جائیں
مٹانے کو مرے شدّاد اور ہامان آ جائیں

کسی دھمکی، کسی ڈر سے مرا دل گھٹ نہیں سکتا
مجھے یہ فرض ادا کرنا ہے اس سے ہٹ نہیں سکتا

مرے ہاتھوں میں لا کر چاند سُورج بھی اگر رکھ دیں
مرے پیرُوں تلے رُوئے زمیں کا مال و زر رکھ دیں

خُدا کے کام سے میں باز ہرگز رہ نہیں سکتا
یہ بُت جھُوٹے ہیں مَیں جھُوٹوں کو سچّا کہہ نہیں سکتا

مَیں سچّا ہوں تو بس میرے لئے میرا خُدا بس ہے
کسی امداد کی حاجت نہیں اُس کی رضا بس ہے

مرا ایمان ہے ہر شے پہ قادر حق تعالیٰ ہے
وہی آغاز کو انجام تک پہنچانے والا ہے

ابُوطالب کا تأثّر

ابُوطالب نے حیرت سے بھتیجے کی طرف دیکھا
جلالِ مصطفٰےؐ میں مردِ کامل سربکف دیکھا

کہا اے جانِ عم اب میں کسی سے ڈر نہیں سکتا
جہاں میں کوئی تیرا بال بیکا کر نہیں سکتا!

تبلیغِ حق کا دشوار گذار رستہ

کفّار کی ایذا رسانی اور توہین

پیمبرؐ دعوتِ اسلام دینے کو نکلتا تھا
نویدِ راحت و آرام دینے کو نکلتا تھا

نکلتے تھے قریش اس راہ میں کانٹے بچھانے کو
وجُودِ پاک پر سَو سَو طرح کے ظُلم ڈھانے کو

اُمیّہ بُولہبؔ بُوجہل عقبہ سخت دُشمن تھے
شقاوت پیشہ تھے بیداد گر تھے اور پُرفن تھے

خُدا کی بات سُن کر مضحکے میں ٹال دیتے تھے
نبیؐ کے جسمِ اطہر پر نجاست ڈال دیتے تھے

کوئی گالی سُناتا تھا کوئی پتھر اُٹھاتا تھا
کوئی قرآن پر[1] ہنستا تھا کوئی منہ چڑاتا تھا

حرم کی سرزمیں پر آپ پڑھتے تھے نماز اکثر
ہمیشہ اس گھڑی کی تاک میں رہتے تھے بدگوہر

قریشی مَرد اُٹھ کر راہ میں آوازے کستے تھے
یہ ناپاکی کے چھرّے چار جانب سے برستے تھے

کوئی حضرت کی گردن گھونٹتا[3] تھا کس کے چادر میں
کوئی دیوانہ پتھر مارتا تھا آپ کے سر میں[2]

ل؎ قرآن مجید کی آیت ذیل میں اسی طرف اشارہ ہے:۔

لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ○ (پ۲۴ حٰمٓ السجدہ ع ۲۶)

اس قرآن کو نہ سنو اس میں گڑبڑ ڈال دو۔ شاید تم غالب آؤ۔

۲؎ ابولہب بن عبدالمطلب آنحضرت کا چچا تھا۔ مگر آپ کو سب سے زیادہ ایذا دیتا تھا۔ آپ کے دروازے پر محض ستانے کے لئے نجاست ڈال دیتا۔ ایک مرتبہ کچھ اونٹ ذبح ہوئے تھے۔ ان کی اوجھیں پڑی ہوئی تھیں۔ ابوجہل نے دل لگی کی راہ سے کہا۔ اس اوجھ کو کون لے کر اس شخص پر ڈالتا ہے؟ عقبہ بن ابی معیط نے کہا۔ مَیں حاضر ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے اوجھ اٹھائی۔ آپ سجدے میں تھے کہ سر اور دونوں شانوں کے درمیان رکھ دی۔ اور سب لوگ قہقہے لگانے لگے۔ آپ اسی طرح ساکت و صامت سجدے میں پڑے رہے۔ سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا کو خبر ہوئی۔ اگرچہ وہ کمسن تھیں۔ مگر تاب نہ آئی۔ دوڑی ہوئی آئیں اور اس نجاست کو دونوں ہاتھوں سے ہٹایا۔ (خاتم المرسلین)

۳؎ ایک دفعہ بہت سے قریش نے جن میں اشرافِ قریش شامل تھے۔ آنحضرت پر وار کیا۔ عقبہ بن ابی معیط نے آپ کے گلے میں چادر ڈال کر اس قدر مروڑا کہ آپ کا دم رکنے کے قریب ہوگیا۔ اتنے میں حضرت ابوبکر جھپٹ کر آئے اور ان لوگوں کے ہاتھ سے آپ کو یہ کہہ کر چھڑایا۔

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ (پ۲۴ المومن ع ۲۸)

تم ایک شخص کو محض اس لئے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے۔ اللہ میرا پروردگار ہے اور تمہارے پاس روشن دلائل لایا ہے۔

قریشی عورتیں کانٹے بیابانوں سے لاتی تھیں
گذرگاہِ گُلِ گلزارِ وحدت میں بچھاتی تھیں [5]

نجاست گھر کے دروازے پہ لاکر پھینک جاتی تھیں
جھگڑتی بدزبانی کرتی تھیں فتنے اُٹھاتی تھیں

کلامِ حق کو سُن کر کوئی کہتا تھا یہ شاعر ہے
کوئی کہتا تھا کاہن ہے کوئی کہتا تھا ساحر ہے

مگر وہ منبعِ حلم و صفا خاموش رہتا تھا
دعائے خیر کرتا تھا جفا و ظلم سہتا تھا

قریش کی طرف سے مادی ترغیبات

عُتبہ کی گفتگو

قریش اک دن اکٹھے ہو کے بیٹھے اور یہ سوچا
کہ ظُلم اتنے کئے لیکن نتیجہ کچھ نہیں نکلا

محمدؐ اس قدر صابر ہے کیوں؟ یہ ماجرا کیا ہے؟
نمُود و نام کا طالب نہیں تو چاہتا کیا ہے؟

بہم اک مشورے کے بعد محفل سے اُٹھا عُتبہ
رسُولِ پاک سے تنہائی میں جا کر ملا عُتبہ

کہا جس دن سے تم کہنے لگے ہو خود کو پیغمبر
بڑی بھاری مصیبت ڈال دی ہے قوم کے سر پر

---

۵ ام جمیل ابوسفیان کی بہن تھی۔ وہ سو کام چھوڑ کے جاتی اور خاردار جھاڑیوں کا ایک بوجھ پیٹھ پر لاد کے لاتی اور آپ کے راستے میں بچھا دیتی۔ چونکہ آپ صبح اٹھنے کے عادی تھے اور اندھیرے منہ طوافِ کعبہ کیا کرتے تھے اس لئے آپ کو ان کانٹوں سے سخت تکلیف پہنچتی۔ (مصنف)

رواج و رسمِ قومی کی برائی کرتے پھرتے ہو
غلاموں مفلسوں[1] سے آشنائی کرتے پھرتے ہو

برا کہتے ہو کیش و مذہبِ اجداد و آبا کو
کہا کرتے ہو تم دوزخ کا ایندھن[2] لات و عُزیٰ کو

پرانے دین سے تم پھیرتے جاتے ہو لوگوں کو
خدا اک ہے انوکھی بات سمجھاتے ہو لوگوں کو

قریش اس ذلت و توہین سے تنگ آ چکے ہیں سب
بظاہر ہر طریقے سے تمہیں سمجھا چکے ہیں سب

بتاؤ تو سہی آخر تمہارا مدعا کیا ہے؟
بہت اچھے تھے پہلے تم، تمہیں آخر ہوا کیا ہے؟

رسومِ عام میں پہلے بھی شرکت تم نہ کرتے تھے
ہمارے دیوتاؤں کی عبادت تم نہ کرتے تھے

تمہیں ہم نیک طینت جانتے تھے کچھ نہ کہتے تھے
تمہارا مرتبہ پہچانتے تھے کچھ نہ کہتے تھے

یہ کیا جادو ہے کیا افسوں ہے جس میں کھو گئے ہو تم
روایاتِ قدیمہ کے مخالف ہو گئے ہو تم

تمہاری اس روش نے قوم میں ہے تفرقہ ڈالا
نہ ہوگا اس طریقہ سے تمہارا مرتبہ بالا

اگر دولت کی خواہش ہو تو دولت تم کو دلوائیں
تمہارے واسطے ہم جمع کر کے مال و زر لائیں

---

[1] حضرت نوحؑ کے خاص مقربین کی نسبت بھی کفار اسی طرح کہا کرتے تھے۔

وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ○ (پ ۱۲ ہود ع ۳)

اور ہم تو بظاہر یہی دیکھتے ہیں کہ تیری پیروی انہیں لوگوں نے کی ہے جو رذیل ہیں۔ اس لئے ہم تم میں کوئی بھی برتری نہیں پاتے بلکہ ہماری نظر میں تم سب جھوٹے ہو۔

[2] اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ (پ ۱۷ الانبیاء ع ۷)

تم اور جن چیزوں کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو سب دوزخ کے ایندھن ہونگے۔

عرب کی سلطنت چاہو تو یہ بھی کچھ نہیں مشکل
کہ سارے ملک کو کر دیں گے ہم اس بات پر مائل

کسی عورت پہ عاشق ہو تو ناممکن نہیں یہ بھی
ہمیں کہہ دو تمہارا کام کر دیں گے ہمیں یہ بھی

نہیں ہے گر نمود و نام و شاہی سے غرض تم کو
تو پھر ظاہر یہ ہوتا ہے کہ ہے کوئی مرض تم کو

اگر یہ ہے تو کہہ دو صاف جس سے ہم سمجھ جائیں
کریں اس کا تدارک اور دوائیں ڈھونڈ کر لائیں

مسلط کوئی جن ہے یا کوئی آسیب آتا ہے
ستاتا ہے تمہیں اس قسم کی باتیں سکھاتا ہے

ہمیں تم صاف کہہ دو ہم کسی عامل کو بلوائیں
کوئی تعویذ ڈھونڈیں کوئی ٹونا ٹوٹکا لائیں!

مگر اس کام سے باز آؤ یہ ضدی روش چھوڑو
مقدس دیوتاؤں کو برا کہنے سے منہ موڑو

تمہارے ان طریقوں سے بڑا طوفان آئے گا
تمہارے پیروؤں میں کوئی بھی جینے نہ پائے گا

عُتبہ کی حیرت

کہا میں تم کو ارشاداتِ ربّانی سناتا ہوں
ہدایت کے لئے آیاتِ قرآنی سناتا ہوں

یہ فرما کر پڑھیں حٰمٓ کی آیاتِ[1] قرآنی
سنیں عتبہ نے سن کر ہو گیا غرقابِ حیرانی

---

[1] حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے۔

اُٹھا چُپ چاپ اپنے ساتھیوں کے رُوبرُو آیا کہا مَیں نے تو اس کو ساحر و کاہن نہیں پایا
وہ شاعر بھی نہیں کُچھ اَور ہے طرزِ کلام اُس کا مَیں کہتا ہُوں کہ لوہا مان لیں گے خاص و عام اُس کا
نہ مال و جاہ کی خواہش نہ ہے دھمکی کا ڈر اُس کو مناسب ہے کہ اب رہنے دو اُس کے حال پر اُس کو
اگر اس شخص کو اہلِ عرب نے مار ہی ڈالا چلو چُھٹّی ہُوئی آئی ہُوئی کو موت نے ٹالا
اگر یہ غالب آیا ملک پر آخر بُرا کیا ہے تم اس کی قوم ہو سب کے لئے اچھا ہی اچھا ہے
وہ بولے اور لیجے یہ بھی اب ہم کو ڈبوتا ہے دلِ عُتبہ پہ جادُو چل گیا معلُوم ہوتا ہے
غرض کوئی نہ کی پروا پرستارانِ باطل نے رسُول اللہ کو اب اور ایذائیں لگیں ملنے
ابی طالبؓ کے ڈر سے قتل اگرچہ کر نہ سکتے تھے مگر تضحیک اور تذلیل کرنے سے نہ تھکتے تھے
ابُوجہل اور عقبہ کرتے تھے گُستاخیاں ایسی کہ سُن کر بھی جنہیں برداشت کرسکتا نہیں کوئی

حاشیہ صفحہ گذشتہ

لہ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ط (پ۲۴ حٰمٓ السجدہ ع ۶)

کہہ دے میں تمہارے جیسا بشر ہوں۔ وحی کی جاتی ہے طرف میری کہ تمہارا خدا صرف وہی ایک خدا ہے۔ پس سیدھے اس کے حضور میں جاؤ اور معافی طلب کرو۔

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ط ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (پ۲۴ حٰمٓ السجدہ ع ۹)

کہہ دے کیا تم لوگ اس خدا کو جھٹلاتے ہو جس نے دو دن میں یہ زمین پیدا کر دی۔ اور تم خدا کے شریک قرار دیتے ہو وہی ہے سارے جہاں کا پروردگار!

حضرت حمزہؓ کا ایمان لانا

شجاعِ نامور فرزندِ عبدُ المطلب حمزہؓ
وہ عمِّ مصطفیٰؐ عالی نسب والا حسب حمزہؓ

وہ حمزہؓ جس کو شاہِ شاہسوارانِ عرب کہیے
جسے جانِ عرب لکھیے جسے شانِ عرب کہیے

اگرچہ اب بھی اپنے کفر کی حالت پہ قائم تھے
مگر فخرِ رسلؐ کی دائمی اُلفت پہ قائم تھے

مشیّت تھی کہ ان کے دم سے تقویّت ملے حق کو
مٹے باطل سے شانِ ظاہری شوکت ملے حق کو

چلے آتے تھے اِک دن دشت سے وہ پشتِ توسن پر
شجاعت اور جلالِ ہاشمی تھا اپنے جوبن پر

سُوئے خانہ چلے جاتے تھے رستے میں یہ سُن پایا
بھتیجے کو مرے بُوجہل نے صدمہ ہے پہنچایا

یہ سُن کر جوشِ خُوں سے رُوح میں غیظ و غضب دوڑا
پلٹ کر سُوئے کعبہ ابنِ عبد المطّلب دوڑا

وہاں بُوجہل اپنے ساتھیوں میں گھر کے بیٹھا تھا
مثیلِ اَبرہہ تھا ہاتھیوں میں گھر کے بیٹھا تھا

کیا حمزہؓ نے نعرہ او ابُوجہل او خرِ بُزدل!
محمد مصطفیٰؐ کے دین میں اب میں بھی ہُوں شامل

سُنا ہے میں نے تو میرے بھتیجے کو ستاتا ہے
ہمیشہ گالیاں دیتا ہے اور فتنے اٹھاتا ہے

۱؎ حضرت حمزہؓ بن عبد المطلب آنحضرتؐ کے برادرِ رضاعی بھی تھے۔ یعنی آنحضرتؐ نے ثُویبہ کا دودھ بھی پیا تھا۔ ثویبہ حضرت حمزہؓ کو بھی دودھ پلا چکی تھی۔ (مصنّف)

اگر کچھ آن رکھتا ہے تو آ میرے مقابل ہو
کہ تیری بدزبانی کا چکھادوں کچھ مزا تجھ کو

بُلالے ساتھیوں کو اور حمایت کرنے والوں کو
ذرا میں بھی تو دیکھوں اُن کمینوں کو رذالوں کو

یہ کہہ کر گھُس پڑے حمزہؓ گروہ بدسگالاں میں
گریباں سے پکڑ کر کھینچ لائے اس کو میداں میں

کماں تھی ہاتھ میں وہ سر پہ نا ہنجار کے ماری
گرا بوجہل سر سے ہو گیا ناپاک خوں جاری[1]

سبھی دبکے کھڑے تھے چھا گیا تھا ایک سنّاٹا
مگر حمزہؓ نے کھا کر رحم اس کا سر نہیں کاٹا

کہا گر آج سے میرے بھتیجے کی طرف دیکھا
تیرے ناپاک چمڑے میں شُتر کی لید بھردوں گا

یہ کہہ کر چل دیئے مُشرک بھلا کیا ٹوک سکتے تھے
کہیں روباہ بھی اس شیرِ نر[2] کو روک سکتے تھے

ابوجہل اس لئے دبکا پڑا تھا فرش کے اُوپر
مبادا واپس آکر قتل کردے عمِّ پیغمبر

یہاں سے جا کے حمزہؓ جلد تر ایمان لے آئے
بھتیجے کی محبت میں چچا نے مرتبے پائے

حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کا بیان

دشمنانِ دین میں نبیؐ کے قتل کی تجویزیں

عمرؓ ابنِ خطاب اس وقت تک ایماں نہ لائے تھے
حجابِ کُفر میں تھے دامنِ حق میں نہ آئے تھے

---

[1] دیکھو خاتم المرسلین
[2] حضرت حمزہ کا خطاب اسد اللہ و رسولہ بھی تھا (دیکھو رحمۃ للعالمین جلد دوم)

غیور و صائب الرائے بہادر تیغ افگن تھے — مگر سچّے نبیؐ کے اور مُسلمانوں کے دشمن تھے
غریبوں حق پرستوں کو اذیّت دیتے رہتے تھے — مُسلماں ان کے ہاتھوں سے ہزاروں رنج سہتے تھے
جنابِ حضرتِ حمزہؓ بھی جب ایمان لے آئے — تزلزل پڑ گیا باطل میں اہلِ مکّہ گھبرائے
مُسلمانوں کی روز افزوں ترقی سے لگے ڈرنے — نبی کو قتل کر دینے کی تجویزیں لگے کرنے
کوئی بولا غضب ہے اپنی طاقت گھٹتی جاتی ہے — کہ دُنیا دینِ آبائی سے پیچھے ہٹتی جاتی ہے
یہی حالت رہی تو ایک دن ایسا بھی آئے گا — ہُبُل کے واسطے کوئی چڑھاوا بھی نہ لائے گا
کوئی بولا یہ مذہب پھیلنے سے رُک نہیں سکتا — محمّدؐ زندہ ہیں جب تک یہ جھگڑا چُک نہیں سکتا
کہا بوجہل نے دیکھو یہ نرمی کا نتیجہ ہے — پکارا بُولہب میں کیا کروں[۱] میرا بھتیجا ہے

عمرؓ نبیؐ کے قتل کا بیڑا اُٹھاتے ہیں

عمرؓ بولے یہ قصّہ ہی چکا دیتا ہوں میں جا کر — کہ دیتا ہوں تمہیں سر ہادیٔ اسلام کا لا کر
بدی کے غلغلے اس محفلِ حق پوش میں اُٹھّے — عمرؓ نے کھینچ لی تلوار پُورے جوش میں اُٹھّے
چلے اس زندگی بخشِ جہاں کے قتل کرنے کو — تمنّائے مکان و لامکاں کے قتل کرنے کو

---

[۱] بولہب نبیؐ کا سب سے بڑا دشمن تھا جب آنحضرتؐ تبلیغ کے لئے نکلتے تو یہ پیچھے سے پکارتا جاتا۔ لوگو! یہ دیوانہ ہے اس کی بات میں نہ آنا۔

نعیم[1] اک مردِ عاقل سے ہُوئی مُٹ بھیڑ رستے میں
وہ بولے آج کیا ہے تم نظر آتے ہو غُصّے میں

کہا مَیں قتل کرنے جا رہا ہوں اُس پیمبر کو
کہ جس نے ڈال رکھا ہے مُصیبت میں عرب بھر کو

وہ بولے تم کو گھر کا حال بھی معلوم ہے بھائی
کہ ہے اِسلام کی حامی تمہاری اپنی ماں جائی

تمہارے گھر میں بستا ہے خُدا کا نام مُدّت سے
کہ بہنوئی تمہارا لا چکا اِسلام مُدّت سے

یہ سُن کر اَور بھی غیظ و غضب طُوفان پر آئے
عمر تلوار کھینچے اپنے بہنوئی کے گھر آئے

غضب ٹُوٹا عمر دہلیز پر جس وقت چڑھتے تھے
وہ دونوں حضرت خبّاب[2] سے قرآن پڑھتے تھے

عُمر داخل ہوئے جب گھر کے اندر سخت غصّے میں
سُنی آہٹ تو فوراً چھُپ گئے خبّاب پردے میں

کہا کیا پڑھ رہے تھے تم وہ بولے تم کو کیا مطلب!
کہا دونوں مُسلماں ہو چکے ہو جانتا ہُوں سب!

بہن بہنوئی کو آخر عمر نے اس قدر مارا
کہ زخموں سے نکل کر خُون کی بہنے لگی دھارا

بہن[3] بولی عمر! ہم کو اگر تو مار بھی ڈالے
شکنجوں میں کسے یا بوٹیاں کُتّوں سے نچوالے

۱؎ نعیم بن عبداللہ حضرت عمر ہی کے خاندان کے ایک معزز شخص تھے۔ (سیرت النبی)

۲؎ حضرت خباب بن الارت بنی تمیم میں سے تھے۔ جاہلیت میں غلام بنا کر فروخت کر دیئے گئے تھے۔ امّ انمار نے خرید لیا تھا۔ یہ ان دنوں ایمان لائے تھے جب آنحضرت ارقم کے گھر میں مقیم تھے اور اس وقت تک صرف چھ سات شخص ایمان لا چکے تھے۔ آپ نے اسلام کی محبت میں طرح طرح کی تکلیفیں اٹھائی تھیں۔ ان کو گرم ریت پر لٹا کر سینے پر پتھر رکھ دیئے جاتے تھے ان کی پُشت ان صدمات سے برص کے سفید داغوں کی طرح بالکل سفید پڑ چکی تھی۔ (سیرت النبی)

۳؎ حضرت عمر کے بہنوئی کا نام سعید بن زید تھا۔ اور بہن کا نام فاطمہ بنت خطاب۔ (مصنّف)

مگر ہم اپنے دینِ حق سے ہرگز پھر نہیں سکتے! بلندی معرفت کی مِل گئی ہے گِر نہیں سکتے!

دہن سے نامِ حق آنکھوں سے آنسو، مُنہ سے خُوں جاری عمر کے دل پر اِس نقشے سے عبرت ہوگئی طاری

کہا اچھا دکھاؤ مجھ کو وہ آیاتِ قرآنی سمجھ رکھا ہے جن کو تم نے ارشاداتِ ربّانی

بہن بولی بغیرِ غُسل اِس کو چھو نہیں سکتے یہ سُن کر اور حیرت چھا گئی منہ رہ گئے تکتے

اُٹھے اور غسل کر کے لے لیا قرآن ہاتھوں میں
اسی کے ساتھ آئی دولتِ ایمان ہاتھوں میں

حضرتِ عمرؓ کا ایمان

کلامِ پاک کو پڑھتے ہی آنسو ہو گئے جاری خُدائے واحد و قدّوس کی ہیبت ہُوئی طاری

۱؎ فاطمہؓ نے قرآن کے اجزا لاکر سامنے رکھ دیئے۔ عمرؓ نے اٹھا کر دیکھا تو یہ سورت تھی:-

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (پ ۲۷ الحدید ع ۱) آسمان و زمین میں جو کچھ ہے خدا کی تسبیح پڑھتا ہے۔ اور خدا ہی غالب حکمت والا ہے۔

ایک ایک لفظ پر ان کا دل مرعوب ہوتا جاتا تھا یہاں تک کہ جب اس آیت پر پہنچے

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ خدا پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ

تو بے اختیار پکار اُٹھے:-

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔

وہ دل، وہ سخت دل جو آہن و فولاد کا دل تھا
مُسلمانوں کے حق میں جو کسی جلّاد کا دل تھا

شعاعِ نُور نے اُس دل کو یکسر موم کر ڈالا
ہُوئی تسکین یہ نکلا قدیمی کفر کا چھالا

اُڑی کافور کی صُورت سیاہی رنگِ باطل کی
یکایک آج روشن ہوگئیں گہرائیاں دل کی

اسی عالم میں اُٹھے جانبِ کوہِ صفا دوڑے
نکل کر زغۂ شیطاں سے جیسے پارسا دوڑے

عمرؓ آستانۂ نبوّت پر

رسول اللہ تھے اُس دم مقیمِ خانۂ ارقمؓ
حضوری میں جنابِ حمزہؓ و بُوبکرؓ تھے ہمدم

نحیف و ناتواں کُچھ اور اہل اللہ بیٹھے تھے
خُدا پر تکیہ تھا، سرکارِ عالی جاہ بیٹھے تھے

عمرؓ آئے مسلّح، آکے دروازے پہ دی دستک
اسی انداز میں تھے ہاتھ میں تلوار تھی اب تک

صحابہ نے جونہی سُوراخ میں سے جھانک کر دیکھا
چمک تلوار کی آئی نظر رُوئے عمرؓ دیکھا

صحابہ کو ہُوئی تشویش ان کے رنگِ ظاہر سے
عمرؓ کا دبدبہ کچھ کم نہ تھا اِک فوجِ قاہر سے

رسُول اللہ سے آکر عرض کی اِک طرفہ ساماں ہے
عمرؓ در پر کھڑے ہیں ہاتھ میں شمشیرِ بُرّاں ہے

کہا حمزہؓ نے جاؤ جس طرح آتا ہے آنے دو
اسے اندر بلاؤ جس طرح آتا ہے آنے دو

۱؎ ارقمؓ کا مکان کوہِ صفا کی تلیٹی پر تھا۔ اور رسول اللہ وہاں پناہ گزین تھے۔ (سیرت النبی)

ادب ملحوظ رکھے گا تو خاطر سے بٹھائیں گے
نمونہ اس کو ہم خُلقِ محمدؐ کا دکھائیں گے

اگر نیّت نہیں اچھی تو اس کو قتل کر دوں گا
اسی کی تیغ سے سر کاٹ کر چھاتی پہ دھر دوں گا

رسُول اللہ سُن کر مسکرائے اور فرمایا
بُلا لو دیکھ لیں کس دُھن میں ہے ابنِ خطاب آیا

عُمرؓ داخل ہوئے گھر میں تو اُٹھے حضرتِ والا
ہُوا ضَو ریز سرِّ شاخِ طوبیٰ پر قدِ بالا

کہا چادر کا دامن کھینچ کر کیوں اے عُمرؓ کیا ہے؟
چلا تھا آج کس نیّت سے کس نیّت سے آیا ہے؟

عُمرؓ کے جسم پر اک کپکپی سی ہو گئی طاری
وہیں سر جھک گیا آنکھوں سے آنسو ہو گئے جاری

ادب سے عرض کی حاضر ہُوا ہوں سر جھکانے کو
خُدا پر اور رسُولِ پاک پر ایمان لانے کو

یہ کہنا تھا کہ ہر جانب صدائے مرحبا گونجی
فضا میں نعرۂ اللہ اکبر کی صدا گونجی

حضرت عمرؓ کی شانِ ایمان

عُمرؓ رخصت ہوئے ایمان لا کر شہر کی جانب
چلے بے خوف ہو کر بانیانِ قہر کی جانب[۲]

---

[۱] دیکھو سیرت النبیؐ

[۲] حضرت عمرؓ سے پہلے پچاس کے قریب آدمی ایمان لا چکے تھے۔ عرب کے مشہور بہادر سید الشہدا حضرت حمزہؓ بھی مسلمان ہو چکے تھے تاہم مسلمان اپنے فرائض مذہبی ادا نہیں کر سکتے تھے۔ کعبہ میں نماز ادا کرنا تو گویا ناممکن ہی تھا لیکن حضرت عمرؓ کے ایمان سے حالت بدل گئی۔ انہوں نے علانیہ اسلام کا اظہار کیا۔ کافروں نے شدت کے ساتھ مخالفت کی لیکن وہ ثابت قدم رہے۔ یہاں تک مسلمانوں کو ساتھ لیجا کر کعبے میں نماز ادا کی۔ ابنِ ہشام اس واقعہ کو عبداللہ بن مسعود کی زبانی اس طرح لکھتا ہے کہ عمر اسلام لائے تو قریش سے لڑے۔ یہاں تک کہ کعبے میں نماز پڑھی۔ اور ان لوگوں کے ساتھ ہم نے بھی پڑھی + (مصنف)

وہاں وہ لوگ بیٹھے تھے عمرؓ کے منتظر سارے
کسی کے قتل ہونے کی خبر کے منتظر سارے

عمرؓ آکر پکارے اے قریش، اےؔ فہر کے بیٹو!
سُنو اے عقل کے اندھو، سُنو تقدیر کے ہیٹو!

یہ بُت جھُوٹے ہیں بیشک پُوجنا بے سود ہے سب کا
خُدا واحد ہے جو خالق ہے اور معبُود ہے سب کا

کوئی جھٹلائے مُجھ کو یا کرے میرا یقیں کوئی
محمدؐ ہیں رسُول اللہ اس میں شک نہیں کوئی

نہ ہو گا کُچھ بھی حاصل مکر سے حجّت سے حیلے سے
فلاحِ دین و دُنیا ہے محمّدؐ کے وسیلے سے

حقیقت کا تمہارے سامنے اظہار کرتا ہُوں
مَیں توحید و رسالت کا بہ دل اقرار کرتا ہُوں

کتاب اللہ پہ قرآن پر ایمان لایا ہُوں
خُدائے واحد و رحمٰن پر ایمان لایا ہُوں

یہ سُن کر زلزلہ سا آگیا ایوانِ باطل میں
بہت صدمہ ہُوا دل کی امیدیں رہ گئیں دل میں

اُٹھے سب طیش کھا کر پل پڑے اس مردِ غازی پر
کیا اُن بھیڑیوں نے حملہ اس شیرِ حجازی پر

مگر وہ مردِ میدانِ وفا غالب رہا سب پر
خُدا غالب ہُوا نامِ خدا غالب رہا سب پر

لـہ فہر قریش اول کا نام تھا۔

ہجرتِ حبشہ

ایذا دہی کی انتہا، طرح طرح کی عقوبتیں

عمرؓ کی حق پسندی سے بڑھی اسلام کی شوکت / علی الاعلان اب ہونے لگی تبلیغ کی خدمت

قریش اب ہو چکے تھے درحقیقت خون کے پیاسے / یہ باطل محو کرنا چاہتا تھا حق کو دنیا سے

ستم ایجاد تھے لاکھوں ستم ایجاد کرتے تھے / کوئی جلّاد کیا کرتا جو یہ جلّاد کرتے تھے

زمین و آسماں جب دھوپ کی گرمی سے تپتے تھے / غضب کی دل لگی تھی ریت پر مسلم تڑپتے تھے

جھلس کر سرخ ہو جاتی تھی جب چھاتی چٹانوں کی / ہم آغوشی ہوا کرتی تھی ان سے بے زبانوں کی

نشانِ سجدۂ توحید تھا جن کی جبینوں پر / دھرے رہتے تھے بھاری سخت پتھر ان کے سینوں پر

جو ابراہیمؑ کے پوتوں کو پھول اور باغ دیتے تھے / سلاخیں سرخ کر کے لوگ ان کو داغ دیتے تھے

مثالِ نوحؑ جو انسان کے بیڑے تراتے تھے / انہیں یہ لوگ پہروں آب میں غوطے کھلاتے تھے

غلاموں تک نہ تھا محدود یہ لطف و کرم ان کا / کہ تھا ہر بندۂ توحید پر ظلم و ستم ان کا

ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ[1] علیؓ تک کو ستاتے تھے
ابوذرؓ پر زبیرؓ و سعدؓ پر سو ظلم ڈھاتے تھے

وہ مصعبؓ عبدرحمٰنؓ اور جعفرؓ بن ابی طالبؓ
وہ سب کے سب بہادر جو کہ تھے یک جان و یک قالب

قیامت خیز ایذائیں غضب کے رنج سہتے تھے
تشدّد منع تھا اِس واسطے خاموش رہتے تھے

وطن کی سرزمیں پھرنے لگی جب آسماں بن کر
ہوا دم گھونٹنے کے واسطے پھیلی دُھواں بن کر

حقوقِ زندگی بھی چھن گئے جب اہلِ وحدت سے
حبش کی سمت ہجرت[2] کا ملا فرماں نبوّت سے

مُسلمانوں کی اِک تعداد نکلی بے وطن ہو کر
حبش یعنی نجاشی کی حکومت میں بنایا گھر[3]

مگر اس امر کی جب اہلِ مکّہ نے خبر پائی
تعاقب کے لیئے فوراً سفارت ایک بھجوائی

مدبّر عمرو ابن[4] العاصؓ جو تھے اُن دنوں کافر
سفارت لے کے دربارِ نجاشی میں ہوئے حاضر

---

۱ حضرت عثمان بن عفان کے اسلام لانے کی خبر ان کے چچا کو ہوئی تو وہ ان کو طرح طرح کی ایذائیں دینے لگا۔ اکثر اوقات کھجور کی صف میں لپیٹ کر باندھ دیتا اور نیچے دھواں دیا کرتا + (طبری)

۲ وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِی اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً ؕ (پ ۱۴ النحل ع ۶) اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی اس کے بعد کہ ظلم ہوئے ہم انہیں دنیا میں اچھی جگہ دیں گے۔

۳ سب سے پہلے حضرت عثمان بن عفان اور ان کی زوجہ یعنی آنحضرت صلعم کی بیٹی سیدہ رقیہ نے ہجرت اختیار کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت لوط علیہ السلام کے بعد عثمان پہلا شخص ہے جس نے راہِ خدا میں ہجرت کی ہے۔ یہ پہلا قافلہ ۱۲ مردوں اور چار عورتوں پر مشتمل تھا۔ رات کی تاریکی میں مکّے سے نکلے اور جدّہ کی بندرگاہ سے جہاز پر سوار ہو کر حبش کو چلے گئے۔ ان کے بعد اور بھی مسلمان جن میں ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں تھیں۔ اُن کے قافلہ سالار حضرت جعفر طیارؓ حضرت علیؓ کے بھائی تھے (تاریخ القرآن)

۴ عمرو بن العاص جو بعد میں مسلمان ہوئے اور فاتح مصر کے نام سے مشہور ہیں۔ اس وقت کافر تھے اور مسلمانوں کے سخت دشمن +

نجاشی کے حضور آکر جھکے سب ظلم کے بانی
تحائف اور نذریں پیش کر کے عرض گذرانی

کہ اے شاہِ حبش یہ سلطنت قائم رہے دائم
ہمارے شہر سے بھاگ آئے ہیں کچھ قوم کے مجرم

حبش میں آبسے ہیں ہر طرح آزاد پھرتے ہیں
مبلّغ اک نئے مذہب کے ہیں دلشاد پھرتے ہیں

یہودی اور نصرانی مذاہب سے بھی جلتے ہیں
نیا اک دین قائم کر لیا ہے جس پہ چلتے ہیں

پکڑ کر اس سفارت کے حوالے کیجیے اُن کو
اسی خاطر ہم آئے ہیں ہمیں دے دیجیے اُن کو

نجاشی کے مصاحب جو کہ سب تھے نصرانی
خلافِ اہلِ دیں ہر شخص نے تائید کی ٹھانی[1]

نجاشی انصاف کی راہ پر

یہ سازش کی ہم آہنگی نجاشی نے بُری سمجھی
گلوئے عدل پر ایسی عدالت اِک چھُری سمجھی

مُسلمانوں کو بھی اس نے بُلایا اور فرمایا
کہ تم کو قید کرنے کے لئے یہ وفد ہے آیا

تمہارا جُرم کیا ہے قوم کیوں ناراض ہے تم سے؟
کسی کو قتل کر ڈالا کہ بگڑی کوئی شے تم سے؟

تمہارا دین کیا ہے کیا وہ دُنیا سے نرالا ہے؟
جسے تم یہ سمجھتے ہو کہ سب دینوں سے بالا ہے؟

---

[1] سفارت نے جس میں عمرو بن عاص اور عتبہ بن ربیعہ جیسے سرکردہ لوگ تھے، نجاشی شاہِ حبش کے درباریوں اور پادریوں کو جاتے ہی گانٹھ لیا تھا کہ دربار میں ان کی طرف سے تائید ہی ہوگی + (دیکھو سیرت النبیؐ)

دربارِ نجاشی میں حضرت جعفرؓ کی تقریر

جنابِ حضرتِ جعفرؓ اُٹھے تقریر کرنے کو
علی الاعلان دینِ اللہ کی تفسیر کرنے کو

کہا اے بادشہ ہم لوگ کافر اور جاہل تھے
ہم اِس دارِ مشقت میں نکمّے اور کاہل تھے

بہت بدکار تھے بُت پُوجتے مُردار کھاتے تھے
غریبوں کو شریفوں کو ضعیفوں کو ستاتے تھے

یتیموں پر غلاموں لونڈیوں پر ظلم ڈھاتے تھے
پڑوسی زیردستوں کو زبردستی دکھاتے تھے

یہ حالت تھی برادر کا برادر جان لیوا تھا
گناہوں کا سمندر ناؤ کا شیطان کھیوا تھا

دقیقہ کون سا باقی رہا تھا ڈوب جانے میں
سہارا کوئی بھی حاصل نہ تھا ہم کو زمانے میں

تکلّف برطرف، جاتے تھے ہم سیدھے جہنّم میں
اسی اثنا میں اک سچّا نبیؐ پیدا ہُوا ہم میں

نبیؐ! شہرہ ہے ساری قوم میں جس کی امانت کا
کوئی مُنکر نہیں جس کی صداقت کا دیانت کا

وہ آیا اور اُس نے دعوتِ اسلام دی ہم کو
نکالا موت کے پنجے سے بخشی زندگی ہم کو

ہمیں تلقین کی ان پتّھروں کا پُوجنا چھوڑو
زنا سے جُھوٹ سے چوری سے سرشوری سے مُنہ موڑو

ہمیں تلقین کی اِک دُوسرے کے حق کو پہچانو
سبھی انسان ہو انسانیت دکھلاؤ نادانو

ہمیں اُس نے نماز و روزہ کے ارکان سکھلائے
پسند آیا ہمیں یہ دین ہم ایمان لے آئے

بس اتنی بات تھی جس پر ہُوئے اہلِ وطن دشمن
ہمیں جی کھول کر دیتے رہے رنج و محن دشمن

ہمارا جرم یہ ہے بُت پرستی چھوڑ دی ہم نے
ملی ہم کو اذیّت اپنی بستی چھوڑ دی ہم نے

ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ پھر گمراہ ہو جائیں
یہاں حاضر ہیں ہم اب آپ ہی انصاف فرمائیں

نجاشی راہِ ہدایت پر

سچائی کا اثر ظاہر ہوا قلبِ نجاشی پر
وہ بولا کون سا بُرہان لایا ہے وہ پیغمبر

سُنائیں حضرتِ جعفر نے چند آیاتِ[1] قرآنی
نجاشی کے مکدّر دل نے پائی جن سے تابانی

ہوا دل پر اثر آنکھوں سے آنسو ہو گئے جاری
کہا لاریب اللہ کی کتابیں ایک ہیں ساری

قسم اللہ کی اعجاز ہے انجیل و قرآں میں
اسی کے نطق کی آواز ہے انجیل و قرآں میں

نجاشی کا تہیّہ

کیا اب یُوں مخاطب اہلِ مکّہ کے سفیروں کو
کہ جاؤ کہہ دو اپنے بھیجنے والے شریروں کو

کہ جو مظلُوم میرے دامنِ دولت میں آئے گا
وہ خُود جائے تو جائے کوئی لے جانے نہ پائے گا

مُسلمانوں سے بولا تم حبش کو اپنا گھر سمجھو
مجُھے اپنا معین و ہم خیال و ہم نظر سمجھو

---

[1] حضرت جعفر نے سورہ مریم کی چند آیات پڑھیں۔ (دیکھو سیرت النبی)

یہ دُنیا اک مسافر خانہ ہے ہم سب مسافر ہیں
خُدا منزل ہو سب کی حیف ہے اُن پر جو کافر ہیں

رسُول اللہ کے خلاف اہلِ مکّہ کا معاہدہ

شرارت اہلِ مکہ کی کسی صُورت نہ کام آئی
سفارت بھی حبش سے یُونہی بے نیل و مرام آئی

شریروں کو بڑی شرمندگی تھی اپنی ہیٹی کی
اکٹھے ہو کے پھر اہلِ ستم نے اِک کمیٹی کی

بنی ہاشم کے گھر سے بُولہب بھی ساتھ شامل تھا
کہ ہر ایذا دہی کے وقت اُس کا ہاتھ شامل تھا

صلاح و مشورے کے بعد اب یہ بات طے پائی
کہ اک تحریر لکھوا کر درِ کعبہ پہ لٹکائی

لکھا یہ تھا، تعلق قطع ہے اب آلِ ہاشم[1] سے
نہ رکھیں آج کے دن سے وہ کوئی واسطہ ہم سے

رفاقت، بیاہ، شادی، ناطہ رشتہ، دوستی، اُلفت
مروّت، لین دین اور ملنا جلنا سب کا سب رخصت

تواضع، گفتگو، بیع و شریٰ سب ترک کرتے ہیں
کوئی آکر نہ پُوچھے گا وہ جیتے ہیں کہ مرتے ہیں

ہمارے شہر میں ڈھونڈیں نہ چیزیں کھانے پینے کی
نہیں پروا ہمیں اب ان کے مرنے اور جینے کی

ہمارے ان کے باہم کام دھندے بند ہیں سارے
قریش اس باہمی تحریر کے پابند ہیں سارے

ابُو طالب لئے بیٹھے رہیں اپنے بھتیجے کو
مریں گے بھوکے پیاسے خُود سمجھ لیں گے نتیجے کو

---

[1] کیونکہ بنی ہاشم اگرچہ مسلمان نہیں ہوئے تھے مگر قبیلے کی عصبیت کے سبب سے نبیؐ کا ساتھ نہیں چھوڑتے تھے (رحمۃ للعالمین)

محمدؐ جو ہمیں ہر بات میں گمراہ کہتا ہے — خُدا کو ایک اور خُود کو رسول اللہ کہتا ہے
ابُو طالب اگر اس کو ہمارے ہاتھ میں دے دیں — جو اس کے ساتھ والے ہیں سب اسکے ساتھ ہیں دیدیں
ہم ان کو قتل کر ڈالیں تو پھر یہ عہد ٹُوٹے گا — لہُو ان کا دوبارہ نخلِ اُلفت بن کے پھُوٹے گا

غرض یہ عہد لکھوا کر درِ کعبہ پہ لٹکایا[1]
ابُو طالب کے پاس اِک ہاشمی فوراً خبر لایا

ابُوطالب کی ثابت قدمی

ابُو طالب نے فرمایا عجب اُلٹا زمانہ ہے — یہ اچھی دوستی ہے واہ کیا عُمدہ بہانہ ہے
وہ صُبحِ نور جس کے چہرۂ انور کی برکت سے — کیا کرتے ہیں باراں کی تمنّا ابرِ رحمت سے
وہ دامن جو یتیموں کو پناہیں دینے والا ہے — جو اندھوں کو بصیرت کی نگاہیں دینے والا ہے
وہ جس نے اُجڑی بُچھڑی آدمیت کو سنوارا ہے — جو بے یاروں کا یار اب سہاروں کا سہارا ہے
وہی جو ابرِ رحمت بن کے بے جانوں کو جاں بخشے[2] — چمن کو رنگ بخشے اور بُلبل کو زباں بخشے

---

[1] اس معاہدہ کا ذکر طبری نے اور ابنِ سعد نے تفصیل سے کیا ہے۔ نبی کریم کو قتل کے لئے حوالے کر دینے کا تذکرہ مواہب لدنیہ میں ہے (سیرت النبیؐ)

[2] ابُوطالب کے قصیدے کا پہلا شعر ہے:

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ — وہ گورا شخص جس کے چہرے کی برکت سے بارانِ رحمت کی دعا کی جاتی ہے (جو)
ثمال الیتامی عصمۃ للارامل — یتیموں کے لئے پناہ اور دکھیاری عورتوں کو دکھ سے نجات دینے والا ہے۔

وہی جو نوعِ انساں کو غلامی سے رہائی دے
وہی جو پنجۂ مرگِ دوامی سے رہائی دے

یہ انساں دامِ مرگ اس کے غلاموں پر بچھاتے ہیں
حرم کے طائروں کو شانِ صیادی دکھاتے ہیں

اسی کے باغ پر یہ برق شعلہ ریز ہوتی ہے
اسی کے بے زبانوں پر چھری اب تیز ہوتی ہے

وہ جس کا نام لینے سے پلٹ جاتی ہیں تقدیریں
اسی کو قتل کر دینے کی اب ہوتی ہیں تدبیریں

کریں بیداد ہم پر اور ہمیں سے داد بھی چاہیں
ہمارا قتل ہو اور ہم سے پھر امداد بھی چاہیں

ہمیں منظور ہے قطعِ تعلق اہلِ مکہ سے
نہیں ہم چاہتے رسمِ تعلق اہلِ مکہ سے

یہ کہہ کر آلِ عبد المطّلب کو گھر میں بلوایا
کیا کنبہ اکٹھا اور سارا حال بتلایا

بنی ہاشم اگرچہ آج تک ایماں نہ لائے تھے
مگر اہلِ حمیّت ہاشمی ماؤں کے جائے تھے

اکٹھے ہو گئے شعبِ[1] ابی طالب میں آ آکر
یہیں پر تھے رسولِ پاکؐ اہلِ بیتِ پیغمبر

فقط اک بُولہب سب سے الگ تھا سب کا دشمن تھا
نہایت سنگدل بے رحم بے ایمان و پُرفن تھا

شعبِ ابی طالب میں محصوری کا زمانہ

بڑی سختی سے کرتے تھے قریش اس گھر کی نگرانی
نہ آنے دیتے تھے غلّہ اِدھر تا حدِّ امکانی

---

[1] شعب ابی طالب پہاڑ کے ایک درّے کا نام ہے جو خاندان بنو ہاشم کی موروثی ملکیت تھی +

کوئی غلے کا سوداگر اگر باہر سے آجاتا / تو رستے ہی میں جا کر بُولہب کمبخت بہکاتا

پہاڑوں کا درہ اک قلعۂ محصُور تھا گویا / خُدا والوں کو فاقوں مارنا منظُور تھا گویا [1]

رسُول اللہ لیکن مطمئن تھے اور صابر تھے / خُدا جس حال میں رکھے اسی حالت پہ شاکر تھے

وہ حمزہؓ کا شکارِ آہواں کے واسطے جانا / کبھی کچھ بھی نہ ملنا اور خالی ہاتھ آجانا

وہ بچوں کا تڑپنا ماہئ بے آب کی صُورت [2] / علی کے ضبط میں غصّے کے پیچ و تاب کی صُورت

عمرؓ کا ہاتھ اکثر قبضۂ شمشیر پر رکھنا / نبیؐ کے حکم پر سر تکیۂ تقدیر پر رکھنا

نبیؐ کے حکم کی تعمیل کرنا اور چُپ رہنا / غضب کو ضبط کرنا قہر اپنی جان پر سہنا

وہ بھوکی بچیّوں کا رُوٹھ کر فی الفور مَن جانا / خُدا کا نام سُن کر صبر کی تصویر بن جانا

تڑپنا بھوک سے کچھ روز آخر جان کھو دینا / وہ ماؤں کا فلک کو دیکھ کر چپ چاپ رو دینا [3]

گذارے تین سال اس رنگ سے ایمان والوں نے / دکھا دی شانِ استقلال اپنی آن والوں نے

رضا و صبر سے دن کٹ گئے ان نیک بختوں کے / کہ کھانے کے لئے ملتے رہے پتّے درختوں کے

---

[1] دیکھو خاتم المرسلین صفحہ ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، سیرت النبی صفحہ ۲۲۸، سیرت خیر البشر صفحہ ۲۷، سیرت رحمۃ للعالمین صفحہ ۵۳۔

[2] بنی ہاشم کے بچے بھوک سے اس قدر رویا کرتے کہ ان کی آواز گھاٹی سے باہر سنائی دیتی۔ (زاد المعاد)

[3] صحابہ کی زبان سے مذکور ہے کہ ہم طلحہ کے پتے کھا کھا کر بسر کرتے تھے

سیرت النبی ۲۲۸

دکھائی شکل اس آغاز کے انجام نے اک دن
چچا کو دی خبر اس مصدرِ الہام نے اک دن

کہ دیمک کھا چکی ہے ظالموں کے عہدنامے کو
شکستہ کر دیا اللہ نے باطل کے[1] خامے کو

ہے عبرت کا سبق اس انتباہِ آسمانی میں
فقط نامِ خدا باقی ہے اس تحریرِ فانی میں

شکستِ معاہدۂ باطل

ابی طالب اُٹھے گھر سے نکل کر شہر میں آئے
تھے جن کے دستخط اس عہدنامے پر وہ بُلوائے

کہا میرے بھتیجے سے ملی ہے یہ خبر مجھ کو
دکھاؤ چل کے وہ تحریر اپنی اک نظر مجھ کو

میں اُس کو چھوڑ دوں گا قول ہے اُس کا اگر باطل
وہ حق پر ہے تو پھر اس عہدنامے کا اثر باطل

تبختر کی ادا سے ہنس پڑا بوجہلِ بدگوہر
اتارا عہدنامہ دیکھ کر سب رہ گئے ششدر

کہو ظاہر پرستو! کیا یہ امرِ اتفاقی تھا
جو فانی تھا وہ فانی تھا، جو باقی تھا وہ باقی تھا

---

[1] ابوطالب قریش کے پاس آئے اور آنحضرت کا قول بیان کیا۔ ابوجہل نے کہا ہم اس عہدنامہ کی حفاظت کرتے ہیں۔ بہت ہو سکتا ہے کہ وہ ضائع ہو گیا ہو۔ پھر رؤسائے قریش کو ساتھ لے کر کعبہ میں پہنچے۔ دیکھا تو دیمک اس پارچے کو کھا چکی تھی اور عجیب بات یہ تھی کہ جہاں جہاں اللہ محمد کا لفظ لکھا تھا صرف وہی جگہ باقی تھی (العادۃ العرب)

عامُ الحُزن [1]

ابُوطالب اور حضرت خدیجۃ الکُبریٰؓ کی وفات [2]

مِلا اس قید سے آخر مُسلمانوں کو چھٹکارا
اسی انداز سے بہنے لگی تبلیغ کی دھارا

روایت ہے کہ دسواں سال تھا عہدِ نبوّت کا
کہ ٹوٹا آخری رشتہ بھی انسانی حمایت کا

ابُوطالب سدھارے جانبِ ملکِ عدم آخر
اُٹھا سر سے چچا کا سایۂ لُطف و کرم آخر

وہ اُمُّ المُسلمیں جو مادرِ گیتی کی عزت ہے
وہ اُمُّ المُسلمیں قدموں کے نیچے جس کے جنّت ہے

خدیجہؓ طاہرہ یعنی نبیؐ کی باوفا بی بی
شریکِ راحت و اندوہ پابندِ رضا بی بی

دیارِ جاودانی کی طرف راہی ہُوئیں وہ بھی
گئیں دُنیا سے آخر سُوئے فردوسِ بریںؓ وہ بھی

یہ بی بی تھیں وہ ہمدردِ یتیمی تھے مُحمّدؐ کے
یہ دونوں غمگسارانِ قدیمی تھے مُحمّدؐ کے

۱؎ بعثتِ نبوی کا دسواں سال تاریخ اسلامی میں عام الحزن کے نام سے مشہور ہے۔ کیونکہ آپ کے دو ایسے رفیق و غمگسار اُٹھ گئے جن سے آپ کو بہت تقویت ملتی تھی۔ آنحضرت کی مشکلات پہلے سے بھی بڑھ گئیں۔ اور ایک اور سختی کا زمانہ شروع ہوا۔ (سیرت خیر البشر)

۲؎ حضرت خدیجہ نے رمضان سنہ ۱۰ نبوی میں وفات پائی۔ آپ کی عمر ۶۵ برس ہُوئی۔ مقام حجون میں دفن کی گئیں۔ آنحضرت خود اُن کی قبر میں اترے۔ اُس وقت تک نمازِ جنازہ شروع نہیں ہوئی تھی۔ (سیرت النبیؐ)

مشیّت کو مگر مدِ نظر تھی شانِ یکتائی
محمدؐ کی یہ تنہائی ہی تھی سامانِ یکتائی

قریش اس وقت تک نامِ ابوطالب سے ڈرتے تھے
عرب کے لوگ ان کے مرتبے کا پاس کرتے تھے

ابوطالب کے اُٹھ جانے سے ڈر جاتا رہا دل سے
یہ ہستی اک سپر تھی ہٹ گئی یدِ مقابل سے

غلامانِ محمدؐ تھے حبش کے ملک میں اکثر
یہاں مکّے میں چند افراد تھے یارانِ پیغمبرؐ

دکھائی اور سرگرمی پئے تبلیغ سرورؐ نے
تو باطل آخری کوشش کے منصوبے لگا کرنے

ہادئ اسلام کا سفرِ طائف

وہ ہادیؐ جو نہ ہو سکتا تھا غیر اللہ سے خائف
چلا اک روز مکّے سے نکل کر جانبِ طائف

دیا پیغامِ حق طائف میں طائف کے رئیسوں[1] کو
دکھائی جنسِ روحانی کمینوں کو خسیسوں کو

نبیؐ کے ساتھ یہ بدبخت پیش آئے رعونت سے
جو سرکردہ تھا ان میں، بول اُٹھا فرطِ حقارت سے

اگر اللہ تجھ ایسوں کو نبیؐ پاک کرتا ہے
تو گویا پردۂ کعبہ کو خود ہی چاک کرتا ہے[2]

کہا اک دوسرے نے واہ وہ بھی ہے خدا کوئی
پیمبر ہی نہیں ملتا جسے تیرے سوا کوئی[3]

---

[1] طائف میں بڑے بڑے امرا اور اربابِ اثر رہتے تھے عمیر کا خاندان رئیس القبائل تھا۔ یہ تین بھائی تھے۔ عبدیالیل مسعود حبیب +

[2] دیکھو سیرت النبی۔

[3] (دیکھو صفحہ آئندہ)

ظرافت کی ادائے طنز سے اک تیسرا بولا
نہایت بانکپن سے سانپ نے گویا دہن کھولا

اگر میں مان لوں تم کر رہے ہو راست گفتاری
تو ہے تم سے تخاطب میں بھی گستاخی بڑی بھاری

اگر تم جھوٹ کہتے ہو تو ڈرنا چاہئے تم سے
مجھے پھر بات بھی کوئی نہ کرنا چاہئے تم سے

یہ طعنِ سوقیانہ سن کے بھی ہادی نہ گھبرایا
اٹھا اور اٹھ کے اطمینان و آزادی سے فرمایا

کہ حق پر دل نہیں جمتا تو اچھا خیر جانے دو!
یہ پیغامِ ہدایت شہر والوں کو سنانے دو!

یہ کہہ کر شہر کی جانب چلا اسلام کا ہادیؐ
سنایا قیدیانِ لات کو پیغامِ آزادی

مگر بھڑکا دیا لوگوں کو ان تینوں شریروں نے
دکھائی شیطنت شیطان کے سچے مشیروں نے

پتّھروں کی بارش

بڑھے انبوہ در انبوہ پتھر لے کے دیوانے
لگے مینہ پتّھروں کا رحمتِ عالمؐ پہ برسانے

وہ ابرِ لطف جس کے سائے کو گلشن ترستے تھے
یہاں طائف میں اُس کے جسم پر پتّھر برستے تھے

وہ بازو جو غریبوں کو سہارا دیتے رہتے تھے
پیاپے آنے والے پتّھروں کی چوٹ سہتے تھے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) کنایہ یہ تھا کہ ہم عرب کے اتنے بڑے رئیس ہیں۔ خدا کو چاہیے تھا کہ پیغمبری ہمیں دیتا۔ چنانچہ حق تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ۝ (پ الزخرف ع ۳)

وہ کہتے ہیں کہ قرآن کو اترنا تھا۔ تو ان دو شہروں (مکہ اور طائف) میں سے کسی رئیسِ اعظم پر اترنا تھا۔

وہ سینہ جس کے اندر نورِ حق مستور رہتا تھا ۔ وہی اب شق ہوا جاتا تھا اس سے خون بہتا تھا

فرشتے جن پہ آ آ کر جبینِ شوق رکھتے تھے ۔ وہ پائے ناز میں زخموں کی لذت آج چکھتے تھے

جگہ دیتے تھے جن کو حاملانِ عرش آنکھوں پر ۔ وہ نعلینِ مبارک خاک و خوں سے بھر گئیں یکسر

بشر کی عیب پوشی کے لئے جس کو اتارا تھا ۔ بشر کی چیرہ دستی سے وہ دامن پارا پارا تھا

زمیں کا سینہ شق تھا اور فلک کا رنگِ رُخ فق تھا ۔ کہ ساری عمر کا حاصل شکارِ جورِ ناحق تھا

حضور اس جور سے جب چُور ہو کر بیٹھ جاتے تھے ۔ شقی آتے تھے بازو تھام کر اوپر اُٹھاتے تھے[1]

اسی "مہماں نوازی" کا نمونہ پھر دکھاتے تھے ۔ خُدائے قاہر و قہار کا صبر آزماتے تھے

یہ جسمانی عقوبت اس پہ طرہ رنجِ رُوحانی ۔ خُدا پر مضحکہ کرتے تھے یہ بیداد کے بانی

کوئی کہتا تھا، آپ اعجاز اپنا کوئی دکھلائیں! ۔ کم از کم یہ تو ہو ہم پر یہ پتّھر ہی پلٹ آئیں!

کوئی کہتا تھا، تم پر سے بلا کیوں ہٹ نہیں جاتی! ۔ ہمارے غرق ہونے کو زمیں کیوں پھٹ نہیں جاتی!

کوئی کہتا تھا میں ایسے خُدا سے ڈر نہیں سکتا! ۔ کہ جو اپنے پیمبر کی حفاظت کر نہیں سکتا!!

غرض یہ بانیانِ شر یہ فرزندانِ تاریکی ۔ نبیؐ پر مشق کرتے جا رہے تھے سنگباری کی

مگر اس رنگ میں جب تک زباں دیتی رہی یارا ۔ دُعائے خیر ہی کرتا رہا اللہ کا پیارا

---

[1] یہ پوری تفصیل مواہب لدنیہ بحوالہ مُوسیٰ بن عقبہ اور طبری و ابن ہشام میں ہے۔ (مصنف)

بالآخر جان کر بے جان، ان لوگوں نے منہ موڑا
لہو میں اس وجودِ پاک کو لتھڑا ہوا چھوڑا

آپ سے بددعا کی خواہش

رحمۃٌ للعالمین کا جواب

غلامِ باوفا زید ابنِ حارث ڈھونڈتا آیا
متاعِ نور کو طائف سے کندھوں پر اُٹھا لایا

حدِ نخلہ[1] میں آپہنچا بحالِ خستہ و غمگیں
وہاں چشمے پہ لاکر زخم دھوئے پٹیاں باندھیں

کہا سرکار ان لوگوں کے حق میں بددعا کیجے!
شکایت اس جفا و جور کی پیشِ خدا کیجے!

زمیں کو حکم دیجے ان لعینوں کو ہڑپ کر لے
اسی کا بوجھ ہیں یہ لوگ ان کو پیٹ میں بھر لے

فلک کو حکم دیجے پھٹ پڑے ان کینہ کاروں پر
بجائے آب، برسے آگ طائف کی بہاروں پر

جنابِ رحمۃٌ للعالمیں نے ہنس کے فرمایا
کہ میں اس دہر میں قہر و غضب بن کر نہیں آیا

اگر کچھ لوگ آج اسلام پر ایماں نہیں لاتے!
خدائے پاک کے دامانِ وحدت میں نہیں آتے

مگر نسلیں ضرور ان کی اُسے پہچان جائیں گی
درِ توحید پر اک روز آکر سر جھکائیں گی!

میں ان کے حق میں کیوں قہرِ الٰہی کی دعا مانگوں
بشر ہیں بے خبر ہیں کیوں تباہی کی دعا مانگوں

---

[1] نخلہ طائف اور مکے کے درمیان ایک مقام ہے۔ آپ نے طائف سے واپسی پر یہاں چند روز قیام فرمایا۔ (سیرت النبیؐ)

پتّھر مارنے والوں کے لئے آنحضرت کی دُعائے خیر

یہ فرما کر نبیؐ نے ہاتھ اُٹھا کر اک دُعا مانگی
خُدا کا فضل مانگا خُوئے تسلیم و رضا مانگی

دُعا مانگی الٰہی قوم کو چشمِ بصیرت دے
الٰہی رحم کر ان پر انہیں نُورِ ہدایت دے

جہالت ہی نے رکھا ہے صداقت کے خلاف ان کو
بچارے بے خبر انجان ہیں کر دے معاف ان کو

فراخی ہمّتوں کو، روشنی دے ان کے سینوں کو
کنارے پر لگا دے ڈُوبنے والے سفینوں کو

الٰہی فضل کر کہسار طائف کے مکینوں پر
الٰہی پُھول برسا پتھروں والی زمینوں پر

وہی جوشِ تبلیغ

یمنیوں اور یثربیوں کا ایمان لانا

رسول اللہ پھر طائف سے مکّے کی طرف آئے
برائے دعوت و تبلیغِ حق پھر سر بکف آئے

یہاں بہرِ تجارت سب قبائل آتے جاتے تھے
رسُولِ پاک انہیں جا کر پیامِ حق سناتے تھے

بہت سی خُوش نصیب اللہ پر ایمان لے آئے
گھروں کی سمت پلٹے دولتِ عرفان لے آئے

طفیل ابنِ عمرو دوسی[1] یمن کا شاہزادہ تھا
حضورِ سرورِ دیںؐ اس کا آنا بے ارادہ تھا

قریشِ مکہ نے بہکا دیا تھا اس کو آتے ہی
کہ انساں عقل کھو دیتا ہے اس کے پاس جاتے ہی

قضا کار ایک دن یہ ہو گیا دوچار حضرتؐ سے
سُنا قرآن، پھر معمور تھا نورِ ہدایت سے

مسلماں بن کے خُوش قسمت یمن کی سمت لوٹ آیا
پئے تبلیغِ حق اہلِ وطن کی سمت لوٹ آیا

اسی صورت سوید[2] یثربی ایمان لائے تھے
ایاسؓ ابنِ معاذ اوسی[3] اسی صورت سے آئے تھے

۱؎ طفیل ابن عمرِ یمن کے مشہور فرمانروا قبیلۂ دوس کے ایک معزز رکن اور نامی گرامی شاعر تھے۔ وہ کسی کام سے مکے میں آئے۔ انہیں رسول اللہ کے متعلق کچھ بھی معلوم نہ تھا۔ اکابر قریش طفیل کے مرتبہ کو جانتے تھے۔ وہ اُن کے پاس آئے اور کہا اتنا خیال رکھنا کہ محمدؐ نام ایک شخص ہے اُس سے نہ ملنا وہ بڑا جادوگر ہے۔ اُس کا کلام باپ بیٹے میں تفرقہ ڈال دیتا ہے۔ طفیل نے اُن کے مشورے پر عمل کرنے کا تہیہ کر لیا جب کبھی باہر نکلتا۔ کانوں میں روئی ٹھونس لیتا لیکن اتفاق سے آنحضرتؐ قرآن کی تلاوت فرما رہے تھے۔ طفیل نے بھی باوجود کانوں میں روئی ہونے کے اس آواز کو سُنا۔ دل میں خیال آیا کہ یہ تو حماقت ہے کہ کسی کی آواز نہ سُنوں۔ بُری بات ہو گی تو نہ مانوں گا چنانچہ کانوں سے روئی نکالی اور اللہ کا کلام سُننے لگا۔ کلام کی سچائی نے اثر کیا۔ اور وہ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر مُسلمان ہو گیا۔ اور چُپ چاپ اپنے وطن چلا گیا۔ وہاں جا کر اپنے کنبے کو مُسلمان کیا۔ اور قوم میں تبلیغ کرنے لگا۔ (خاتم المرسلین صفحہ ۱۲۹-۱۳۰)

۲؎ سویدؓ ابن صامت ارضِ یثرب کا مشہور و معروف شجاع اور عالم تھا اس کو امثال لقمان کا ایک نسخہ ہاتھ آگیا تھا جس کو وہ کتاب آسمانی سمجھتا تھا۔ وہ ایک مرتبہ حج کے لئے آیا۔ رسولِ خدا اُس کے پاس تشریف لے گئے۔ اُس نے امثال لقمان پڑھ کر سنائیں۔ آپ نے فرمایا۔ میرے پاس اس سے بھی بہتر چیز ہے۔ یہ کہہ کر قرآن مجید کی چند آیات پڑھیں۔ وہ اسلام کا معتقد ہو کر لوٹا اور یثرب کے لوگوں پر اس واقعہ کا اظہار کیا۔ وہ انہی دنوں جنگِ بعاث میں مارا گیا۔ روضۃ الانف میں اور طبری میں یہ ذکر موجود ہے۔ (مصنف)

۳؎ ارضِ یثرب میں اوس و خزرج نامی ایک ہی خاندان یعنی قحطان کے دو قبیلے آباد تھے۔ مگر ایامِ جاہلیت میں دونوں میں جنگ رہا کرتی تھی۔ قبیلہ اوس کو خزرج کے مقابلہ میں شکست ہوئی تو اس کے عمائد قریش کے پاس خزرج کے مقابلے میں انہیں اپنا حلیف بنانے کے لئے آئے اس سفارت میں ایاسؓ ابن معاذ بھی تھے۔ رسول اللہ کو اُن کا آنا معلوم ہوا تو آپ اُن کے پاس تشریف لے گئے۔ اور قرآن مجید کی چند آیات ان کو سنائیں ایاسؓ نے ساتھیوں سے کہا۔ تم جس غرض سے آئے ہو۔ یہ کام تو اس سے بھی بہتر ہے لیکن اس سفارت کے قافلہ سالار نے اس کے مُنہ پر کنکریاں مار کر کہا۔ ہم اس کام کے لئے نہیں آئے۔ اس کے بعد یہ سفارت وطن کو پلٹی۔ ایاس آنحضرتؐ کی ہجرت سے پہلے انتقال کر گیا۔ لوگوں کا بیان ہے کہ مرتے وقت ایاسؓ کی زبان پر تکبیر جاری تھی۔ (سیرت النبیؐ)

اسی صورت سے چند افراد آئے ارضِ یثرب سے
پسند آیا انہیں اسلام ہی سارے مذاہب سے

وطن میں جا کے سب نے دینِ بیضا کی منادی کی
کہ لوگو جاگ اٹھی قسمت ہماری خشک وادی کی

وہ پیغمبر کہ جس کا منتظر سارا زمانہ تھا
وہ پیغمبر نوشتوں کے مطابق جس کو آنا تھا

اسی کو دیکھ کر آئے ہیں ہم مکے کی بستی میں
خدا کا نام لیتا ہے جہانِ بت پرستی میں

سنو ہم نے کلام اس کا سنا ہے اپنے کانوں سے
جو صورت ہم نے دیکھی کہہ نہیں سکتے زبانوں سے

خدا کے فضل سے ہم سب مسلماں ہو کے آئے ہیں
دلوں سے بت پرستی کی نجاست دھو کے آئے ہیں

اہلِ یثرب میں اسلام

یہ سن کر غلغلہ سا پڑ گیا اطرافِ یثرب میں
اخوت از سرِ نو آ چلی اشرافِ یثرب میں

۱؎ حج کے زمانہ میں عرب کے قبائل مکے میں آتے تھے۔ اور آنحضرتؐ اس موقع پر ان کے ڈیروں پر جا کر تبلیغ فرماتے تھے۔ سنہ ۱۱ میں ایسا ہی ہوا۔ مقام عقبہ کے پاس (جہاں اب مسجد عقبہ ہے) قبیلہ خزرج کے چند اشخاص آپ کو نظر آئے۔ آپ نے ان کو دعوتِ اسلام دی۔ ان لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا، دیکھو یہود اس اولیت میں ہم سے بازی نہ لے جائیں۔ یہ کہہ کر سب نے اسلام قبول کر لیا یہ چھ شخص تھے۔ دوسرے سال بارہ اشخاص آئے اور بیعت کی۔ اور خواہش کی کہ کوئی معلم ہمارے ساتھ ارکانِ اسلام سکھانے کے لئے دیا جائے۔ آپؐ نے مصعبؓ بن عمیر کو ان کے ساتھ کر دیا۔ مصعبؓ ہاشم بن عبد مناف کے پوتے اور سابقین اسلام میں تھے مصعبؓ کی کوشش سے یثرب میں اسلام پھیلنے لگا۔ اگلے سال بہتر آدمیوں نے مکے اور مقام منا میں بیعت کی۔ (سیرت النبیؐ)

۲؎ اہلِ یثرب نے یہودیوں سے سن رکھا تھا کہ ایک موعود نبیؐ کے آنے کا زمانہ قریب ہے۔ یہودی تورات عیسائی انجیل کی پیشگوئیوں کی بنا پر موعود نبی کے مدتوں سے منتظر تھے۔ (دیکھو طبری)

یہاں کے بسنے والے اوس و خزرج کے قبائل تھے — نہایت با مروّت، اہلِ دل اہلِ وسائل تھے

یہ باہم بھائی بھائی تھے مگر آپس میں لڑتے تھے — بڑی مدت سے خانہ جنگیوں میں گھر اُجڑتے تھے

یہودی بھی یہاں تھے اور معزز سمجھے جاتے تھے — یہ ساہوکار دھنّا سیٹھ بن کر سُود کھاتے تھے

بتوں کو چھوڑ کر اور حُبِّ مال و جاہ کو تج کے — مسلماں ہو چلے آخر گھرانے اوس و خزرج کے

لیا جانے لگا ختم الرسل کا نام یثرب میں — لگا ہر سمت پھلنے پھولنے اسلام یثرب میں

حسد کرنے لگی قومِ یہود اس دین و ملت سے
بنے بیٹھے تھے وہ لوگوں کے آقا ایک مدت سے

باب ششم

مسلمانانِ مکّہ کی ہجرت یثرب

یہاں مکّے میں دُنیا تنگ تھی ایمانداروں پر
کہ روندے جا رہے تھے پھُول کے سے جسم خاروں پر
نبوّت نے اجازت دی کہ یثرب میں چلے جاؤ
وطن والوں کے اس ظُلم و تعدّی سے اماں پاؤ
بشارت ہے وہاں پر امن بخشے گا خُدا تم کو
یہاں صبحِ وطن ہے، خندۂ دنداں نما تم کو
صحابہ پر اگرچہ قہر کے بادل برستے تھے
بچارے سانس آزادی سے لینے کو ترستے تھے
نہ تھا آسان منہ اپنے وطن سے موڑ کر جانا
رسُولِ پاک کو مکّے میں تنہا چھوڑ کر جانا

مگر فرمانِ محبُوبِ خُدا فرمانِ باری تھا
مسلمانوں کا شیوہ، شیوۂ طاعت گذاری تھا

مشرکینِ مکّہ کے ارادے

صحابہ رفتہ رفتہ جانبِ یثرب ہوئے راہی
قریشی کافروں کو مل گئی فی الفور آگاہی

دلوں میں خوش ہوئے ظالم کہ اب حسرت ہوئی پوری
محمدؐ اور اس کے ساتھیوں میں ہو گئی دُوری

مسلماں جا چکے ارضِ حبش میں اور یثرب میں
یہ اچھا وقت ہے، سب ٹل گئے وقتِ مناسب میں

ابوبکرؓ و علیؓ باقی ہیں لیکن دو کی ہستی کیا
بہادر ہی سہی ہم پر کریں گے پیش دستی کیا

جو چند افراد ہیں کچھ اور وہ کمزور ہیں سارے[۱]
کہ اب بھی چھپتے پھرتے ہیں ہمارے خوف کے مارے

یہ اچھا وقت ہے اب قتل کر ڈالو محمدؐ کو
مٹا دو آج تنہائی میں اس نورِ مجرّد کو

تساہل اب نہیں اچھا کہ طوفاں چڑھتے جاتے ہیں
حبش میں اور یثرب میں مسلمان بڑھتے جاتے ہیں

خدا وا رے کہیں ایسا نہ ہو قوت پکڑ جائیں
بتانِ کعبہ کے اس مُلک سے جھنڈے اکھڑ جائیں

مشاورتِ قتل

جبیر و عقبہ و عتبہ ابوجہل و ابوسفیاں
نضر، بوبختری، حارث اُمیّہ اور اک شیطاں

---

[۱] حضرت صدیقؓ اور حضرت علیؓ کے علاوہ چند ایسے لوگ مکّہ میں باقی رہ گئے تھے۔ جو مُفلسی کے ہاتھوں مجبور تھے۔ اور مُدتوں ہجرت نہ کر سکے۔ یہ آیت اُن ہی کی شان میں ہے۔

وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا (پ۵ النساء ع ۱۰)

کمزور مرد، عورتیں اور بچے یہ کہتے ہیں کہ اے خدا ہم کو اس شہر سے نکال کر یہاں کے لوگ ظالم ہیں +

یہ سب ایوانِ ندوہ میں اکٹھے ہو گئے آکر
قبائل کے نمائندے بٹھائے ساتھ بلوا کر

تھا شیطاں نجد کے اک بے حیا بوڑھے کی صورت میں
کہ چل کر دور سے آیا تھا آج اس بزمِ لعنت میں

ہوئے ایوان کے در بند تقریریں لگی ہونے
نبیؐ کو قتل کر دینے کی تدبیریں لگی ہونے

نظر آتی تھی اس بوڑھے کو ہر تجویز میں خامی
وہ کہتا تھا مبادا پیش آئے کوئی ناکامی!

بالآخر سوچ کر بوجہل نے اک بات بتلائی
یہی تجویز اس شیطان بوڑھے کو پسند آئی

کہا اس نے کہ ہر کنبے سے اک اک آدمی چن لو
کوئی باقی نہ رہ جائے قبیلہ یہ ذرا سن لو

یہ نکلیں آج شب کو لے کے خوں آشام تلواریں
محمدؐ پر یہ تلواریں سبھی یک بارگی ماریں

نبیؐ کا جسم عبرت کا نظارا ہو کے رہ جائے
مجسّم نورِ وحدت پارا پارا ہو کے رہ جائے

یہی تجویز اچھی ہے یہی ترکیب ہے کامل
کہ ہوگا اس طرح ہر اک قبیلہ قتل میں شامل

کریں اس خون کا دعویٰ مسلماں یا بنی ہاشم
تو مل کر سب قبیلے جنگ میں ان سے نپٹ لیں ہم

غرض طے پا گئی آخر یہی تجویز شیطانی
قسم کھا کھا کے لوگوں نے نبیؐ کے قتل کی ٹھانی

لہ تدبیر قتل پر غور کرنے کے لئے دار الندوہ میں اجلاس خفیہ کا اعلان کیا گیا (دار الندوہ کو قصیٰ ابن کلاب نے قائم کیا تھا، اس اجلاس میں نجد کا ایک تجربہ کار بوڑھا شیطان بھی آکر شامل ہو گیا تھا۔ (رحمۃ للعالمین)

ہجرت کی رات

سفینہ مہر کا جس دم شفق کے خُون میں ڈُوبا — کیا تاریکیوں نے دن پہ چھا جانے کا منصُوبا
کئی فتنے جگا کر رات نے پھیلا دیئے دامن — فضا پر لشکرِ ظلمات نے پھیلا دیئے دامن
مسلط ہو گئیں خاموشیاں دُنیائے ہستی پر — ستاروں کی نگاہیں جم گئیں مکّے کی بستی پر
نہیں تھا دامنِ کعبہ پہ زمزم اشکِ جاری تھا — چٹانیں دم بخود تھیں وادیوں پر ہَول طاری تھا
نظر آتی ہو جس میں روشنی وہ ایک ہی گھر تھا — مُصلّے پر وہاں جو شخص بیٹھا تھا پیمبر تھا
عبادت ختم کی تسکین و اطمینان سے اُس نے — اُٹھا، باندھی کمر اللہ کے فرمان سے اُس نے
جگایا نیند سے شیرِ خُدا کو اور فرمایا — کہ فرماں ہجرتِ یثرب کا ہے میرے لئے آیا
مثالِ مُوسیٰؑ و داؤدؑ ہجرتؔ فرض ہے مجھ پر — کمالِ دینِ حق اتمامِ حجّت فرض ہے مجُھ پر
اُٹھو، دیکھو کہ تلواروں سے گھر محصُور ہے میرا — کہ میری قوم کو اب قتل ہی منظُور ہے میرا

ؔ حضرت مُوسیٰ نے مصر سے ہجرت کی اور حضرت داؤدؑ نے بھی ساؤل بادشاہ کے ظلم کے سبب ہجرت کی۔ دیکھو کتاب سموایل۔
۱۳-۱۳-۱۴ (بحوالہ رحمۃ للعالمین)

نکلنا اور اس عالم میں تلواروں پہ چلنا ہے — مگر حکمِ خدا ہے اس لئے مجھ کو نکلنا ہے
یہ چادر اوڑھ لو سو جاؤ آ کر میرے بستر پر — محافظ ہے وہی رکھو بھروسہ شانِ داور پر
یہ مال و زر انہی لوگوں کا میرے پاس امانت ہے — امانت کا ادا کرنا ہی اسلامی دیانت ہے
خُدا حافظ ہے، دیکھو دل میں اندیشہ نہ کچھ لانا — یہ چیزیں اِن کی پہنچا کر سوئے یثرب چلے آنا
علیؓ نے حکم کی تعمیل کی اور اوڑھ لی چادر — باطمینان آ کر سو گئے حضرت کے بستر پر

ارادہ کر لیا جب سرورِ عالمؐ نے چلنے کا — تو دیکھا راستہ مسدود ہے گھر سے نکلنے کا
درازوں میں سے جھانکا ہر طرف گہرا اندھیرا تھا — مگر پہرے کھڑے تھے گھر کو جلّادوں نے گھیرا تھا
اندھیرے میں چمک اُٹھتی تھیں بجلی کی طرح دھاریں — نظر آیا کہ ہیں ہر سمت تلواریں ہی تلواریں
یہ آدھی رات کا عالم یہ ہیبت ناک نظّارا — مگر ڈرتا نہ تھا باطل سے وہ اللہ کا پیارا
وہ دُہراتا ہُوا وحدت کا دم بھرتا ہُوا نکلا — تلاوت سُورۂ یٰسٓ کی کرتا ہُوا نکلا
گری برقِ نظر اس مجمع قاتل کی آنکھوں پر[1] — کہ پٹّی خیرگی کی بندھ گئی باطل کی آنکھوں پر
کھنچی ہی رہ گئیں خوں ریز خوں آشام شمشیریں — کسی نے کھینچ دی ہوں جس طرح کاغذ کی تصویریں

---

[1] فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ○ (پ ۲۲ یٰس ع ۱) ہم نے اُن کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے اور وہ کچھ نہیں دیکھتے۔

خُدا نے خاکِ غفلت ڈال دی کفّار کے سر میں
رسُولِ پاک پہنچے حضرتِ صدّیق کے گھر میں

سُنایا دوست کو فرمانِ حق یثرب کی ہجرت کا
نوید زندگی بخشی دیا مژدہ رفاقت کا

بعُجلت دُخترِ صدّیق نے سامان کو باندھا
نطاق اپنی اُتاری اس سے توشہ دان کو باندھا

حبیبِ حق کی خوشنودی صلہ تھا جوشِ خدمت کا
شرف پایا ہُوئیں ذات النطاقین آج سے اسماءؓ[1]

غارِ ثورؔ[2]

ہُوئے آزاد باطل کے حصارِ قہر سے دونوں
ابھی کچھ رات باقی تھی کہ نکلے شہر سے دونوں

نبیؐ نے خانۂ کعبہ کو دیکھا اور فرمایا
کہ اے پیارے حرم میری تری فرقت کا وقت آیا

ترے فرزند اب مجھ کو یہاں رہنے نہیں دیتے
تری پاکیزگی کا وعظ تک کہنے نہیں دیتے

جدائی عارضی ہے پھر بھی دل کو بے قراری ہے
کہ تُو اور تیری خدمت مجھ کو دنیا بھر سے پیاری ہے

---

[1] اِس موقعہ پر توشہ دان کو باندھنے کے لئے کوئی چیز نہ ملتی تھی۔ حضرت ابُوبکر صدیق کی بیٹی اسماءؓ نے فوراً اپنی کمر کی پیٹی اُتاری اور پھاڑ کر دو حصّے کر لئے۔ ایک سے ناشتہ دان کو باندھا۔ حضرت رسالتؐ اسماءؓ کی اس مستعدی پر خوش ہوئے۔ اور فرمایا۔ کہ اسماءؓ خُدا جنّت میں تمہیں دو پیٹیاں عطا کرے گا۔ پیٹی کو عرب میں نطاق کہتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرتؐ کے ارشاد فیض بنیاد کے سبب اسماءؓ کا لقب ذاتُ النطاقین ہوگیا۔ یعنی دو پیٹیوں والی ٭ (ابن سعد و ابن ہشام)

[2] یہ غار مکّہ سے تین میل جانب جنوب ہے۔ پہاڑ کی چوٹی پر تقریباً ایک میل بلند ہے۔ چڑھائی بہت ہی سخت ہے۔ یہاں سے سمندر دکھائی دیتا ہے ٭ (مصنّف)

یہ فرماتا ہُوا آگے بڑھا اِسلام کا ہادی
سراسر موم ہو کر رہ گئی یہ سنگ دل وادی

چڑھائی سخت تھی سنگین و ناہموار رستہ تھا
نکیلے پتھروں کا فرش تھا پُرخار رستہ تھا

نبیؐ کے پائے نازک ہر قدم پر چوٹ کھاتے تھے
دلِ صدّیق کے جذبات زخمی ہوتے جاتے تھے

نہ دیکھا جا سکا پائے محمّدؐ کی جراحت کو
بصد اصرار کندھوں پر اُٹھایا شانِ رحمت کو

اندھیرا، پتّھروں کے ڈھیر، کوہِ ثور کی گھاٹی!
خُدا ہی جانتا ہے یہ مسافت جس طرح کاٹی

بالآخر دو مسافر نزدِ غارِ ثور آ ٹھہرے
مقدّر تھا یہیں نُورانیوں کا قافلہ ٹھہرے

گئے اندر ابو بکرؓ اور اِس کو صاف کر آئے
عبا کو چاک کر کے روزنوں میں اس کے بھر آئے[۱]

مہِ خورشید نے بُرجِ سفر میں استراحت کی
کہ تھا نو روز تاریخِ یکم تھی سن ہجرت کی

ازل سے سو رہی تھی خاک کی توقیر جاگ اُٹھی
یکایک اِس اندھیرے غار کی تقدیر جاگ اُٹھی

سحر کا نُور خندہ زن تھا باطل کی لیاقت پر

اُفق کے غرفۂ مشرق سے جب خورشید نے جھانکا
نظر آیا تماشا قاتلوں کی چشمِ حیراں کا

---

[۱] حضرت صدّیقِ اکبر غار میں داخل ہوئے۔ فرش صاف کیا۔ جہاں کہیں سُوراخ تھے اور سانپ بچھو کا خطرہ تھا۔ آپنے اپنی عبا کو پھاڑا اور ان سوراخوں کو بند کر دیا۔ (دیکھو سیرت ابن ہشام، رحمۃٌ للعالمین)

گروہِ اشقیا کو سرنگوں ہوتا ہُوا پایا
علیؓ کو سایۂ شمشیر میں سوتا ہُوا پایا

سحر کا نُور خندہ زن تھا باطل کی لیاقت پر
بہت جز بز تھا انبوہِ قریش اپنی حماقت پر

حقیقت کُھل گئی جس وقت غافل ہوش میں آئے
بہت بِپھرے، بہت ہی اُچھلے کُودے جوش میں آئے

بہت کچھ کھینچا تانی کی علیؓ کو خوب دھمکایا[له]
یہاں سے پھر یہ مجمع خانۂ صدیقؓ پر آیا

ہُوا معلوم انہیں بُوبکرؓ بھی گھر میں نہیں سوئے
یہ ایسی بات تھی جس نے حواس و ہوش بھی کھوئے

بہم لڑنے لگے اِک دوسرے کی داڑھیاں نوچیں
محمدؐ کو پکڑ لینے کی ترکیبیں کئی سوچیں

انعام کا اعلان اور تلاش

کیا اعلان آخر جو کوئی جرأت دکھائے گا
پکڑ لائے گا تو انعام میں سو اونٹ پائے گا

لگے کُچھ جمع ہو کر شہر ہی میں ہاو ہُو کرنے
بہت سارے مسلّح ہو کے نکلے جستجو کرنے

لگائے ہر طرف چکّر بہت لمبے بہت چوڑے
پہاڑوں پر چڑھے وادی میں گھومے دشت میں دوڑے

تعاقب میں کئی مُشرک دہانِ غار تک پہنچے
کئی بار اس مقامِ سیّدِ ابرار تک پہنچے

سُنی بُوبکرؓ نے قدموں کی آہٹ دل ہُوا پُرغم
کہا دشمن قریب آئے ہیں اے فخرِ بنی آدم

له ظالموں نے حضرت علیؓ کو پکڑا اور حرم میں لے جا کر تھوڑی دیر محبوس رکھا۔ پھر چھوڑ دیا + (سیرت النبیؐ)

کہا اللہ ساتھی ہے تو کیا اندیشۂ دشمن — رکھ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا پر نظر اے دوست لَا تَحْزَنْ [1]

قافلۂ نبوّت مدینے کے راستے میں

اُٹھا رکھی نہ اہلِ مکّہ نے باقی کسر کوئی — نہیں پہنچا خُدا کے پاک بندوں تک مگر کوئی
مسافر تین روز و شب رہے اِس غار کے اندر — غذا ملتی رہی تازہ بفضلِ خالقِ اکبر
سکوں افشاں ہُوا دُنیا پہ چوتھی رات کا سایا — تو عامر [2] گھر سے اِک ناقہ کی جوڑی ساتھ لے آیا
ادب سے عرض کی بُوبکر نے اے رحمتِ باری — سوارِ ناقہ ہو کر کیجئے چلنے کی تیّاری
ہُوا ارشاد اِس ناقہ کی قیمت طے کرو پہلے — کہ ہم قیمت بغیر اس کو نہ لیں گے سوچ لو پہلے
اشارا تھا مدد جُز رحمتِ یزداں نہیں لیتے — خُدا کی راہ میں انسان کا احساں نہیں لیتے

---

[1] خدا پاک نے حضرت ابُوبکر صدّیق کے اس خلوص کا اعتراف قرآن مجید میں بھی فرمایا ہے۔ گویا جس معیتِ الٰہی میں نبیؐ داخل تھا۔ اسی میں ابُوبکر کو بھی شامل کر لیا۔ سورہ توبہ میں ہے۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ (پ التوبۃ ع ۶)

اگر تم اس کی مدد نہ کرو۔ تو یقیناً اللہ نے اس کی مدد کی جب اُسے کافروں نے نکال دیا تھا اس حال میں کہ وہ دو میں سے کا دوسرا تھا۔ جب وہ دونوں غار میں تھے۔ اور جب اُس نے اپنے رفیق سے کہا غمگین نہ ہو۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے +

[2] عامر بن فہیرہ صدیق اکبرؓ کا غلام تھا۔ حضرت صدّیقؓ چلتے ہوئے اُسے ہدایات دے آئے تھے + (مصنّف)

بقیمت لے کے ناقہ شانِ رحمت نے سواری کی   بڑھیں یثرب کی جانب نکہتیں بادِ بہاری کی
رسول اللہ اور صدیق تھے اِک پُشتِ ناقہ پر[1]   تھا عامر دُوسری پر اور اس کے ساتھ اِک رہبر[2]
بظاہر چند اہلِ کارواں معلُوم ہوتے تھے
مگر اِن کے جلو میں دو جہاں معلُوم ہوتے تھے

عرب کی دُھوپ

یہ شب چلتے ہی گذری اور دن کی دوپہر آئی   عرب کی دُھوپ نے شانِ تمازت اپنی دکھلائی
اُٹھا طوفانِ آتش اس بیابانی سمندر میں   سمایا آ کے سَو سَو ہاویہ ایک ایک پتّھر میں
زمیں انگارے اُگلی آگ برسی آسمانوں سے   دُھواں اُٹھنے لگا جُھلسی ہُوئی کالی چٹانوں سے
فضا تھرّا گئی سیلِ حرارت کے دریڑوں سے   ہوا گھبرا گئی امواجِ حدّت کے تھپیڑوں سے
ازل کے روز سے یہ خاک یُونہی پاک ہوتی تھی   وضُو کرتی تھی ہر ذرّے کا مُنہ کرنوں سے دھوتی تھی
کیا کرتی تھی غسلِ آفتابی اِس لئے وادی
کہ گذرے گا یہاں سے ایک دن اسلام کا ہادی

---

[1] اس ناقہ کا نام قصویٰ تھا۔ اور آنحضرتؐ نے اسے ابوبکرؓ سے بقیمت خریدا تھا۔ [2] عبداللہ بن اریقط کو کچھ اُجرت پر رہبری کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔

کیا آرام اِک پتھر کے سائے میں رسالت نے
مہیا کر لیا دودھ اس جگہ بھی جوشِ خدمت نے[1]

ہوئی جس وقت ہلکی دھوپ کی وہ شعلہ سامانی
پیا شیرِ مصفّا آپ نے چلنے کی پھر ٹھانی

سراقہ ابن مالک ابن جعشم کا تعاقب

مقرر ہو چکا تھا اس طرف انعام اونٹوں کا
گرفتاری کی خاطر بچھ چکا تھا دام اونٹوں کا

سراقہ ابن مالک کو ہوس نے آج اکسایا
چڑھا گھوڑے کے اوپر اور نبیؐ کو ڈھونڈنے آیا

مگر چلتے ہی ٹھوکر لی صبا رفتار گھوڑے نے
جگایا روحِ خوابیدہ کو پہلی بار گھوڑے نے

یہ اک تنبیہ تھی لیکن سمجھ اس کو نہیں آئی
کہ بعد از صد تامل پھر تعاقب ہی کی ٹھہرائی

نظر آیا اسے اب قافلہ ایمان والوں کا
ہوس نے بھر دیا سو اونٹ سے دامن خیالوں کا

سراقہ خوش ہوا گھوڑے کو دوڑاتا ہوا دوڑا
نہایت زعم سے نیزے کو چمکاتا ہوا دوڑا

گرایا اک جگہ بار دگر راکب کو مرکب نے
جھنجھوڑا روحِ خوابیدہ کو دستِ قدرتِ رب نے

یہ غیبی تازیانہ تھا یہ تنبیہ الٰہی تھی
ہوا ثابت کہ فالوں میں تعاقب کی مناہی تھی

---

[1] آنحضرتؐ نے آرام فرمایا تو حضرت صدیقؓ تلاش میں نکلے کہ کہیں سے کچھ کھانے کو مل جائے تو لائیں پاس ہی ایک چرواہا بکریاں چرا رہا تھا۔ اس سے کہا بکری کا تھن صاف کردے۔ پھر اس کے ہاتھ صاف کرائے۔ اور دودھ دوہا۔ برتن کے منہ پر کپڑا لپیٹ دیا کہ گرد نہ پڑ جائے۔ (سیرت النبیؐ)

پھر اکسایا اُسے انعام ملنے کی اُمیدوں نے ‏ خطابِ قاتلِ اسلام ملنے کی اُمیدوں نے

بڑھا پھر چڑھ کے گھوڑے پر جہالت کے اعادے سے ‏ اُسی بے رحم نیت سے اُسی قاتل ارادے سے

مگر اس مرتبہ دامِ بلا میں پھنس گیا گھوڑا
روایت ہے کہ رانوں تک زمیں میں دھنس گیا گھوڑا[ل]

دکھائی پے بہ پے آخر جو قسمت نے نگونساری ‏ سراقہ کے دلِ وحشی پہ ہیبت ہو گئی طاری

پڑا ہاتھوں میں رعشہ ڈر سے نیزہ گر گیا اُس کا ‏ یہ نقشہ دیکھ کر اِس کام سے دل پھر گیا اُس کا

آنحضرتؐ کی ایک معجز نما پیش گوئی

پکارا یا محمدؐ بخش دیجے گا خطا میری ‏ میں گمراہی میں تھا بیشک یہی تھی رہنما میری

میں تائب ہوں مجھے اک امن کی تحریر مل جائے ‏ ترے دربارِ رحمت میں مجھے توقیر مل جائے

انوکھی التجا تھی مسکرایا قوم کا ہادی ‏ پھر اس کو بے تامل امن کی تحریر لکھوا دی

سراقہ سے مخاطب ہو کے یوں صلعم نے فرمایا ‏ اگرچہ تو ابھی اللہ پر ایماں نہیں لایا

ل گھوڑے نے ٹھوکر کھائی تو سراقہ نے ترکش سے فال دیکھنے کے لئے تیر نکالے کہ حملہ کرنا چاہیئے یا نہیں - جواب میں نکلا کہ نہیں - مگر اُس نے تعاقب نہ چھوڑا - آخر ایسا ہوا کہ گھوڑا رانوں تک دھنس گیا - (یہ مفصل واقعہ صحیح بخاری سے مصنف رحمۃ للعالمین نے درج کیا ہے)

نرالے رنگ ہیں لیکن خدا کی شانِ والا کے
تیرے ہاتھوں میں کنگن دیکھتا ہوں دشتِ کسریٰ کے

تحیّر خیز تھے معجز نما الفاظ حضرت کے
عیاں فرما دیئے تھے آپ نے اسرار قسمت کے

جہاں کو جلوے اس پیشین گوئی کے نظر آئے
کہ یہ کنگن سراقہ نے عمرؓ کے عہد میں پائے[۱]

بریدہ اسلمی اور اُس کے ساتھی

سراقہ امن کی تحریر لے کر گھر پلٹ آیا
اعادہ پھر سفر کا رحمتِ عالم نے فرمایا

ستارے ہم سفر تھے رات کو اور دن کو سورج تھا
منازل میں لقف تھا مدلجہ تھا اور مرجح تھا

حدایہ اور اذاخر اور رابغ راہ میں آئے
مقاماتِ جداجد بھی اقامت گاہ میں آئے[۲]

ابھی یہ قافلہ دامانِ منزل تک نہ تھا پہنچا
گرفتاری کی خاطر اور اک انبوہ آ پہنچا

یہ ستر آدمی تھے دشت ہی گھر بار تھا ان کا
جواں ہمت بریدہ اسلمی سردار تھا ان کا

۱؎ یہ تحریر عامر بن فہیرہ نے چمڑے پر لکھی تھی۔ لکھنے کا سامان حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ تھا۔ سراقہ بعد میں اسلام لائے اور جب ایران فتح ہوا اور مالِ غنیمت میں کسریٰ کے زیورات بھی آئے۔ تو حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ سراقہ کے حصے میں کسریٰ کے کنگن تھے۔

۲؎ آپ کی ہجرت کے مقامات یہ تھے۔ خیمہ اُمّ معبد۔ اسفل اج۔ خرار ثنیۃ المرہ۔ مدلجہ۔ مدلجہ مجاج۔ مرجح مجاج۔ مرجح ذی العضوین۔ لبطن ذی کشد۔ جداجد۔ اجرد۔ ذی سلم۔ عبابید۔ فاجہ۔ عرج ثنیۃ العائر۔ جنجاثہ۔ قبا۔ مدینہ۔

(خاتم المرسلین)

اُسی انعام کا لالچ انہیں بھی کھینچ لایا تھا / یہ فتنہ راستے میں اہلِ مکّہ نے اُٹھایا تھا

مگر اسلام کی دولت لکھی تھی اِن کی قسمت میں / بریدہ آگیا آتے ہی دامانِ نبوّت میں[1]

شرف پایا جو اس نطقِ خُدا سے ہم کلامی کا / تہیّہ کر لیا سب نے محمدؐ کی غلامی کا

بُتوں کو چھوڑ کر دُنیائے باطل سے جُدا ہو کر / چلے یثرب کی جانب ہم رکابِ مصطفٰے ہو کر

محبّت میں بریدہؓ نے اُتارا اپنا عمّامہ[2] / اسے نیزے میں باندھا اور یہ جھنڈا اس طرح تھاما

کہ اسلامی پھریرا آج لہرایا فضاؤں میں / معًا اللہ اکبر کی صدا گونجی ہواؤں میں

یہ جھنڈا امن و راحت کی بشارت دیتا جاتا تھا / طلوعِ صبحِ وحدت کی شہادت دیتا جاتا تھا

کہ عدل و بذل کا مختار امن و صلح کا حامی / مجسّم رحمتِ عالم محمدؐ مُصطفٰے نامی

وہ ابرِ لُطف جس سے ہر گُلِ گلزار خنداں ہے / انیسِ بے کساں ہے درد مندِ درد منداں ہے

جہاں کو از سرِ نو نُور سے معمُور کرنے کو / دلوں سے کُفر کا رنگِ کدورت دُور کرنے کو

وہ جس کا اِک اشارہ رُوحِ مردہ کو جِلاتا ہے / وہی تشریف لاتا ہے، وہی تشریف لاتا ہے

---

۱ یہ واقعہ علامہ شبلی نے نہ جانے کیوں چھوڑ دیا۔ رحمۃُ للعالمین میں تفصیل سے مذکور ہے۔ بریدہ اسلمی اپنی قوم کا سردار تھا۔ اسی انعام کے حاصل کرنے کے لئے ستّر آدمی لے کر تلاش میں نکلا تھا۔ مگر آنحضرتؐ سے گفتگو ہوتے ہی ایمان لے آیا تھا۔

۲ دیکھو رحمۃ للعالمین۔

قبا[۱] میں ورودِ مسعود

الانتظار، الانتظار

طلوعِ بدر کے ساماں ہُوئے بزمِ کواکب میں کئی دن سے یہ روشن ہوچکا تھا ارضِ یثرب میں
نکل کر شہر سے خلقت قبا تک چل کے آتی تھی تمنا رنگ حسرت بن کے آنکھوں میں سماتی تھی
ہُوا کرتی تھیں فرشِ راہ اُٹھ کر بار بار آنکھیں ہمہ تن انتظار آنکھیں، ہمہ تن انتظار آنکھیں
بھٹکتا تھا تصوّر منزلوں میں اور راہوں میں سحر سے شام تک اِک شکل رہتی تھی نگاہوں میں
کئی دن تک نہ جب صُورت دکھائی شاہِ والا نے بہت مُضطر ہُوئے شمعِ نبوّت کے یہ پروانے

ہُوئیں کوتاہ آخر انتظارِ دید کی گھڑیاں
نگاہوں کے لئے آئیں نمازِ عید کی گھڑیاں

کسی نے دی خبر لے لو رسُول اللہ آپہنچے جنابِ حضرتِ صدیق بھی ہمراہ آپہنچے[۲]
غل اُٹھا لیجئے ذرّوں کے گھر میں آفتاب آیا زمین و آسماں کا نُور جس کے ہم رکاب آیا

۱؎ مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلے پر جو بالائی آبادی ہے اس کو عالیہ یا قبا کہتے ہیں۔ یہاں انصار کے بہت سے خاندان آباد تھے یہ فخر اُن کی قسمت میں تھا کہ سب سے پہلے رسُولِ خُدا نے اُنہی کی مہمانی قبول کی۔ اکابر صحابہ یہاں پہلے ہی سے مہمان تھے۔ (مصنف)

۲؎ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق آنحضرتؐ نے قبا میں ۱۴ دن فرمایا تھا۔ بعض ارباب سیر نے تین دن اور بعض نے چار دن لکھا ہے مگر صحیح بخاری کی روایت قرینِ قیاس ہے۔

اکٹھے ہو گئے ہر سمت سے طالب زیارت کے ‫‫‫ شعاعوں کی طرح سے گرد خورشیدِ رسالت کے
نظر آئی جونہی پہلی جھلک رُوئے منوّر کی ‫‫‫ سلامی گونج اُٹھی نعرۂ اَللّٰہُ اَکْبَر کی
پیمبر نے قبا میں چند دن آرام فرمایا ‫‫‫ مروّت نے بلُطفِ خاص فیضِ عام فرمایا
سبھی پہلے مہاجر اس جگہ موجود تھے سارے ‫‫‫ اکٹھے ہو گئے تھے چاند کے چاروں طرف تارے
علیِ مُرتضٰے بھی تیسرے ہی روز آ پہنچے ‫‫‫ چلے مکّے سے تنہا پاپیادہ تا قبا پہنچے
وہ اہلِ مکہ کو اُن کی امانت دے کے آئے تھے ‫‫‫ اُنھیں اسلام کا درسِ دیانت دے کے آئے تھے
ہُوئے حاضر تو پاسُوجے ہُوئے تھے خون جاری تھا ‫‫‫ نبیؐ کا دیدۂ ہمدرد محوِ اشکباری تھا
اساسِ دینِ محکم تھی نبیؐ کی خاطرِ عالی ‫‫‫ قبا میں سب سے پہلے ایک مسجدؔ کی بنا ڈالی

یہ مسجد اوّلیں بُنیاد تھی طاعت گذاری کی
صفا کی صدق کی تقویٰ کی اور پرہیزگاری کی

لہ یہی مسجد ہے جس کی شان میں قرآن مجید فرماتا ہے :-

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝ (پ ۱۱ التوبۃ ع ۱۳)

وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے وہ اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو ۔ اس میں ایسے لوگ ہیں ۔ جن کو پاکیزگی بہت پسند ہے ۔ اور خدا پاکیزہ رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے ۔

قافلۂ نبوّت شہر یثرب کی طرف

اُٹھی اک روز آوازِ بلند اللہ اکبر کی
سواری جانب یثرب چلی محبوبِ داور کی

نماز جُمعہ کا وقتِ مُبارک راہ میں آیا
یہاں حضرت نے خطبۂ جُمعہ کا ارشاد فرمایا

کیا تھا بہرِ ملّت جُمعہ کا آغاز حضرتؐ نے
امام المرسلینؐ کی اقتدا کی آج اُمّتؐ نے

نبیؐ اپنے مدینہ میں

ہُوا چاروں طرف اقصائے عالم میں پکار آئی
بہار آئی، بہار آئی، بہار آئی، بہار آئی

جوان و پیر و مرد و زن سراپا چشم بیٹھے تھے
بہار آنے کو تھی گُلشن سراپا چشم بیٹھے تھے

اب استقبال کو دوڑے بنی نجّارؐ سج سج کر
بڑھے انصار بن کر او چلے ہتھیار سج سج کر

جنوبی سمت اُٹھا ایک نورانی غبار آخر
سوادِ شہر میں داخل ہُوا ناقہ سوار آخر

فضا میں بس گئیں توحید کی آزاد تکبیریں
یہ تکبیریں تھیں باطل کے گلو پر تیز شمشیریں

لہ سرِ راہ بنی سالم کے محلّے میں نماز جمعہ ادا فرمائی۔ (سیرت ابن ہشام)

ٹہ بنی نجار آنحضرت کے دادا کے رشتہ دار تھے۔ ان کو نبیؐ کے آنے کی سب سے زیادہ مسرت تھی۔ (العادۃ العرب)

مہاجر پیچھے پیچھے چل رہے تھے سر بکف ہو کر
کھڑے تھے راہ میں انصار ہر سُو صف بصف ہو کر

در و دیوار استادہ ہُوئے تعظیم کی خاطر
زمیں کیا آسماں بھی جُھک گئے تسلیم کی خاطر

مُسلماں بیبیاں گھر کی چھتوں پر جمع ہو ہو کر
نظر سے چُومتی تھیں عصمتِ دامانِ پیغمبرؐ

زباں پر اَشْرَقَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا کی صدائیں تھیں[1]
دلوں میں مَا دَعٰی لِلّٰہِ دَاعٍ کی دُعائیں تھیں

کہیں معصُوم ننّھی بچّیاں تھیں دف بجاتی تھیں
رسُولِ پاک کی جانب اشارے کر کے گاتی تھیں

کہ ہم ہیں بچّیاں نجّار کے عالی گھرانے کی
خُوشی ہے آمنہؓ کے لال کے تشریف لانے کی

مُسلمانوں کے بچّے بچّیاں مسرور تھے سارے
گلی کُوچے خُدا کی حمد سے معمُور تھے سارے

نبوّت کی سواری جس طرف سے ہو کے جاتی تھی
درُود و نعت کے نغمات کی آواز آتی تھی

---

[1] مدینے کی معصُوم لڑکیاں گھروں میں گا رہی تھیں۔

اَشْرَقَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا — چاند نے طلُوع کیا
مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاعِ — کوہ وداع کی گھاٹیوں سے
وَجَبَتْ شُکْرُ عَلَیْنَا — ہم پر شکر واجب ہے
مَا دَعٰی لِلّٰہِ دَاعٍ — جب تک دُعا مانگنے والے دُعا مانگیں

[2] راہ میں ننھی ننھی لڑکیاں دف بجا کر گاتی تھیں :-

نَحْنُ جَوَارٍ مِّنْ بَنِی النَّجَّارِ — ہم نجار کے خاندان کی لڑکیاں ہیں
یَا حَبَّذَا مُحَمَّدًا مِّنْ جَارٍ — محمد (صلعم) کتنا پسندیدہ ہمسایہ ہے

شوقِ میزبانی

رسُولؐ اللہ سلام انصار کا لیتے ہُوئے گذرے
زباں سے خیر و برکت کی دُعا دیتے ہُوئے گذرے

ہر اک مُشتاق تھا پیارے نبیؐ کی میہمانی کا
تمنّا تھی شرف بخشیں مُجھی کو میزبانی کا

ہر اک مُشتاق اپنی اپنی قسمت آزماتا تھا
بصد آداب و منّت راہ میں آنکھیں بچھاتا تھا

بہت ہی کشمکش تھی اشتیاقِ میزبانی کی
نبیؐ نے اس عقیدت کی نہایت قدردانی کی

کہا تم سب مرے بھائی ہو آپس میں برابر ہو
تونگر ہے وہی جو زہد و تقویٰ میں تونگر ہو

اقامت کو مگر مَیں نے خُدا پر چھوڑ رکھا ہے
کہ ناقے کو فقط اُس کی رضا پر چھوڑ رکھا ہے

سبھی پیارے ہو تم ہر ایک سے مُجھ کو محبّت ہے
جہاں ناقہ ٹھہر جائے وہیں جائے اقامت ہے

رُکی یک بارگی ناقہ بحکمِ حضرتِ باری
جہاں اک سمت بستے تھے ابو ایُوب انصاری

پڑی تھی ایک جانب کُچھ زمیں ویران و افتادہ
مشیّت تھی اسی کو پاک کر دینے پر آمادہ

تھے وارث دو ہی لڑکے[1] داغ تھا جن پر یتیمی کا
انہی کے حال پر سایہ ہُوا ابرِ کریمی کا

یہی وہ فرش تھا ملنا تھا جس کو عرش کا پایا
نبیؐ نے ان یتیموں کو بلایا اور فرمایا

---

[1] ان لڑکوں کا نام سہل بن عمرو سہیل بن عمرو تھا۔ معاذ بن عفرا کی تولیت میں تھے۔ (خاتم النبیین)

کہ بیچو یہ زمیں تم بیچنا چاہو تو ہم لے لیں! جو قیمت مانگو ہم دے کر تمہیں دام و درم لے لیں

وہ بولے نذر ہے حضرت نے نامنظور فرمایا انہیں بوبکرؓ کے ہاتھوں سے پُورا دام دِلوایا

یہ اُفتادہ زمیں ہے سجدہ گاہِ شوق اُس دن سے یہیں تسکین پاتی ہے نگاہِ شوق اُس دن سے

صحابہ سے کہا جب تک نہ ہو مسجد کی تیاری ہمارے میزباں ہونگے ابُو ایُّوب انصاری

فلک نے رشک سے دیکھا اِس انصاری کی قسمت کو ابُو ایُّوب گھر میں لے گئے سامانِ رحمت کو

"مبارک منزلے کاں خانہ را ماہے چنیں باشد
ہمایوں کشورے کاں عرصہ را شاہے چنیں باشد"

دارُالامانِ مدینہ

ابُو ایُّوب کے گھر میں حبیبِ کبریا ٹھہرے مگر جب ہو گئی تیّار مسجد اس میں آٹھہرے

مِلی اظہارِ حق کی آج انسانوں کو آزادی بآزادی لگا تبلیغ کرنے صُلح کا ہادیؐ

بھٹکتے پھرنے والوں کو خُدا کی راہ پر لایا بتوں میں گھرنے والوں کو درِ اللہ پر لایا

یہاں آتے تھے غیر اللہ سے رشتہ توڑنے والے صدائے آخرت پر حُبِّ دُنیا چھوڑنے والے

زمانے کے ستائے دَرد کے مارے ہُوئے آتے نبیؐ کے دامنِ رحمت میں آرام و سکوں پاتے

کوئی تُرکی کوئی تازی کوئی حبشی کوئی رُومی
سبھی یکساں تھے زیرِ سایۂ دامانِ معصُومی

تھے انصار و مہاجر اک نمونہ شانِ وحدت کا
کہ اِس تسبیح میں تھا رشتۂ محکم اخوت کا

تماشوں رنگ رلیوں کی جگہ پائی عبادت نے
فسادوں اور جھگڑوں کو مٹایا ذوقِ وحدت نے

مُسلماں تھے کہ تھے زُہد و وَرَع کی زندہ تصویریں
نمازیں اور تسبیحیں اذانیں اور تکبیریں

تجارت اور زراعت یا دُعائیں یا مناجاتیں
مشقّت کے لئے دِن تھے عبادت کے لئے راتیں

یہ بستی کاٹتی تھی وقت نیکی سے بھلائی سے
نہایت آشتی سے امن سے صُلح و صفائی سے

ہدایت کی سعادت پر ہزاروں شکر کرتے تھے
خُدا پر تھی نظر سب کی، خُودی کا دم نہ بھرتے تھے

نبیؐ کا حُکم اور قرآن دستُور العمل اِن کا
صداقت بن گئی آئینہ ظاہر اور باطن کا

ضیائے حق سے رشکِ طُورِ سینا بن گیا یثرب
نبیؐ کا آستاں بن کر مدینہ بن گیا یثرب

باب ہفتم

مدینے پر جنگ کے بادل

قریشِ مکہ کا جوشِ غضب

مدینے میں ضیا افگن ہوئے جب حضرتِ والا
خدا نے کر دیا جب ظلمتِ باطل کا مُنہ کالا

قریش اس تازہ ناکامی سے کھسیانے ہوئے ایسے
یہ قتل و خون کے مشتاق دیوانے ہوئے ایسے

کہ فوراً ہو گئے پختہ ارادے کشت و غارت کے
مدینے تک بڑھائے حوصلے اپنی شرارت کے

وہ مسلم جن پہ بیداد و جفا کرنے کے عادی تھے
ہمیشہ جن پہ ظلمِ ناروا کرنے کے عادی تھے

ہنسا کرتے تھے یہ ظالم تڑپتے دیکھ کر جن کو
ستانے کا تہیّہ کر چکے تھے عمر بھر جن کو

ستاتے تھے جنہیں تپتی ہُوئی بالُو کے بستر پر رگِ گردن رہا کرتی تھی جن کی نوکِ خنجر پر
جنہیں آزاد رہ کر سانس لینے کی مناہی تھی خطا جن کی فقط پابندیٔ امرِ الٰہی تھی
قریش ان کی یہ آزادی گوارا کس طرح کرتے بھلا صُلح و صفا کا یہ نظارا کس طرح کرتے
وہ جن کی سرد آہیں بھی چُھپی رہتی تھیں سینے میں وہ اب آواز سے قرآن پڑھتے تھے مدینے میں
اگرچہ تین سَو فرسنگ پر بستے تھے بیچارے مگر چلتے تھے رہ رہ کر دلِ کُفّار پر آرے
نبیؐ کے اس طرح زندہ نکل جانے کا غصّہ تھا زمانے پر سے نازک وقت ٹل جانے کا غصّہ تھا
یہ غصّہ تھا کہ پیاسی رہ گئیں خونخوار تلواریں! زمیں پر کیوں نہ نکلیں مقدّس خُون کی دھاریں

قریشِ مکّہ کی دھمکی

ہُوئی جب ہر طرح ناکام ہر تزویر ہر سازش غرور و عُجب کو صدمہ ہُوا زخمی ہُوئی نازش
نہایت طیش کھایا دانت پیسے اہلِ مکّہ نے بالآخر جنگ کی ٹھانی نبیؐ سے اہلِ مکّہ نے
مدینے والوں کو اک اشتعال انگیز خط لکھا ڈرایا اور دھمکایا بہت ہی تیز خط لکھا
کہ اپنے سر پہ خُود ہی جنگ کو بلوا لیا تم نے ہمارے مجرموں کو اپنے ہاں ٹھہرا لیا تم نے
تمہیں لازم ہے خط کو دیکھتے ہی یہ کڑی ٹالو محمدؐ اور اُس کے ساتھیوں کو قتل کر ڈالو

وگرنہ یاد رکھو ہم نے بھی سوگند اُٹھالی ہے قسم اپنے ہُبل کی لات کی عزّیٰ کی کھالی ہے
کہ ہم سب مل کے تم لوگوں پہ فوراً حملہ کر دیں گے گلی کوچے تمہارے شہر کے لاشوں سے بھر دیں گے
جوانوں کو تمہارے چیل کوّوں کو کھلائیں گے تمہاری عورتوں کو لونڈیاں اپنی بنائیں گے

عبداللہ بن اُبَیّ۔ مُنافق

یہ خط مکّہ سے عبداللہ اُبَیّ کے نام پر آیا اور اس نے دیکھتے ہی ساتھیوں کو اپنے دکھلایا[1]
مدینے کا یہ بدقسمت مُسلمانوں سے جلتا تھا رسُول اللہ کے آنے سے کفِ افسوس ملتا تھا
مُسلمانوں کی آمد سے مٹا تھا اقتدار اِس کا کہ جب مُشرک تھے لوگ اُن پر تھا پُورا اختیار اِس کا
یہ اس بستی کے دارالامن بن جانے سے جلتا تھا چھِنی تھی ہاتھ سے شاہی، کفِ افسوس ملتا تھا
رسول اللہ کی تعلیم سے سب ہو گئے یکساں اخوّت آگئی اور بھائی بھائی بن گئے انساں
خیال اِس کا یہ تھا مَیں بادشہ ہُوں اس مدینے کا مگر اب کوئی بھی پُرساں نہیں تھا اِس کمینے کا
مُسلمانوں سے جب لڑنے کے منصوبے لگا کرنے یہ سُن کر، آپ سمجھایا اُسے آکر پیمبرؐ نے

---

[1] عبداللہ بن اُبَیّ مدینے کا ایک بااثر شخص تھا۔ اُس نے تاجپوشی کے لئے سونے کا تاج بنوا رکھا تھا۔ لیکن جب اوس و خزرج کے قبائل مسلمان ہو گئے تو تاجداری کا خیال ہی جاتا رہا۔ اگرچہ رسول اللہ روح و جسم دونو پر حاکم تھے لیکن آپ کی زندگی فقر و فاقہ کی زندگی تھی۔ ابن ابی کے ارادے دل ہی دل میں رہ گئے تھے اس لئے وہ اور اس کے چند ساتھی اسلام کے مخالف تھے اور عمر بھر مخالف رہے اور منافقین کہلائے۔

کہا اے بیوقوفو کیا اُجڑنا چاہتے ہو تم
کہ اپنے بھائی بندوں ہی سے لڑنا چاہتے ہو تم

تمہارے بھائی بیٹے سب کے سب پکے مُسلماں ہیں
اگر ان سے لڑو گے خود تمہارے ہی یہ نقصاں ہیں

یہ سُن کر چل دیئے سب ساتھ والے اِس منافق کے
خُدا نے دست و بازو کاٹ ڈالے اس منافق کے

منافق چُپ ہُوا، اور چپ ہی رہنے کی صورت تھی
بظاہر چُپ تھا لیکن دل میں کینہ تھا کدُورت تھی

مدینے کے بد باطن یہودی

مدینے میں یہودی بھی بڑی کثرت سے رہتے تھے
جو اپنی قوم کو پیغمبروں کی قوم کہتے تھے

یقیں رکھتے تھے یہ توریت کی پیشین گوئی پر
کہ اسمٰعیلؑ کی اولاد میں ہوگا وہ پیغمبر

وہ پیغمبر جو سیدھا راستہ سب کو دکھائے گا
پرستارانِ حق کو تختِ شوکت پر بٹھائے گا

انہیں معلوم تھا اب وہ پیمبر آنے والا ہے
بشر کے واسطے روشن شریعت لانے والا ہے

یہ بیٹھے انتظارِ ہادیٔ موعُود کرتے تھے
میانِ اہلِ یثرب کاروبارِ سُود کرتے تھے

دنائت کے سبب عقل و خرد کو کھو گئے یہ بھی
نبیؐ تشریف لے آیا تو دشمن ہو گئے یہ بھی

سبب یہ تھا نبیؐ قائل تھا عیسیٰؑ کی صداقت کا
سمجھتا تھا اُسے اِک برگزیدہ ربِّ عزت کا

یہودی ہر طرح جھٹلا چکے تھے اُس پیمبر کو
صلیبِ مرگ تک پہنچا چکے تھے اُس پیمبر کو

بھلا وہ شخص جو اِس ظلم کو مذمُوم ٹھہرائے — جو پیغمبر کو پیغمبر کہے معصُوم ٹھہرائے

یہُودی اُس کو پیغمبر اگر جانیں تو کیوں جانیں — اُسے سمجھیں تو کیا سمجھیں، اسے مانیں تو کیا مانیں

غرض یہ لوگ بھی اندر ہی اندر سخت دُشمن تھے — دغا باز اور مُحسن کُش تھے مکّار اور پُرفن تھے

رسول اللہ کی عظمت کے گرچہ دل سے قائل تھے — مگر یہ ان کی فطرت تھی عداوت ہی پہ مائل تھے

بباطن سازشیں تھیں اور بظاہر کچھ نہ کرتے تھے — معاہد ہو چکے تھے[۱] اوس و خزرج سے بھی ڈرتے تھے

مُسلماں ہونے والے اوس و خزرج کے قبائل تھے — اگرچہ زر میں کم تھے زور میں مدِ مقابل تھے

یہ انصارِ رسُول اللہ خوش تھے فقر و فاقے میں — زراعت پر لگے رہتے تھے یثرب کے علاقے میں

ہدایت پا کے اپنی خُوبیِ قسمت پہ نازاں تھے — خُدا کے فضل یعنی آیۂ رحمت پہ نازاں تھے

قریشِ مکّہ کی غارت گری

حسد کی ہر طرف جب عام بیماری لگی بڑھنے — مُسلمانوں کو پھر جینے کی دشواری لگی بڑھنے

کیا اس طرح آغازِ شرارت اہلِ مکّہ نے — کہ رہزن بن کے ڈالی طرحِ غارت[۲] اہلِ مکّہ نے

۱؎ آنحضرتؐ نے مدینے میں تشریف لاتے ہی یہودیوں اور مسلمانوں میں ایک معاہدہ کرایا تھا۔ (دیکھو ابن ہشام)

۲؎ اُن دنوں مدینہ میں یہود اور منافقین کے گروہ مسلمانوں کو امن و امان سے رہتے دیکھ کر حسد سے اندھے ہو رہے تھے۔ اور آئے دن سازشوں میں مصروف رہتے تھے۔ مُشرکینِ مکّہ نے مُسلمانوں کو غارت کر دینے کا تہیہ کر رکھا تھا۔ کرز ابن جابر مدینے کی دیواروں تک غارت کرتا تھا۔ (سیرت النبیؐ)

پھرا کرتے تھے بیرونِ مدینہ اونٹ میداں میں ۔۔۔ انہیں کرز ابنِ جابر لے گیا روزِ درخشاں میں
صحابہ حضرتِ اقدس ؐ سے اکثر التجا کرتے ۔۔۔ مگر لڑنے سے ان کو منع شاہِ دوسرا کرتے
یہودی مل گئے مکّہ کے ان وحشی لعینوں سے ۔۔۔ توقّع تھی خلافِ عہد کی ہر دم کمینوں سے
ہُوئی تنگ اس قدر آخر مُسلمانوں کی عافیت ۔۔۔ کہ اندر شہر کے بھی رہ نہ سکتے تھے بخیریت
نکلتے تھے تو گھِر جاتے تھے قزاقوں کے دستوں میں ۔۔۔ بچارے دن دہاڑے قتل ہو جاتے تھے رستوں میں
خُدا کا نام لینا اک نرالا رنگ لایا تھا ۔۔۔ نبیؐ صابر تھے فرمانِ جہاد اب تک نہ آیا تھا
قریشِ مکّہ نے ڈالی جو طرحِ جنگ مغلوبہ ۔۔۔ کیا باطل نے شمعِ حق بجھا دینے کا منصوبہ
حدِ برداشت سے گذری تعدّی اہلِ باطل کی ۔۔۔ زیادہ صبر کرنا بے حسی تھی دینِ کامل کی

اِذنِ جہاد

بالآخر وقت آیا رحمتِ حق جوش میں آئی! ۔۔۔ کہ اذنِ جنگ بن کر غیرتِ حق جوش میں آئی
معاً جبریل لے کر آیۂ قرآں ہُوئے نازل[1] ۔۔۔ جہاد فی سبیل اللہ کے فرماں ہُوئے نازل

---

[1] أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۗ وَإِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ الَّذِيْنَ أُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ

اُن کو لڑنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ جن سے لڑائی کی جاتی ہے اس لئے کہ اُن پر ظلم کیا گیا ہے اور تحقیق اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔ وہ لوگ جو ناحق اپنے گھروں سے نکالے گئے۔ اس لئے

(باقی حاشیہ دیکھو صفحہ)

یہ حکم آیا کہ ہاں اب ان غریبوں کو اجازت ہے — بچارے بے وطن آفت نصیبوں کو اجازت ہے

وہ جن پر ظُلم کے بیداد کے بادل برستے ہیں — جو اپنے ہی وطن میں سانس لینے کو ترستے ہیں

جو ناحق کے ستم سہتے ہیں اور مغمُوم رہتے ہیں — وطن کو چھوڑ کر بھی بے کس و مظلوم رہتے ہیں

خطا جن کی فقط یہ ہے کہ وہ اسلام لے آئے — جو دُنیا کو لُٹا کر اک خُدا کا نام لے آئے

جنہیں دشمن تہیّہ کر چکے ہیں تنگ کرنے کا — ہے ان کو اذن حملہ آوروں سے جنگ کرنے کا

خُدا ظالم کے منصُوبوں کو رد کرنے پہ قادر ہے — خُدا مظلوم لوگوں کی مدد کرنے پہ قادر ہے

نہ دے اللہ اگر حملوں کے سدِّ باب کی جرأت — یونُہی بڑھتی رہے ہر ایک شیخ و شاب کی جرأت

یہ معبد خانقاہیں صومعے یکسر اُجڑ جائیں — منادر اور گرجے بیخ سے بُن سے اکھڑ جائیں

مساجد جن کے اندر ذکرِ حق کثرت سے ہوتا ہے — جہاں انسان آکر معصیت کے داغ دھوتا ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ)

إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ۗ وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ○ (پ الحج ع ۞)

کہ انہوں نے پروردگار کو اپنا خدا کہا۔ اور اگر بعض لوگوں سے بعض کو اللہ دُور نہ کرتا۔ تو البتہ گرا دیئے جاتے ترسا کے صومعے درویشوں کے عبادت خانے یہود و نصاریٰ کے اور مسجدیں کہ جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے۔ اور اللہ اپنے مدد کرنے والوں کی مدد کرتا ہے اور اللہ ہی البتہ زور آور اور غالب ہے ۔

گرادیں لوگ آکر ان عماراتِ مقدّس کو
نہیں منظور یہ اللہ کی ذاتِ مقدّس کو

شرطِ جہاد

رسول اللہ نے اِک دن بصد تاکید و پابندی
سنایا اہلِ ایماں کو یہ فرمانِ خداوندی

کہا راہِ خُدا میں تم کو لڑنے کی اجازت ہے
خُدا کے دشمنوں کو دفع کرنے کی اجازت ہے

مگر تم یاد رکھّو صاف ہے یہ حُکمِ قرآں کا
ستانا بے گناہوں کو نہیں شیوہ مُسلماں کا

نہیں دیتا اجازت پیش دستی کی خُدا ہرگز
مسلماں ہو تو لڑنے میں نہ کرنا ابتدا ہرگز

فقط ان سے لڑو جو لوگ تم سے جنگ کرتے ہیں
فقط اُن سے لڑو جو تم پہ جینا تنگ کرتے ہیں

قریش کی دوسری دھمکی

قریشِ مکّہ نے ٹھانی ہُوئی تھی قتل و غارت کی
مُسلماں بھی لگے تدبیر کرنے اب حفاظت کی

قبائل کا بھی خطرہ تھا دیارِ ارضِ یثرب میں
کہ بُود و باش تھی جن کی دیارِ ارضِ یثرب میں

یہ خطرہ تھا مبادا اہلِ مکّہ سے وہ مِل جائیں
رسد کو لُوٹ لیں اہلِ مدینہ پر ستم ڈھائیں

خبر تھی فتنۂ آئندہ کی محبُوبِ داور کو
معاہد کرلیا اس واسطے ان میں سے اکثر کو

یہ کوشش تھی کہ دب جائے فسادو جنگ کا فتنہ
نہ اُٹھے اِس جہاں میں کوئی خُونیں رنگ کا فتنہ

مگر اب کر چکے تھے اہلِ مکّہ خوب تیاری
نہ اُن کو بیٹھنے دیتی تھی خُوئے مُسلم آزاری

مُسلمانوں کو لکھ کر بھیج دی بُوجہل نے دھمکی!
کہ پہلے ہی سے اب تم فکر کر لو اپنے ماتم کی

محمّدؐ کو بڑا ہی صاحبِ اعجاز سمجھے ہو!
یہاں سے بچ نکلنے کو خُدائی راز سمجھے ہو

تمہیں یہ ناز ہو گا آ بسے ہیں اب مدینے میں
سمجھتے ہو کہ ہم آزاد ہیں اب مرنے جینے میں

ذرا دم لو کوئی ساعت ٹھہر جاؤ ہم آتے ہیں
تمہارا نام ہی اب لوحِ ہستی سے مٹاتے ہیں

قافلۂ تجارت اور ابُوسفیان کے منصُوبے

یہ خالی ایک دھمکی ہی نہ تھی کفّارِ مکّہ کی
بہت بد ہو چکی تھیں نیّتیں اشرارِ مکّہ کی

نبیؐ پر حملہ کرنے کے لئے تیار بیٹھے تھے
بس اپنے قافلے کے منتظر کفّار بیٹھے تھے

ابُوسفیاں گیا تھا شام کی جانب تجارت کو
نکلنا تھا اسی کی واپسی پر قتل و غارت کو

تجارت کے منافع پر مدارِ جنگ تھا سارا
تجارت کیا تھی گویا کاروبارِ جنگ تھا سارا

قریشی تاجروں کا قافلہ جب لوٹ کر آیا
ابُوسفیاں منافع کی رقم تھیلوں میں بھر لایا

پہنچ کر مکّہ میں اب جنگ کا سامان کرنا تھا
مگر ڈر تھا کہ یثرب کے حوالی سے گذرنا تھا

دغا ہوتی ہے جس دل میں وہی چھاتی دھڑکتی ہے
فسادِ بلغمی سے آنکھ رہ رہ کر پھڑکتی ہے

ابُوسفیاں کے دل میں بھی ہزاروں وہم آتے تھے
خیالی وسوسے ہی بھوت بن بن کر ڈراتے تھے

خیال آیا مُسلماں نیک و بد پہچان جاتے ہیں
محمدؐ آدمی کے دل کی باتیں جان جاتے ہیں

کہیں ایسا نہ ہو مقصد سمجھ لیں اِس تجارت کا
مبادا جان لیں سامان ہے یہ قتل و غارت کا

چلے ہیں قاتلوں کے ہم دہانِ آز بھرنے کو
قبائل میں یہ سارا مال و زر تقسیم کرنے کو

سمجھ جائیں یہ سونا قبر کے اندر سُلائے گا
سمجھ جائیں کہ یہ کپڑا کفن اِن کو پنہائے گا

سمجھ جائیں کہ ان کی صُبح پر شام آنے والی ہے
منافع کی یہ دولت جنگ میں کام آنے والی ہے

کہیں ایسا نہ ہو اِس قافلے کا حال کُھل جائے
سرِ منزل نہ پہنچیں اور ساری چال کُھل جائے

ہمارا قافلہ مکّے پہنچ جائے تو بہتر ہے
کسی صُورت مدینے پر بلا آئے تو بہتر ہے

یہ کیا ہے آج آگے پاؤں دھرتے ہَول آتا ہے
مدینے کے حوالی سے گُذرتے ہَول آتا ہے

اگر اہلِ مدینہ رستے ہی میں ٹوک لیں ہم کو
ارادوں سے ہمارے باخبر ہوں روک لیں ہم کو

اکارت جائیں گے مکّے میں پھر سامان لڑائی کے
ہَوا ہو جائیں گے امکان خنجر آزمائی کے

یہ سارا مال اگر اہلِ مدینہ چھین لے جائیں
تو شاید جا کے تلواریں خریدیں قلعے بنوائیں

بڑی دقّت ہے پھر اللہ والوں کے مٹانے میں
محمدؐ ہی کا مذہب پھیل جائے گا زمانے میں

کوئی ترکیب ایسی ہو کہ ہم بچ کر نکل جائیں
لڑائی کے لئے مکّے سے واپس لوٹ کر آئیں
نئے مذہب کی جڑ تیغ و تبر سے کاٹ دیں آکر
مدینے کی زمیں لاشوں سے یکسر پاٹ دیں آکر

شرارت

ابُوسفیاں اُلجھتا آرہا تھا اِن خیالوں سے
کیا اب مشورہ بُزدل نے اپنے ساتھ والوں سے
بہت سوچا بالآخر اک شرارت تازہ طے پائی
بُلا کر مردِ ضمضم نام کو ترکیب سمجھائی
کہا یہ کام اگر کردے تو اتنا مال پائے گا
ملیں گے اُونٹ سونا بھی کئی مثقال پائے گا
چلا مکّے کی جانب اونٹ پر چڑھ کر یہ ہرکارا
بڑھا دو منزلے کرتا ہوا و حرص کا مارا

مشرکین میں اشتعال کی چال

اِدھر اس قافلے کے منتظر بیٹھے تھے مُدّت سے
لڑائی چھیڑنا مقصُود تھی فخرِ نبوّت سے
فقط اس کارواں کی واپسی کا تھا خیال ان کو
کہ تھی لڑنے سے پہلے آرزوئے حفظِ مال ان کو
قریش اک روز بیٹھے کر رہے تھے جنگ کی باتیں
ابُوجہل ان کو سکھلاتا تھا قتلِ عام کی گھاتیں
اچانک اِک صدا اُٹھی کہ فریاد اے بنی غالب!
اُٹھو دوڑو، کرو فی الفور امداد، اے بنی غالب
یہ چیخیں اور فریادیں سنیں تو اہلِ شہر دوڑے
بہت بیتاب ہو ہو کر اُٹھے آواز پر دوڑے

نظر آیا کہ وادی میں کھڑا ہے اک شتر تنہا
اور اُس کی پیٹھ پر بیٹھا ہوا ہے اک بشر ننگا

برہنہ جسم ننگِ خانداں معلوم ہوتا ہے
تباہی اور فلاکت کا نشاں معلوم ہوتا ہے

شتر کی پیٹھ پر کاٹھی بھی کس رکھی ہے اُلٹا کر
نظر آتا ہے آیا ہے کہیں سے کان کٹوا کر

فغاں کرتا ہے چیخیں مارتا ہے روتا جاتا ہے
پیا پے سینہ کوباں ہو کے بے کل ہوتا جاتا ہے

صدا دیتا ہے اے لوگو مری فریاد کو پہنچو
تمہارا مال و زر لٹنے کو ہے امداد کو پہنچو

محمدؐ بدلہ لینا چاہتے ہیں برملا تم سے
سمجھتے ہیں کہ جھیلے ہیں بہت جور و جفا تم سے

مسلماں قافلے کی تاک میں نکلے ہیں اے یارو
اٹھو، دوڑو، بڑھو، چل کر انہیں روکو انہیں مارو!

مجھے ڈر ہے کہ جو ہونا تھا اب تک ہو چکا ہوگا
ابوسفیاں بچارا جان اپنی کھو چکا ہوگا!

پڑے سوتے ہو تم سونا تمہارا لٹ گیا ہوگا
تمہارا کارواں سارے کا سارا لٹ گیا ہوگا

پکڑ کر لے گئے ہوں گے مسلماں ساتھ والوں کو
نکالو جلد اپنی فوج، دوڑاؤ رسالوں کو

ارے تم سن رہے ہو تم سے کچھ بھی بن نہیں پڑتی!
میری فریاد کی برچھی کسی دل میں نہیں گڑتی

ابوجہل کی آتش افروزی

اب اہلِ شہر پہچانے کہ ضمضم ہے یہ ہرکارا
گھڑی میں شہر اس کے گرد اکٹھا ہو گیا سارا

لہ جاہلیت میں فریاد کرنے اور قوم کو اُبھارنے کے ایسے ہی طریقے تھے۔ (العادۃ العرب)

وہ پتھرائی ہوئی آنکھوں سے ہر سُو تکتا جاتا تھا
وہ بستر پر تڑپتا جاتا تھا ظالم بکتا جاتا تھا

اُلجھنے کے لئے تیار تھے پہلے ہی دیوانے
لگے یہ حال سُن کر سانپ کے مانند بل کھانے

چنگاری پڑ گئی بارُود میں شعلہ بھڑک اُٹھا
دلِ ہر ثانیٔ نمرُود میں شعلہ بھڑک اُٹھا

لگی تلووں میں آگ ایسی کہ نتھنوں سے دُھواں نکلا
غضب کی شکل میں آنکھوں سے مغزِ استخواں نکلا

غرور و عُجب نے دل کی سیاہی رُخ پہ دوڑا دی
غضبناکی نے آنکھوں کو ردائے سُرخ پہنا دی

یہ ایسی بات تھی جو وہم میں بھی آ نہ سکتی تھی
تصوّر میں یہ صُورت منہ کبھی دکھلا نہ سکتی تھی

مُسلمانوں کی یہ جرأت کہ اِن کا قافلہ روکیں
جواب تک چھُپتے پھرتے تھے انہیں میدان میں ٹوکیں

(انہیں ٹھیکہ ملا تھا اہلِ دُنیا کو ستانے کا
کسی کو حق نہ تھا مدِّ مقابل بن کے آنے کا)

مُسلماں اور اِن کے کارواں پر حملہ آور ہوں!
خبر سُن لیں یہ جتنے اور جامے سے نہ باہر ہوں!

وہ ہرکارا تو پلٹا صُورتِ شیطان بہکا کر
لگے بس گھولنے یہ سانپ پیچ و تاب کھا کھا کر

بھرے بیٹھے تھے پہلے سے بہانہ اَور ہاتھ آیا
اُٹھا بُوجہل اک تقریر کی لوگوں کو بھڑکایا

کہا او بیوقوفو سوچتے کیا ہو، کمر باندھو!!
اٹھاؤ نیزہ و خنجر اٹھو تیغ و تبر باندھو!

مُسلمانوں کو مکّے سے نکل جانے دیا تم نے
وہ موقع خوب تھا افسوس ٹل جانے دیا تم نے

محمّد کو یہیں پر ختم کر دو، میں نہ کہتا تھا
مُسلمانوں سے قبرستان بھر دو، مَیں نہ کہتا تھا!

مدینے میں پہنچ کر اب یہ جرأت مل گئی اُن کو
تمہیں پر حملہ آور ہوں یہ ہمت مل گئی اُن کو

تمہیں اُن کو سزا دینے کی فرصت ہی نہیں ملتی
نیا مذہب مٹا دینے کی فرصت ہی نہیں ملتی

تمہارے سامنے ہستی ہی کیا ہے اُس جماعت کی
مُسلماں کیا ہیں اِک بے رنگ سی تصویر غربت کی

وہ خود ہیں جنگ کے طالب حیا تم کو نہیں آتی
تمہارا قافلہ لٹتا ہے چھاتی پھٹ نہیں جاتی

لطیمہ[1] ہو گیا تاراج تو پچھتاؤ گے یارو!
تم اپنی بیویوں کو عیش سے ترساؤ گے یارو!

یہ بھالے برچھیاں پیکان کس دن کام آئیں گے
تمہارے جنگ کے سامان کس دن کام آئیں گے

چلو میداں میں جرأت آزماؤ دیکھتے کیا ہو
قریشی نسل کی شوکت دکھاؤ دیکھتے کیا ہو،

ہمارے تین سو اور ساٹھ ہیں، تنہا خدا اُن کا
بھلا اتنے خداؤں سے لڑے گا کیا خدا اُن کا

اٹھو اے لات و عزیٰ و ہبل کے پوجنے والو
عرب سے اِک خدا کے نام کا دھبہ مٹا ڈالو

قریشِ مکّہ کی چڑھائی

قیامت آ گئی ہر شخص تیاری لگا کرنے
ہر اک تائیدِ خونریزی و خونخواری لگا کرنے

درستی ہو گئی جھٹ نیزہ و شمشیر و خنجر کی
چڑھی آندھی مدینے کی طرف باطل کے لشکر کی

---

[1] مال و اسباب منافع تجارت کو لطیمہ کہتے تھے۔

قریشی نسل کے مردانِ جنگی سر بکف ہو کر / بڑھے گھوڑوں پہ یا اُونٹوں پہ چڑھ کر صف بصف ہو کر

نضر، بوبختری، حرث ابنِ عامر تھے یہ سب افسر / ابوجہل اور عُتبہ اور شیبہ تھے یہ سر لشکر

چلے وہ سب کے سب جن کو پیمبرؐ سے عداوت تھی / منبّہ اور زمعہ عاص بن ہشام و عقبہ بھی

بنی ہاشم بھی ان کے ساتھ شامل تھے بمجبوری / کہ بُزدل سمجھے جاتے گر بتاتے کوئی معذوری

اگرچہ باخبر تھے اِس برائی کے نتیجے سے / چلے عمِّ نبی عبّاس بھی لڑنے بھتیجے سے

عُقیل ابنِ ابی طالب بھی اِن کے ساتھ شامل تھا / نہیں تھا بولہب[۱] اُس کی بدی کا ہاتھ شامل تھا

قریشی سُورما اکثر شریکِ فوجِ باطل تھے / کہ سب جنگ آزمودہ تیغ زن تھے اور قاتل تھے

یہ لشکر مشتمل تھا ساڑھے گیارہ سو جوانوں پر / دلوں میں بُغض، نعرے کُفر کے اِن کی زبانوں پر

یہ لشکر بڑھ رہا تھا کعبۂ توحید ڈھانے کو / مُسلمانوں سے لڑنے کو مدینے کے گرانے کو

مدینے کی طرف بڑھتا چلا آتا تھا یہ لشکر / گذرگاہوں میں لوگوں پر غضب ڈھاتا تھا یہ لشکر

زمینِ دشت کی چھاتی سے آہوں کا غبار اُٹھا / فلک بھی کانپ کر اَلعظمۃُ لِلّٰہ پکار اُٹھا

آگ لگا کر ابُوسفیان مکّے پہنچ گیا

ابُوسفیاں اور اس کا قافلہ بالکل سلامت تھا / مگر ظالم کا یہ فتنہ جگا دینا قیامت تھا

۱؎ ابُولہب بہت بُوڑھا تھا اُس نے اپنی بجائے ایک آدمی روپیہ دے کر مقرّر کر دیا تھا ۔ (العادۃ العرب)

وہ لے کر مال و دولت منزلِ مقصود پر پہنچا ‏ ‏ ‏ ‏ نہ آیا پیش کوئی حادثہ اور اپنے گھر پہنچا

پہنچ کر مکّے میں یہ قافلہ دو روز سستایا ‏ ‏ ‏ ‏ سوئے لشکر مگر اک تیز رو قاصد کو دوڑایا

کہ ہم بچ کر نکل آئے لطیمہ بھی سلامت ہے ‏ ‏ ‏ ‏ اگر چاہو تو لوٹ آؤ لڑائی بے ضرورت ہے

اگر سارے عرب کو مُشتعل کرنا ضروری ہو ‏ ‏ ‏ ‏ مدینے کی زمیں کو خُون سے بھرنا ضروری ہو

تو واپس لوٹ آؤ تاکہ بندوبست ہو جائے ‏ ‏ ‏ ‏ مُسلمانوں کی بستی جس سے بالکل پست ہو جائے

تجارت کا منافع بانٹ دو سارے قبائل میں ‏ ‏ ‏ ‏ کہ ہو گی اس سے وسعت اہلِ مکّہ کے وسائل میں

قبائل ان مسلمانوں کا جینا تنگ کر دیں گے ‏ ‏ ‏ ‏ وہ ان کے کھیت، میداں، راستے لاشوں سے بھر دیں گے

مدینے کے یہُودی بھی ہمارے دوست ہیں سارے ‏ ‏ ‏ ‏ ابھی خاموش بیٹھے ہیں وہ حلفِ صُلح کے مارے

انہیں لالچ دیا جائے کہ وہ بھی عہد کو توڑیں ‏ ‏ ‏ ‏ یہ مجبُوری کی ظاہرداریاں رکھنے سے مُنہ موڑیں

اگر کچھ خرچ کرنے سے یہ ہو جائے تو کیا کہنا ‏ ‏ ‏ ‏ کہ ہوگا اوس و خزرج کو بھی مشکل شہر میں رہنا

بہر سُو ناکہ بندی کر کے پھر ہم بھی کریں دھاوا ‏ ‏ ‏ ‏ لگا دیں آگ، کر دیں مسجدوں کو راکھ کا آوا

مزا جب ہی ہمیں بھی حملہ کرنے کا مزا آئے ‏ ‏ ‏ ‏ کہ اُن کے بھاگنے کا راستہ مسدُود ہو جائے

پلٹ آنا اگر ہو نامناسب خیر بڑھ جاؤ ‏ ‏ ‏ ‏ مُسلمانوں کے سر پر بھُوت کی مانند چڑھ جاؤ

ہماری بھی ضرورت ہو تو کہہ دو ہم بھی آجائیں ‏ ‏ ‏ ‏ نہیں کچھ اور خیر اس لُوٹ ہی کا مال پا جائیں

ابوجہل کا جواب ابوسفیان کے قاصد کو

ہنسا بُوجہل یہ پیغام سُن کر تن کے یُوں بولا
کہ یہ دفتر نصیحت کا ابُوسفیاں نے کیوں کھولا!

اسے کہہ دو لطیمہ رکھ کے جلد آجائے لشکر میں
وہ چالیں ہی نہ بتلائے ہمیں بیٹھا ہُوا گھر میں

قبائل میں کریں کیوں مُفت جا کر بادیہ گردی
مسلماں چیز ہی کیا ہیں کریں اتنی جو سردردی

مٹانے کے لئے ان کے یہ جنگی فوج کافی ہے
خس و خاشاک کی خاطر یہی اِک موج کافی ہے

چڑھائی ہو چکی ہے اب پلٹ چلنا ہے ناممکن
مُسلمانوں کے سر سے موت کا ٹلنا ہے ناممکن

ابُوسفیاں سے کہہ دینا کہ تم سمجھے ہو کیا ہم کو
تمہارا مُدّعا جو کچھ بھی تھا معلوم تھا ہم کو

جو قاصد تم نے بھیجا تھا اسے پہچانتے تھے ہم
تمہارے کارواں کو بھی سلامت جانتے تھے ہم

سمجھ لی بات ہم نے قوم ساری مشتعل کر دی
لگا دی آگ رگ رگ میں تمنّا جنگ کی بھر دی

یہ لشکر جمع ہو کر بہرِ قتل و خُوں نکل آیا
نکلنا تھا جو مطلب مال و زر سے یُوں نکل آیا

ہُوا مفتُوح پہلا مرحلہ اب تم بھی آجاؤ
سلامت ہے تمہارا قافلہ اب تم بھی آجاؤ

اگر تم عیش کرنے کے لئے بیٹھے ہو مکّے میں
مزے سے پیٹ بھرنے کے لئے بیٹھے ہو مکّے میں

تو لشکر میں ہمارے عیش و عشرت کی کمی کیا ہے
یہاں ہر چیز ہے موجُود ہر نعمت مہیّا ہے

شرابیں ناچ گانا کھانا پینا ساتھ لائے ہیں
بھلا لگتا ہے جن چیزوں سے جینا ساتھ لائے ہیں

بہت سی گانے والی عورتیں ہمراہِ لشکر ہیں
انہیں کے حُسن سے معمُور یہ خرگاہ لشکر ہیں

انہیں سے منزلوں میں اہتمامِ عیش رہتا ہے
کہ ہر سردار کا خیمہ مقامِ عیش رہتا ہے

ہماری رات غرقِ بادۂ سرجوش رہتی ہے
صدائے چنگ و دف گلبانگِ نوشا نوش رہتی ہے

کبھی چشمِ فلک نے یہ نرالے رنگ دیکھے ہیں
نظر سے گذرے ہیں یہ عیش ایسے رنگ دیکھے ہیں؟

مگر یہ مت سمجھ لینا کہ ہم بیہوش و غافل ہیں
ارے خود آکے دیکھو ویسے ہی سفّاک و قاتل ہیں

ہمارا جوش ہر منزل پہ دُونا ہوتا جاتا ہے
کہ ہر مے نوش دل سے زنگِ حسرت دھوتا جاتا ہے

یہ قومی آن کی باتیں ہیں متوالے نہیں ہیں ہم
دکھانا ہے کہ ہر اک رنگ میں مسند نشیں ہیں ہم

قریشی نسل کی شانِ امارت کے امیں ہم ہیں
عرب کا کون مالک ہے؟ ہمیں ہم ہیں ہمیں ہم ہیں

عرب کے رہنے والوں کو دکھا کر رزم کا نقشہ
بتا دیں بر سرِ میداں جما کر رزم کا نقشہ

یہ ساری عشرتیں اہلِ وغا کا دل لبھائیں گی
ہمیں جنگاہ تک لے جائیں گی پھر لوٹ آئیں گی

لہ ابُوسفیان اپنے تجارتی قافلے کو لے کر مکہ پہنچ گیا تو اُس نے ایک قاصد ابُوجہل کے پاس بھیجا کہ ہم سلامت ہیں۔ تم پھر واپس پلٹ آؤ۔ پھر پورے جنگی سامان کے ساتھ چڑھائی کرینگے۔ ابوجہل نے قاصد کے ذریعے ابُوسفیان کو کہلا بھیجا کہ اب پلٹنا ممکن نہیں۔ اس طرح جوش ٹھنڈا ہو جائے گا۔ لہٰذا تم بھی آکر حملے میں شامل ہو جاؤ۔ ابُوسفیان نے یہ پیغام پایا تو چند سوار لے کر چلا اور آکر قریش کے لشکر میں شامل ہو گیا۔ (تاریخ العمران)

وہاں ہم کیا کریں گے یہ نہ پُوچھو بس سمجھ جاؤ
مُسلمانوں کی حالت دیکھنی چاہو تو جلد آؤ

تفنگ و نیزہ و خنجر، شراب و نغمہ و ساقی
مجھے یہ تو بتاؤ شہر میں کیا چیز ہے باقی

مِرا مطلب یہ ہے بُزدل نہ کہلاؤ ابوسفیاں
مجھے تم جانتے ہو مُنہ نہ کھلواؤ ابوسفیاں

صُورتِ حالات کی نزاکت

نبی صلعم کا مشورہ صحابہؓ سے

اُدھر گاوِزمیں تھرّا رہی تھی بدنہادوں سے
اِدھر اہلِ مدینہ بے خبر تھے اِن ارادوں سے

وہی اِک ملہمِ صادق، وہی اِک دیدۂ بینا
اُسی کا قلب تھا جس پر تھا سارا حال آئینہ

اُسے معلوم تھا آغاز و انجام اُس چڑھائی کا
اسی کا دل تھا جس میں درد تھا ساری خُدائی کا

وہ سب کُچھ جانتے ہیں جو اماں دیتے ہیں جانوں کو
خبر ہوتی ہے خُونی بھیڑیوں کی گلّہ بانوں کو

رسُول اللہ نے اک دن مسلمانوں کو بُلوایا
بٹھایا مسجدِ نبوی میں سب کو اور فرمایا

کہ دو جانب سے اُٹھ کر جنگ کا طوفان آتا ہے
قریشی فوج آتی ہے، ابوسفیان آتا ہے

ابوسفیاں پلٹ آیا ہے لے کر شام کی دولت
قبائل میں یہ زر تقسیم کر دینے کی ہے نیّت

اُٹھائے گا قبائل کو تمہارے سر پہ لائے گا
مدینے پر قیامت ڈھائے گا فتنے اُٹھائے گا

اُدھر مکّے سے لشکر چل چکا ہے لڑنے مرنے کو
تمہارے دین و امن و صُلح کے برباد کرنے کو

اُٹھے ہیں اہلِ مکّہ تاخت و تاراج کی خاطر
چلا آتا ہے باطل حق سے استمزاج کی خاطر

حلیفوں میں تمہارے ہیں یہودی اور کافر بھی
حمایت میں مُسلمانوں کی ہیں کمزور و لاغر بھی

کرو قطع نظر اس سے کہ ان کا دین ہے کیسا
کہ دین و مذہب و ملّت میں ہے اکراہ نازیبا

وہ عرفانی بلندی پر ہیں یا پستی میں بستے ہیں
تمہارے دامنوں میں اَمن کی بستی میں بستے ہیں

بہت سے لوگ طرزِ غیر جانبدار رکھتے ہیں
بچارے بال بچّے رکھتے ہیں گھر بار رکھتے ہیں

مدینے پر ہُوا حملہ تو گھبرائیں گے بیچارے
جفا و ظلم کی چکّی میں پس جائیں گے بیچارے

مُسلمانوں پہ لازم ہے حمایت ان حلیفوں کی
مبادا آبرو بگڑے شریفوں کی ضعیفوں کی

قریشِ مکّہ کی یورش کا باعث صرف مُسلم ہیں
کہ اب تک باوجودِ ضُعف دین اللہ پہ قائم ہیں

وہ حق سے پھیر لینا چاہتے ہیں تم کو جبریہ
تمہیں یہ فرض ہے اس یورشِ بے جا کا دفعیہ

اگرچہ مفلس و نادار ہو تعداد میں کم ہو
قریشِ مکّہ سے سامان میں افراد میں کم ہو

مہاجر بے وطن ہیں بے نوا کچھ بھی نہیں رکھتے
غریب انصار بھی دل کے سوا کچھ بھی نہیں رکھتے

سواری اور ہتھیاروں کی حالت بھی نہیں اچھی
گھروں میں بعض بیماروں کی حالت بھی نہیں اچھی

مسلمانوں مگر اس راہ میں اللہ کافی ہے
جہادِ فی سبیل اللہ میں اللہ کافی ہے

تمہارا عندیہ کیا ہے لڑیں یا بند ہو بیٹھیں
چلیں میدان میں یا شہر کے پابند ہو بیٹھیں

مہاجرین کا مشورہ

ابوبکرؓ و عمرؓ نے عرض کی اے ہادیٔ دوراں
ہمارے مال، جاں، اولاد سب اسلام پر قرباں

غلامانِ محمدؐ جان دینے سے نہیں ڈرتے
یہ سر کٹ جائے یا رہ جائے کچھ پروا نہیں کرتے

اُٹھے مقدادؓ اُٹھ کر عرض کی اے سرورِ عالم
نہیں ہیں قومِ موسیٰؑ کی طرح کہہ دینے والے ہم

کہا تھا اس نے اے موسیٰؑ ہمیں آرام کرنے دے
جہاں کی نعمتیں ملتی ہیں ان سے پیٹ بھرنے دے

خدا کو ساتھ لے جا اور باطل سے لڑائی کر
ہمارے واسطے خود جا کے قسمت آزمائی کر

ہمیں کیوں ساتھ لے جاتا ہے دُنیا سے اُجڑنے کو
خُدا اور اس کا موسیٰ ہی بہت کافی ہیں لڑنے کو

معاذ اللہ مثیلِ اُمتِ موسیٰ نہیں ہیں ہم
جہاں میں پیروانِ دینِ ختم المرسلیںؐ ہیں ہم

ہمارا فخر یہ ہے ہم غلامانِ محمدؐ ہیں
ہمیں باطل کا ڈر کیا زیر دامانِ محمدؐ ہیں

مُسلماں کو ڈرا سکتے ہیں کب یہ نیزہ و خنجر
لڑیں گے سامنے ہو کر عقب پر دائیں بائیں پر

بزرگانِ مہاجر نے دکھائی جب توانائی
رسُول اللہ نے سُن کر دُعائے خیر فرمائی

انصار کا جوشِ ایمان

صفِ انصار کی جانب اٹھیں آنکھیں نبوّت کی
تو سعدؓ ابنِ معاذ اُٹھے دکھائی شان جرأت کی

ادب سے عرض کی انصار ہیں ہم یا رسُول اللہ
غلامِ سیدِ ابرار ہیں ہم یا رسُول اللہ

خُدا نے ہم غریبوں پر عجب احسان فرمایا
کہ ختمُ المرسلیں اِس شہر میں تشریف لے آیا

جہاں میں اس سے بڑھ کر کوئی عزّت مل نہیں سکتی
کسی کو بھی ابد تک اب یہ دولت مل نہیں سکتی

خُدائے پاک کے فرمان پر ایمان لائے ہم
رسُول اللہ پر قرآن پر ایمان لائے ہم

تو کیا اب مَوت کے ڈر سے یہ دولت ہم گنوا دیں گے
بُھلا دیں گے یہ احساں بارِ لعنت سر پہ لا دیں گے

تعالی اللہ یہ شیوہ نہیں ہے باوفاؤں کا
پیا ہے دُودھ ہم لوگوں نے غیرت دار ماؤں کا

صداقت دیکھ کر رکھّا تھا ان قدموں پہ سر ہم نے
کہ مانا آپ کو روشن دلائل دیکھ کر ہم نے

قسم اللہ کی جس نے نبیؐ مبعُوث فرمایا
سبھی کچھ پالیا جس وقت ہم نے آپ کو پایا

گدائی آپ کے در کی ہماری بادشاہی ہے
ہمیں تو آپ کا ارشاد ہی وحیِ الٰہی ہے

ہمیں میدان میں لے جائیے یا شہر میں رہیے
کسی سے صُلح کو فرمائیے یا جنگ کو کہیے

ہمارا فرض ہے تعمیل کرنا رائے عالی کی
ہماری زندگی تکمیل ہے ایمائے عالی کی

ہمارا مرنا جینا آپ کے احکام پر ہوگا
کسی میدان میں ہو خاتمہ اسلام پر ہوگا

اگر ارشاد ہو بحرِ فنا میں کُود جائیں ہم
ہلاکت خیز گردابِ بلا میں کُود جائیں ہم

نبیؐ کا حکم ہو تو پھاند جائیں ہم سمندر میں
جہاں کو محو کر دیں نعرۂ اللہ اکبر میں

قریشِ مکّہ تو کیا چیز ہیں دیووں سے لڑ جائیں
سنانِ نیزہ بن کر سینۂ باطل میں گڑ جائیں

وعدۂ نصرتِ الٰہی

نظارا دیکھ کر انصار کے جوشِ اطاعت کا
اُٹھا عرشِ معلّٰی کی طرف چہرہ نبوّت کا

یہ وحدت آج وحدت کے مبلّغ کو پسند آئی
اُٹھا کر ہاتھ حضرت نے دُعائے خیر فرمائی

دُعا کے بعد لوگوں کو نویدِ فتح و نصرت دی
برائے جنگ یثرب سے نکلنے کی اجازت دی

کہا دونوں میں تم کو اک جماعت ہاتھ آئے گی
خدا نے وعدہ فرمایا ہے نصرت ہاتھ آئے گی

رہے گا بول بالا قدرتِ حق سے صداقت کا
گرے گا جڑ سے کٹ کے نخل کفر و ظلم و بدعت کا

فلک پر تھوکنے والے زمیں پر سرنگوں ہو گئے
یقیں رکھو کہ خود سر حملہ آور سرنگوں ہو گئے

مجاہدین اسلام جہاد کے رستے پر

نمازِ صبح پڑھ کر ہو گئی چلنے کی تیاری
اُٹھا خود مسجدِ نبوی سے ابرِ رحمتِ باری

دکھانا شانِ حق منظور تھی ہادیٔ کامل کو
مدینے سے نکل کر روکنا تھا فوجِ باطل کو

دُوم تھا سالِ ہجری بارھویں تھی ماہِ رمضاں کی
کہ نکلی مختصر سی اِک جماعت اہلِ ایماں کی

نکل کر شہر سے تعداد دیکھی جاں نثاروں کی
تو گنتی تین سو تیرہ تھی اِن طاعت گذاروں کی

سلاحِ جنگ یہ تھا آٹھ تلواریں تھیں چھ زرہیں
غنا کا رنگ یہ تھا چیتھڑوں میں بیسیوں گرہیں

کمانیں اور نیزے، چو بہائے ناتراشیدہ
حُدُودِ کفش سے آزاد پائے آبلہ دیدہ

زیادہ لوگ پیدل تھے سواری پر بہت تھوڑے
کہ ستّر اُونٹ تھے بہرِ سواری اور دو گھوڑے

ہلا دیتی تھی کہساروں کو جن کی دھاک پیدل تھے
جنابِ حمزہؓ کیا خود صاحبِ لولاکؐ پیدل تھے

علیؓ اور بولبابہؓ اور جنابِ سیّدِ عالمؐ
یہ تینوں باری باری سے شریکِ ناقہ تھے باہم

ابو بکرؓ و عمرؓ اور عبدِ رحمٰنؓ اِک سواری پر
منازل طے کیے جاتے تھے اپنی اپنی باری پر

سمندر میں اُٹھا کرتی ہے جیسے موج بے پروا
اِسی صورت رواں تھی غازیوں کی فوج بے پروا

کھجوریں تک میسّر تھیں نہ جن کے پیٹ بھرنے کو
یہ اللہ کے مُجاہد تھے چلے تھے جنگ کرنے کو

بہت سی سربسر محروم گھوڑے اور ناقے سے
بہت ایسے تھے جن کی رات بھی کٹتی تھی فاقے سے

خیالِ عظمتِ ملّت مکیں تھا اِن کے سینوں میں
کوئی ساماں نہ تھا ذوقِ یقیں تھا اِن کے سینوں میں

یہ چند افراد اُٹھّے تھے ضعیفوں کی حمایت کو
شریروں کے مقابل میں شریفوں کی حمایت کو

چلے تھے یہ مجاہد آج میدانِ شہادت میں
محمدؐ کی ہدایت پر محمدؐ کی قیادت میں

کفّار کا ڈیرا میدان بدر میں

زرہ پہنے ہُوئے جب لشکرِ نُورِ سحر نکلا
سرِ خاور اُٹھا بھرِ مددسینہ سپر نکلا

فضائے دہر سے اب اُٹھ چلی شب کی عملداری
خُدا دینے لگا باطل کو پاداشِ سیہ کاری

شعاعیں برچھیاں بن کر اندھیروں کی طرف لپکیں
بلائیں بھاگ اُٹھیں اپنے ڈیروں کی طرف لپکیں

تکبر، ظلم، گُستاخی، دل آزاری، من ومائی
تشدّد، کینہ توزی، ناز، خُود بینی، خُود آرائی

ستانے کے طریقے قتل کر دینے کی ایجادیں
یہ بچّے مادرِ شب کے اندھیرے کی یہ اولادیں

ہوئے آ آکے سب شامل گروہِ اہلِ باطل میں
یہ فتنے آ بسے کفّار کے تہ خانۂ دل میں

خُودی نے بھر دیئے تھے کبر کے طُوفان ہر سر میں
ڈبونے جا رہے تھے کشتئ حق آبِ خنجر میں

لگایا بدر کے میدان میں کفّار نے ڈیرا
یہاں تدبیر کی تزویر کو تقدیر نے گھیرا

ابُوجہل کا غرُور

یہاں بوجہل نے آتے ہی پھر لوگوں کو بھڑکایا
دلایا جوش سب کو اور خود بھی جوش میں آیا
کہا یہ دن وہ ہے جس کی طلب تھی ایک مدّت سے
اکٹّھے ہیں صنادیدِ قریش اِس وقت قسمت سے
ہمارے پہلواں بھاری ہیں سَو سَو پہلوانوں پر
مدینے بھر میں شورِ اَلحَذَر ہو گا زبانوں پر
یہ خُودسر پہلواں کیا پھر کبھی ساتھ آنے والے ہیں
بھلا ایسے مواقع پھر کبھی ہاتھ آنے والے ہیں
یہ ساری مہربانی ہے ہمارے دیوتاؤں کی
چڑھائی ہو گئی ہے اِک خُدا پر سب خُداؤں کی
کریں گے جب یہ مل کر تین سَو اور ساٹھ تقدیریں
اٹھیں گی ساتھ ساڑھے گیارہ سو خُوں ریز شمشیریں
مَیں دیکھوں گا کہ وہ تنہا خُدا کس کام آتا ہے
کہاں لے جا کے مُٹّھی بھر جماعت کو چھپاتا ہے
یہ برچھے بجلیاں بن بن کے جن کے پھل چمکتے ہیں
کہاں ہیں آج وہ سینے جو ان کو روک سکتے ہیں
ذرا دیکھو تو یہ خونخوار جوہردار شمشیریں
یہ شمشیریں پہاڑوں پر گریں تو بیخ تک چیریں
یہ خنجر دیکھتے ہو جو کھنچے جاتے ہیں تن تن کر
تڑپتے ہیں کہ تیریں موجِ خُوں میں مچھلیاں بن کر
ہمارے تیر دیکھو اِن کا مینہ جس دم برستا ہے
تو لاکھوں بسملوں کا کھیت پانی کو ترستا ہے

رسد کو دیکھو نظّارا کرو سامانِ جنگی کا
ہے چہروں ہی سے ظاہر دبدبہ مردانِ جنگی کا

نظارے ہی سے اصحابِ محمدؐ کانپ جائیں گے
ہمارے ہر سپاہی کو وہ اک جلّاد پائیں گے

مُسلمانوں کے حق میں واقعی پتھر ہے دل اِن کا
نہیں پتھر نہیں پتھر سے کچھ بڑھ کر ہے دل اِن کا

محمدؐ خود کہیں گے ہاں یہ جلّادوں کا لشکر ہے
یہ نمرُودوں کی فوجیں ہیں یہ شدّادوں کا لشکر ہے

ہمارے نام کی ہیبت عرب پر بیٹھ جائے گی
مُسلماں قتل ہونگے دھاک سب پر بیٹھ جائے گی

یہاں اِک دن ٹھہر کر پھر بڑھو باقاعدہ ہو کر
اچانک اس طرح سے جا پڑو اہلِ مدینہ پر

کہ ان کے بھاگنے کی سعی بھی ناکام ہو جائے
کوئی بچنے نہ پائے یعنی قتلِ عام ہو جائے

عَلَم کفّار کا لہرا گیا وادی کے دامن پر
اندھیرا ہی اندھیرا چھا گیا اس روزِ روشن پر

بڑی ترتیب سے خیمے لگائے اہلِ باطل نے
رسد بٹنے لگی، لحمِ شُتر سب کو لگا ملنے

زمیں کے جسم پر ہر خیمہ اک پُرسوز چھالا تھا
کہ میخوں ہی سے جس نے بدر کا دل چھید ڈالا تھا

لگا اس شان و شوکت پر دماغِ چرخ چکرانے
غضب کے ساز و ساماں لے کے آئے تھے یہ دیوانے

زمین و آسماں حیران تھے کیا ہونے والا ہے
قیامت آرہی ہے، حشر برپا ہونے والا ہے

مسلمانوں کی کمزور جماعت

اِدھر سے جا رہی تھی اِک جماعت حق پرستوں کی
بباطن روزہ داروں کی بظاہر فاقہ مستوں کی

نہ اِن کے پاس خیمے تھے نہ سامانِ رسد کوئی
نہ اِن کی پُشت پر تھا جُز خُدا بہرِ مدد کوئی

نہ زرہیں تھیں، نہ ڈھالیں تھیں نہ خنجر تھے نہ شمشیریں
فقط خاموش تسکیں تھی، فقط پُرجوش تکبیریں

کوئی ساماں نہیں تھا ایک ہی سامان تھا اِن کا
خُدا واحد، نبیؐ صادق ہے، یہ ایمان تھا اِن کا

بنا کر اپنے سینوں کی سپر آیاتِ قرآں کو
بظاہر چند تنکے روکنے آئے تھے طوفاں کو

اِنھی کے نُور سے ہر سُو اُجالا ہونے والا تھا
اِنھی کے دم سے حق کا بول بالا ہونے والا تھا

جلد اوّل ختم

قطعۂ تاریخ

شاہنامہ اسلام جلد اوّل

اثرِ خامہ جناب صوفی غلام مصطفٰے صاحب تبسم ۔ ایم ۔ اے

لیکچرار گورنمنٹ کالج، لاہور

نسخۂ شاہنامۂ اسلام ہست ہم نغمہ زار و ہم تاریخ
زانکہ از خامۂ ابوالاثر است اثرِ خامہ گفتہ ام تاریخ

۱۳۴۷ھ